Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

668

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम मिफताह उल मन तिक

भाग दो

लेखक मौ० मिर्ज़ा मौहम्मद हादी साहब

प्रकाशन वर्ष 1923

आगत संख्या 668

25
20(2)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ओ३म्
पुस्तक संख्या ....१५/20(21
पञ्जिका संख्या २५८५३

पुस्तक पर सर्व प्रकार की निशानियां लगाना वर्जित है। कोई सज्जन पन्द्रह दिन से अधिक देर तक पुस्तक अपने पास नहीं रख सकते। अधिक देर तक रखने के लिये पुनः आज्ञा प्राप्त करनी चाहियें।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

668

स्टाक प्रमाणीकरण १९८४-१९८५

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

H. W. B. Joseph

An Introduction to Logic II

2/12/-

ऋते ज्ञानान्न मुक्तिः
पुस्तक सं० 95/20(2)
आगत सं० 22853
तिथि०.....

668

سلسلۂ نصابات تعلیم جامعۂ عثمانیہ

(بی۔اے کے لیئے)

# مفتاح المنطق

(حصۂ دوم منطق استقرائی)

این انٹروڈکشن ٹو لاجک

مصنفۂ

ایچ۔ ڈبلیو۔ بی جوزف

مترجمۂ

مولوی میرزا محمد ہادی صاحب بی۔اے لکھنوی

رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ

۱۳۴۱ھ م ۱۳۳۲ف م ۱۹۲۳ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

668;U
पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ کتاب آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی اجازت سے
جس کو حق کاپی رائٹ حاصل ہے
طبع کی گئی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# فہرست مضامین مفتاح المنطق

## حصہ دوم


| نمبر شمار | باب | مضمون | از صفحہ | تا صفحہ |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | ہجدہم | استقراء | ۱ | ۲۸ |
| ۲ | نوزدہم | مقدمات استدلال استقرائی، قانون تعلیل | ۲۹ | ۶۱ |
| ۳ | بستم | وہ ضابطے جن سے علل و معلولات پر حکم کرتے ہیں | ۶۲ | ۱۰۸ |
| ۴ | بست و یکم | وہ اعمال جو گزشتہ ضوابط کے استعمال کے مبادی ہیں | ۱۰۹ | ۱۳۷ |
| ۵ | بست و دوم | غیر متلازم تعلیلی اضافتیں | ۱۳۸ | ۱۷۴ |
| ۶ | بست و سوم | توضیح | ۱۷۵ | ۲۰۸ |
| ۷ | بست و چہارم | استقراء بذریعہ تصفح بسیط اور حجت تمثیل سے | ۲۰۹ | ۲۲۹ |
| ۸ | بست و پنجم | استدلال تعلیمی یعنی ریاضی کا استدلال | ۲۳۰ | ۲۴۴ |
| ۹ | بست و ششم | اسلوب علمی کی بحث | ۲۴۵ | ۲۶۰ |
| ۱۰ | بست و ہفتم | ضمیمہ :- مغالطات کے بیان میں | ۲۶۱ | ۳۰۷ |
| ۱۱ | ۰ | غلط نامہ | ۰ | ۰ |


CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

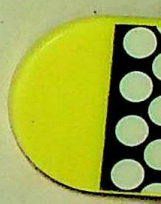

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



CHECKED 1973

# باب ہجدہم

## استقراء

لفظ استقراء کی تاریخ لکھنا باقی ہے یہ یقین ہے کہ اس اصطلاح نے اس اثنائے مدت میں اپنے معنی بدلے ہیں اور اس وجہ سے بہت غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے۔ ارسطاطالیسی حد۔ افاغوجے جس کا یہ ترجمہ ہے عموماً اُس عمل سے مراد تھی جس سے ایک عام قضیہ اشکلہ جزویہ کی جانب رجوع کرنے سے جن میں اُس قضیے کا صدق پایا جاتا تھا مقرر کیا جاتا تھا۔ نہ بطریق قیاس جس میں کلی اضافی سے جزئی اضافی استخراج کیا جاتا ہے۔ یہ امر واضح نہیں ہوا کہ فعل افاغین کے کون سے معنی سے اس لفظ کا یہ استعمال پیدا ہوا۔ دو مقام[1] (ارسطاطالیس کے کلام میں دو جملے) ہیں جن میں یہ فعل منطقی سیاق میں استعمال ہوا ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عمل (افاغوجے) سے استقراء مراد ہے۔ موضوع شخصی ہے جس کے گویا یہ معنی ہیں کہ اثنائے عمل میں ایک شخص کو جزویات سے سابقہ ہوتا ہے۔ یا شاید خبر جزویات کے مقابل لایا گیا ہے اور اُن کی مدد سے ایک قضیۂ کلیہ کو (ہمارے الفاظ میں) استقراء کیا ہے

---

[1] واستعمال لفظ استقراء کتاب ارسطاطالیس سے (۶) اس جملے کا موضوع شخص واحد ہے شخص واحد فاعل ہے اور اُس نے بذریعہ خبر جزویات کے قضیۂ کلیہ کو استقراء کیا یہ فعل ہے (۲) قضیۂ کلیہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ استقراء کیا گیا فعل مجہول ہے"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



دوسرے مقام میں یہ قضیۂ کلیہ ہے جو کہ استقرار کیا گیا ہے۔ سامنے لایا گیا ہے۔ یا پیدا کیا گیا ہے (جو کچھ عمدہ ترجمہ ہو سکے) اور شاید افاعوجے (استقراء) اور سوبوجسموس قیاس کے تضاد کی تکرار سے (اور یہ تکرار اکثر واقع ہوئی ہے) یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ مفعول فعل (استقرار) کا وہ نتیجہ ہے جو بذریعۂ استقرار حاصل کیا گیا ہے۔ جبت کہہ سکتے ہیں کہ نتیجے قیاس کیا گیا تو پھر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نتیجہ استقرار کیا گیا۔ یہ نتیجہ پیدا کیا گیا ہے کہ مثالوں (افراد جزئیہ) کے پیدا کرنے یا وضع کرنے کا عمل جن کے ذریعے سے نتیجے کا تعین ہوتا ہے لفظ کا ابتدائی مفہوم یہی تھا۔ بہر طور جس عمل کا مذکور ہوا وہی عمل ہے جس میں ایک نتیجۂ کلیہ اس طریقے سے قائم کیا جاتا ہے۔ بذریعہ وضع کرنے ایسے جزئیات کے جن میں کلیہ کا صدق موجود ہے۔

استقراء سے ابتداءً ارسطاطالیس کے نزدیک ثابت کرنا کسی قضیے کے صدق کا بطور کلی بذریعہ ثبوت تجربی جزویات کے مراد تھا۔ یا کسی کل منطقی کے بارے میں کوئی امر ثابت کرنا جبکہ بذریعۂ تجربہ اُس کل کے ہر جز میں وہ امر موجود ہو۔ مثلاً تم ثابت کرو کہ تمام سینگ رکھنے والے جانور جگالی کرتے ہیں یا یہ کہ[۵۱] جب کسی مچھلی کی دم غیر منقسم ہو (دم کے دو شاخے کی ایک شاخ چھوٹی اور ایک بڑی ہو) تو یہ ذوی الفقرات ہے۔ اس طرح کہ ہر شاخدار جانور کے معدے اور امعاء کی یا جس مچھلی کی دم کا دو شاخہ چھوٹا بڑا ہو ان سب کی تشریح کی جائے۔ اس قسم کے ثبوت میں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ایک فرد (نمونے) کی تشریح سے ہر نوع چوپایہ یا مچھلی پر وہی حکم لگا سکتے ہیں جو فرد میں پایا گیا ہے یہ امر قابل ملاحظہ ہے کہ ارسطاطالیس نے یہ تجویز کیا کہ عمل استقراء نوع سافل سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک نوع (جیسا کہ کلیات کی بحث میں مذکور ہو چکا ہے) از روئے ذاتیت افراد میں بعینہٖ موجود ہے۔ حجت کی صورت جس کو اُس نے اپنی اصطلاحی عبارت

---

[۵۱] جب فقرات ظہر کا سلسلہ ختم کے قریب آکر اوپر کو اُٹھ جاتا ہے۔ دم کے دو شاخے کی اوپر والی شاخ بڑی ہوتی ہے اور نیچے والی چھوٹی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



میں بیان کیا ہے حد اکبر کو اوسط پر بذریعہ اصغر کے ثابت کرنا اور اُس نے اُس کو قیاس کی صورت میں اس طرح ادا کیا ہے :-

گاؤ۔ بھیڑ۔ بارہ سنگھا۔ وغیرہ جگالی کرتے ہیں ؛

گاؤ۔ بھیڑ۔ بارہ سنگھا۔ وغیرہ سینگ رکھتے ہیں

جس طرح کہ یہ قیاس واقع ہے میں یہ استدلال نہیں کر سکتا کہ کل سینگوں والے جانور جگالی کرتے ہیں۔ کیونکہ سوائے اُن جانوروں کے جن کا میں نے شمار کیا ہے ممکن ہے کہ اور سینگ رکھنے والے جانور ہوں۔ لیکن اگر مجھے معلوم ہو کہ یہ صورت نہیں ہے۔ اگر میرے شمار کے ارکان مکانی یا مساوی سینگ دار جانوروں کے ہیں تو وہ امکان جو نتیجے کو مانع ہے مرتفع ہو جاتا ہے اور میں استدلال کر سکتا ہوں کہ کل سینگ دار جانور جگالی کرنے والے ہیں: جیسا کہ اس واقعے سے ثابت ہے کہ مقدمہ صغریٰ کا عکس بسیط (المنعکس کنفسہا) ہو سکتا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ کل سینگ دار جانور گاؤ۔ بھیڑ۔ بارہ سنگھا وغیرہ ہیں اور میرا قیاس صورت کے اعتبار سے صحیح ہو جاتا ہے۔ ایسے قیاس میں کہا جاتا ہے کہ حد اکبر حد اوسط پر جو بذریعہ حد اصغر کے ثابت کیا گیا کیونکہ (جیسا کہ ہم نے ملاحظہ کیا) اصغر کے معنی ارسطا طالیس کے۔ نزدیک وہ حد ہے جس کی عمومیت سب سے کمتر ہو نہ کہ موضوع نتیجہ۔ جو کہ = فرد سے قریب تر ہو بذریعہ جزوی مثالوں کے محمول جگالی کرنے والا موضوع سینگ دار جانور پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور اگر ہم سینگوں کا ہونا جگالی کرنے کی علت قرار دے سکتے تو یہ حقیقی حد اوسط ہوتا جس سے بطریق برہان گاؤ۔ بھیڑ بارہ سنگھے کا جگالی کرنے والا ہونا ثابت ہو جاتا۔ خود ارسطا طالیس کی مثال میں جہاں طول حیات بے پتے کے جانوروں کے لیئے بذریعہ انسان گھوڑے خچر (اور کوئی اور جزوی جس کا ذکر ہونا چاہیئے اگرچہ بخیال طول کلام اُس کا شمار نہیں کیا گیا) یہ تجویز کیا گیا ہے کہ پتے کا نہونا طول حیات کی علت ہے ؛

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



علامتوں کی صورت میں ہم ارسطا طالیس کے استقرار کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں:-

اب ح د وغیرہ ح ہیں[1]
اب ح د وغیرہ کل ط ہیں
∴ کل ط ح ہیں

اس کو وہ[2] القیاس بالاستقرار کہتا ہے جس کو اب عموماً قیاس استقرائی کہتے ہیں۔ اگر یہ قیاس سالم ہو تو ضرور ہے کہ اصغر جمیع جزئیات کو شامل ہو۔

اب ہم نے ملاحظہ کیا کہ استقرار بطور ایک عمل صوری کے علم اول (موجد منطق حکیم ارسطا طالیس) کے قول کے موافق کیا تھا جس نے ابتداءً اس لفظ کو استعمال کیا۔ جب کہ ارسطا طالیس نے جمیع جزئیات کی تصفح پر اصرار کیا جس کو اُس کے بعد شمار کامل کہا گیا جو کہ بیکن اور منطقین استقرائی کو حسب منطق استقراء زمانہ متاخر سخت ناگوار تھا۔ ارسطا طالیس کا قول بالکل صحیح تھا کیونکہ اگر تم کوئی قضیۂ کلیہ اس طریقے سے ثابت کرنا چاہتے ہو تو اُس کی کلیت کسی طور سے جائز نہیں ہو سکتی جب تک کہ تم کو یقین نہ ہو کہ تمہارا شمار جزئیات کا بالکل کامل ہے۔ اگرچہ یہ کہنا صحیح ہے کہ اِس صورت میں وہ کلیہ نہیں ہے بلکہ (قیاس مقسم) تعدادی کلیہ ہے۔ یہی چیز ہے جس کا ارسطا طالیس نے بیان نہیں کیا۔ اس الزام کا بار ارسطا طالیس کے اوپر اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس نے اُس بات کو کیوں تجویز کیا کہ اگر تصفح جزئیات

---

[1] ح۔ محمول کی علامت ہے۔ ط۔ اوسط کی علامت ہے۔ اب ح د حدود کی علامتیں ہیں ∴ لہذا کی علامت ہے۔

[2] عربی منطق کی اصطلاح میں اس کو قیاس مقسم کہتے ہیں اور یہ استقراء کامل ہے اور مفید یقین ہے بخلاف استقراء ناقص کے جس میں جمیع جزئیات کا تصفح نہ ہوا ہو اور وہ مفید ظن ہے نہ مفید یقین ۱۲ مرتب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



سے کوئی قضیہ کلیہ بنایا جائے تو ضرور ہے کہ تصفح (شمار جزئیات) کامل ہو۔ بلکہ الزام یہ ہے کہ اُس نے قضایائے کلیہ کے وضع کرنے کا کوئی اور طریقہ کیوں نہ تسلیم کیا اور اگر یہ الزام صحیح ہو تو اُس کی منطق پُرزے پُرزے ہو جاتی ہے۔ کیونکہ قیاس کے لیئے ضرور ہے کہ کبریٰ کلیہ ہو اور خود ارسطاطالیس نے اس پر اصرار کیا ہے کہ نتیجے کی صحت کا علم ہمکو نہیں ہو سکتا جب تک کہ مقدمتین کی صحت کا علم نہو۔ اگر مقدمتین مشکوک ہوں تو نتیجہ بھی مشکوک ہو گا یعنے از روے استدلال اگر نتیجے کی صحت تجربے سے معلوم ہو تو وہ اور بات ہے جس میں استدلال کو دخل نہیں ہے۔ پس یہ شرط کس طرح پوری ہو سکتی ہے جب کہ ہمارے پاس سوائے تصفح جمیع جزئیات کے کوئی اور طریقہ قضایائے کلیہ کے معلوم کرنے کا نہو۔ یہ کہ کلیہ صحیح ہے اس لیئے کہ جمیع جزئیات پر یہ امر صادق آتا ہے مثلاً یہ مثال فرض کرو کہ کل مادہ جذب رکھتا ہے اور اسکو اس علامت سے بیان کرو کہ کل م[۵۱] ج ہے۔ اگر کل اجزاء مادّے کی آزمائش کے بغیر اس کا جاننا ممکن ہے تو ہم اس امر کو اس کے ثبوت کے لیئے کام میں لا سکتے ہیں کہ یہ کتاب جذب رکھتی ہے۔ تو ہم پہاڑ کے اوپر جو برتن لے جاتا ہے اُن میں اس کتاب کے اضافے سے پرہیز کریں گے۔ یا پھول جو نمائش کی غرض سے ہے اُس پر اس کو نہ دھریں گے یا کاغذ جو ہوا سے اوڑے جاتے ہیں اُن پر رکھدیں یا ہم سیاے کو کھینچ کے نہ مار بیٹھیں گے۔ لیکن اگر اصل کلی کا علم جمیع جزئیات کے (تصفح) تعداد پر موقوف ہے تو پہلے اس کتاب کی آزمائش کریں گے پھر یہ کہیں گے اور ہم کو علم ہو گا کہ یہ کتاب جذب رکھتی ہے جبکہ براہ مستقیم تجربہ کر چکیں گے۔ اس صورت میں کلیے سے اس کا قیاس فضول ہو گا اگرچہ تصفح کامل ہی کیوں نہو الّا اس صورت میں جبکہ یہ کتاب آخری جزء مادہ ہو جس کا امتحان کیا گیا لیکن اس صورت میں بھی قیاس محض نمائشی ہو گا اور التماس مسئلہ مصادرہ علی المطلوب ہے۔

---

۵۱ م = مادہ ر ج = جذب مراد ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مثلاً فرض کرو کہ ہر جزمادے کی علامت مہ قرار دی جاے اب ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مہ ج ہے کیونکہ کل م ج ہے اور مہ م ہے۔ یہ ہمکو کیونکر معلوم ہوا کہ کل م ج ہے؟ صرف اس وجہ سے کہ مہ و مہ وغیرہ تا مہ[1] ج ہے اور مہ مہ تا مہ م ہے لہذا کل م ج ہے فلہذا ہم اس واقعے کو کہ مہ ج ہے اس اصول کے ثبوت کے لیے کہ مہ ج ہے استعمال کرتے ہیں اور انجام اس کا یہ ہے کہ ہم کوئی بات استدلال سے ثابت نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم اس کو براہ مستقیم تجربے سے نہ جانتے ہوں۔ پس فائدہ[2] استدلال کا کہ جو چیز ہمکو تجربے سے معلوم نہو اس کو اس چیز سے جو براہ تجربہ معلوم ہو استدلال سے معلوم کریں بالکل غائب ہوجائے گا۔ اگر ہم اب بھی اصول عام کی طرف رجوع کر کے کسی بات کے ثابت کرنے کی کوشش کریں جس صدق کو ہم اب تک نہ جانتے ہوں تو ہم کو ایسے اصول کی طرف رجوع کرنا ہوگا جس کے صدق کو ہم اب تک نہیں جانتے ایسے نتیجے کے ثبوت کے لیئے جس کے صدق کو ہم اب تک نہیں جانتے کیونکہ مفروض یہ ہے کہ اصل کلی کا علم موقوف ہے جمیع جزئیات کے علم پر جن میں امر مبحوث عنہ بھی داخل ہے من جمیع الجزئیات اس طریق کو شاید کوئی ذی ہوش آدمی ہرگز پسند نہ کرے گا۔ اگر پھر بھی یہ کہا جاے کہ اگرچہ از روئے منطق ہم بہت ہی کم اس کے مجاز ہوں گے کہ جزئیات کا علم کلیات سے حاصل کریں کیونکہ تجربہ آگے نہیں بڑھ سکتا لیکن جب یہ تجربہ حاصل ہوگا تو اس استدلال کو جو اس کے ذریعے سے کیا جائیگا

---

[1] مہ حرف ع مہ کے نیچے کی طرف عدد کی علامت ہے یعنے مطلق عدد ۱۲ م ۱۲

[2] یعنے استدلال سے جو فائدہ ہے کہ مجہول کو معلوم سے دریافت کیا جاے وہ بالکل باطل ہوجائیگا ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مستحکم کر دے گا۔ اس حد تک تو اس مشکل کا حل نہ ہوا جسمیں ہم مبتلا ہیں۔ بلکہ ایک معاملہ دائمی استعجاب (حیرت) کا ہو گا۔ ایسی مخلوق کے لیئے جس کے ذہن میں اُس کے تجربوں کا انعکاس ہوتا ہے ؛

اس قسم کی مشکل پیدا ہوتی ہے اگر قضیۂ کلیہ کے ثبوت کے لیئے سوائے اس کے کوئی اور طریقہ نہو کہ جمیع جزئیات کا شمار کیا جائے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور اس الزام کا ارسطا طالیس مستوجب ہے اگر اس نے کوئی اور طریقہ تجویز نہیں کیا۔ لیکن کیا اس نے کوئی اور طریقہ نہیں تجویز کیا ؟

بے شک ارسطا طالیس نے کہا ہے کہ ہم اصول اولیہ تک بذریعۂ استقراء کے پہنچتے ہیں۔ وہ ترتیب منطقی اور تجربی میں امتیاز کرتا ہے یہ امتیاز اُس کا مشہور ہے منطقی ترتیب میں اصل کلی محسوس پر مقدم ہے اور تجربی ترتیب میں اس کا عکس ہے۔ ہمکو جزئیات محسوسہ کا علم پہلے حاصل ہوتا ہے اور اصول معقولہ جن کے ذریعے سے امور محسوسہ کی توضیح ہوتی ہے وہ من بعد معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن فطرت کا تصور اس طرح ہوتا ہے کہ وہ اصول یا قوانین سے چلتی ہے اور اس کو عقلاً مقدم کر کے اشیاء یا حوادث جزئیہ کو پیدا کرتی ہے۔ استقراء اُس چیز سے چلتا ہے جو تجربی ترتیب میں مقدم ہے۔ اُس کی طرف جو منطقی ترتیب میں مقدم ہے۔ واقعات حسیہ کے تصور سے اصول کلیہ کے تصور کی جانب اسی سے بعدہ ہم علوم کی تعمیر کرتے ہیں۔ بغیر تجربہ حسیہ کے اصول عقلیہ کا علم نہیں ہو سکتا۔ اور تجربہ حسیہ کے ذریعے سے اس علم کا حاصل کرنا استقراء ہے ؛

اس کو استقرائی قیاس کی تکمیل کے ساتھ ختم کرنے سے اس مسئلے کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کیا ہم یہ خیال کریں کہ ارسطا طالیس نے اُس مشکل مسئلے کو فروگذاشت کیا جس پر اُس کا تمام نظام علمی موقوف ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے اُس نے فروگذاشت نہیں کیا بلکہ ایک مقام پر اُس نے ظاہر کر دیا ہے کہ مشکل پر اُس نے غور کر لیا تھا۔ اس لیئے اُس نے اس امتیاز کو استعمال کیا ہے کہ از روئے منطق (عقل) کیا چیز مقدم ہے اور از روئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تجربہ کیا چیز مقدم ہے اور یہی اس اشکال کے دفع کرنے کی تقریب ہے اُسکی تقریر ظاہراً اس طرح واقع ہوئی ہے:

ہر علم کا مقصود یہ ہے کہ کسی قسم کے خاصوں کو ثابت کرے۔ ایسی قسم مثلاً اشکال ہندسی انواع حیوانات یا نباتات یا اجرام سماویہ۔ ہم کلیات کی بحث میں کہہ چکے ہیں کہ اُس پر علم ہندسہ اور علم الحیات کا بہت اثر پڑا تھا جو اُنکے زمانے میں بہت ترقی پر تھے۔ علم کو اقسام سے تعلق وہ اقسام جو اپنے افراد میں بعینہٖ موجود ہیں اور قدیم ہیں۔[۱۵] اُن کے خاصوں کے بیان کرنے کی ابتدا حدود سے کی جاتی ہے۔ ان حدود کو ثابت نہیں کر سکتے اور ان کے معلوم کرنے کے لیئے ہمارا اعتماد تجربے پر ہے تجربہ ہمکو کسی قسم کی ماہیت سے آگاہ کرتا ہے یا اُس کے خاصوں سے بذریعہ جزئیات کے لیکن گو کہ تجربے سے کسی چیز کی حد معلوم ہو سکتی ہے لیکن ماہیت ذاتیہ (جس کا حد میں بیان ہے) واقعہ تجربی نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک واقعہ تجربی ہو سکتا ہے کہ تمام ملاح سریع الاعتقاد ہوتے ہیں لیکن یہ کیوں کر تجربی واقعہ ہو سکتا ہے کہ مثلث تین ضلع کی مسطح شکل ہے؟ کیونکہ کسی چیز کو یہ کہنا کہ یہ تجربی واقعہ ہے اس کے ضمنی معنی یہ ہیں (جہاں ہماری نظر جاتی ہے) کہ یہ واقعہ اور طرح ہو سکتا تھا اور یقیناً ہم تصور کر سکتے ہیں کہ ملاح ممکن ہے کہ سریع الاعتقاد ہو خواہ سریع الاعتقاد نہو لیکن یہ ہم نہیں تصور کر سکتے کہ مثلث میں ضلع کی شکل مسطح نہو کیونکہ اگر یہ جو اس کی عین ماہیت ہے مرتفع ہو جائے تو پھر مثلث کوئی شئے نہ رہے گی۔ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہ تم کو کس طرح معلوم ہوا کہ یہ کسی شئے کی عین ماہیت ہے؟ جواب یہ ہے کہ عقل اس کا ملاحظہ کر سکتی ہے۔ بصیرت کے ذریعے سے اور اس حیثیت سے کہ یہ ضرورۃً سچ ہے

---

[۱۵] انواع کا قدیم ہونا حکما کا مذہب ہے اہل اسلام ہر شے ماسوا اللہ کو حادث مانتے ہیں ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اور یہ یقین کا وسیلہ ہے۔ اسی کے ذریعے سے ہمکو اصول معلوم ہوتے ہیں جن سے استدلال چلتا ہے اور نتائج سے زیادہ ہمکو ان کی سچائی پر اعتماد ہے۔ لیکن عقل کو دفعۃً اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ کسی قسم کی چیزوں کا تجربہ ضروری ہے قبل اس کے کہ اُس شے کی ماہیت کا علم ہو اور اُس کی تحدید ہو سکے۔ ان جزئیات کا یہ کام نہیں ہے کہ کسی اصل کو ثابت کریں بلکہ ان کے ذریعے سے انکشاف ہوتا ہے۔ جس طرح بچے شمار کرنے کے لیے سنگ ریزوں وغیرہ سے کام لیتے ہیں جن کے ذریعے سے پہاڑے یاد کیئے جاتے ہیں۔ مثلاً بے شمار معدودات سے ایک جزئی تین تیئے نو ہوتے ہیں اس کے ذریعے سے سمجھا جائے اس کا یہ مقصد نہیں کہ کلیہ اس سے ثابت کیا جاتا ہے اور جب بذریعہ ان شمار کنندوں کے ثابت نہو تو کوئی کلیہ بیان نہیں کیا جا سکتا اور پھر ہر ہر کلیہ معدودہ اسی طرح ثابت کیا جائے مثلاً اگر بچے کو اخروٹوں کے شمار سے یہ معلوم ہو جاتا تو ان شمار کنندوں کی کوئی ضرورت نہ ہوتی بلکہ یہ شمار کنندے ایک ایسے مواد کے طور پر استعمال کیئے گئے ہیں جسے بچے کو عددی نسبتوں کا تحقق ہو جائے جبکہ وہ تحقق ہو جاتا ہے تو ایسے کلیت کے ساتھ ہوتا ہے جو ان جزئی شمار کنندوں کی حد سے بالکلیہ خارج ہے[۱] یہ ذریعہ اسلئے استعمال کیا جاتا ہے کہ صدق کلی کے علم

---

[۱] مصنف کا مقصود یہ ہے کہ ان مادی جزئیات سے امر عقلی کا ثبوت نہیں ہوتا بلکہ صرف ان کے اشارے ملنے سے انکشاف عقلی یا حدس پیدا ہوتا ہے اس کو اس طرح سمجھو کہ کسی کی ماہیت یا اس کے خواص سمجھنے کے لئے ضرور ہے کہ کسی قسم کا کرہ آنکھوں سے دیکھ لیا جائے اس لیئے کہ موضوع یعنی کرہ ذہناً مادے سے مجرد ہے لیکن خارج میں اُس کا تحقق بذریعہ کسی نہ کسی مادے کے ممکن نہیں ہے عام اس سے کہ لکڑی ہو یا لوہا یا پیتل۔ ایسے مادی کرے دیکھ لینے سے عقل کو ایک اشارہ ملجاتا ہے اور پھر بے شمار خواص کرے کے بلا مدد تجربہ حسی کے حاصل ہو سکتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جزئیات مادی امر عقلی کو ثابت نہیں کرتے بلکہ ایک وسیلہ امر عقلی کے تحقق اور انکشاف کا ہو جاتے ہیں پھر حدس صایب سے امر عقلی حاصل ہوتا ہے ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



حاصل کرنے کے لیئے کسی نہ کسی مادے کی حاجت ہوتی ہے لیکن صدق کلی کا تسلیم کرنا ان جزئیات پر منحصر نہیں ہے کہ بغیر ہر جزئی کے تجربہ کیئے وہ سمجھ میں نہ آسکے۔ پس اس سوال کی ضرورت نہیں ہے کہ اس قسم کی عقلی بصیرت جسکے ذریعے سے ہم ضرورت عددی یا فضائی[1] نسبتوں کی تحقیق کرتے ہیں کیا واقعی سونے یا ہاتھی یا کچھوے کی ماہیت کے سمجھنے کے لیئے بھی کام آسکتی ہے۔ امر زیر بحث ماہیت استقراء ہے اور وہ مختلف معنے جن میں یہ اصطلاح مستعمل ہوئی ہے اور پچھلی فصل میں بیان ہوا ہے کہ باوجود اُس استقراء کی تحلیل کے جو ارسطاطالیس نے بحیثیت اُس کے ایک منطقی عمل کے بیان کی ہے جہاں اُس نے یہ کہا ہے کہ اصول اولیہ ہم کو استقراء سے معلوم ہوتے ہیں اُس حکیم کے ذہن میں کوئی اور بات تھی جب تم انواع کو واحد مان کر کوئی امر جنس کے بارے میں ثابت کرنا چاہتے ہو جس جنس سے وہ انواع تعلق رکھتے ہیں تو تم کو چاہیئے کہ اس واقعے سے رجوع کرو جو اُس جنس کی ہر نوع پر صادق آتا ہے اس صورت میں تمھارا استدلال قیاس استقرائی (قیاس مقسم) کی صورت میں آسکتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ نہیں نکل سکتا جب تک کہ ہر نوع جو اُس جنس کے تحت میں ہے اس استدلال میں داخل نہو لیکن وہاں بھی اس واقعے سے کہ اُس نے نتیجے کو کلیہ تصور کیا ہے نہ صرف قضیہ معدودہ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ارسطاطالیس نے یہ سمجھا تھا کہ ذہن نے ضرورت عقلی مابین نتیجے کی دونوں حدوں کے اخذ کرنی تھی اگرچہ من بعد بذریعۂ شمار کے اس نتیجے تک رسائی ہوئی بالواسطہ یا بلاواسطہ

---

[1] حقائق ریاضیہ کے صدق کی ماہیت کے بارے میں بھی حکما میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ بھی تجربی عمومات ہیں۔ اور اُن کے یقینی ہونے کی وجہ صرف یہی ہے کہ بے شمار جزئیات میں اُس کا صدق ملاحظہ ہو چکا ہے۔ اس بیان کو مل کی کتاب منطق مقالہ دوم ابواب پنجم تا ہفتم میں دیکھنا چاہیئے۔ اپنی سوانح عمری میں بھی اُس نے اس کا حوالہ دیا ہے اور اس کے ابطال کے لیئے جیون کی منطق خالص و بعض رسائل کو دیکھنا چاہیئے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



درمیان پتّا نہونے اور درازی عمر کے ضروری معلوم ہوتی تھی اور انسان یا گھوڑے کی طرف رجوع کرنے کی احتیاج نہ تھی۔ مگر جس صورت میں تمھارے واحد افراد ہوں اور تم ماہیت نوع کی دریافت کرنا چاہیئے ہو وہاں جمیع جزئیات کے تصفح کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں قیاس مقسم سے تم کام نہیں لے رہے ہو جس میں جمیع جزئیات کے تصفح کی ضرورت ہوتا کہ موضوع کی تحدید ہو سکے۔ کیونکہ غیر متناہی افراد نوع کا احصا کس طرح ممکن ہے؟ یہاں بھی تجربے کا کام ہے۔ اب بھی ہم یہی کہیں گے کہ ہم نے بذریعۂ استقراء کے ان چیزوں کو دریافت کیا۔ لیکن استقراء اس صورت میں منطقی عمل نہیں ہے بلکہ عقلی عمل ہے (جس کا تعلق علم نفس سے ہے) ہم جانتے ہیں کہ ہمارا نتیجہ سچا نہ اس لیئے کہ استقرائی قیاس سالم ہے اور تیسری شکل میں کلی نتیجہ نکالا جاتا ہے اس لیئے کہ موضوع نتیجے کا اُن جزئیات کے ساتھ من حیث المجموع موجود ہے۔ جن کے ذریعے سے ہم اس کو ثابت کرتے ہیں۔ ان وجوہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ نتیجے کے موضوع و محمول میں جو ضروری نسبت ہے اُس کو عقل نے دریافت کرلیا ہے اور یہ جزئیات کی مزاولت سے ممکن ہے لیکن یہ فعل عقل کا ہے جس کو یونانی میں ناؤس کہتے ہیں؛

یہ ہے ارسطا طالیس کا مسئلہ اور اس کے ذریعے سے اپنے نظام کا دیوالیہ ہونا اُس نے بچا لیا۔ اگر اُس کی تعلیم یہ ہوتی کہ تمام قیاسات کلی قضایا پر موقوف ہیں اور کلی قضایا قیاس مقسم سے پیدا ہوتے ہیں جن میں تصفح جمع جزئیات مشروط ہے لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُس نے کاربیدس[1] کو

---

[1] کاربیدس اور صقلاد و بحری دیو ہیں ایک کنارہ اطالیہ پر دوسرا کنارہ صقلیہ پر یہ وہ مقام ہے جو اب ابنائے مسینہ کے نام سے مشہور ہے یہاں سے جہاز کا نکلنا سخت دشواری تھی دونوں خطرناک ورطوں سے بچ کے جہاز کو نکالنا پڑتا تھا ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



دور سے بچا لیا اس لیئے کہ صقلا نے خواہ مخواہ ایک مسلمہ اختیار کر لیا تھا۔
ہم قضایائے کلیہ جن پر ہمارا تمام استدلال منحصر ہے تسلیم کر لیتے ہیں۔
اس لیئے کہ ہماری عقل ہمکو اُس کے صدق کا یقین دلاتی ہے۔ لیکن اس سے
صرف اُسی شخص کی تسلی ہو سکتی ہے جس کی عقل اُس کو اُس کے صدق کا یقین
دلاتی ہے۔ لیکن اس یقین کا دوسروں کو کس طرح افادہ ہو سکتا ہے؟ اگر
کوئی اصل ایسے مقدموں سے نہیں ثابت ہوئی ہے جن مقدموں کو دوسرا
تسلیم کرتا ہے۔ جس پر ان دونوں کے درمیان ایک سالم استدلال مبنی
ہے تو یہ دوسرا اس اصل کو کیوں تسلیم کرے گا؟ ایسی کوئی شہادت نہیں
پیش کی جاتی جس کے صدق کی جانچ ہو سکے۔ فقط اُسی کے قول پر ایک
وجدانی بصیرت جس کا افادہ غیر ممکن ہے۔ ایسا استدلال قائم نہیں
ہو سکتا جو سب سے زیادہ اہم ہے یعنے وہ قضایائے کلیہ جن پر علم
کی بنیاد ہے؟

اس الزام سے ارسطاطالیس بالکل بری نہیں ہو سکتا۔ ہم صرف اس قدر
اُس کی حمایت میں کہہ سکتے ہیں ایسا عقلی ادراک (بدیہی) ضروری صدق کا ایسے
اصول کے جن سے برہان کی ابتدا ہوتی ہے ہماری نظری (ذہنی) علم کا
جز ہو سکتا ہے۔ نفس الامری (خارجی) واقعیت اس پر موقوف نہیں ہو سکتی
لیکن ارسطاطالیس نے نظریت پیدا کی اُس نے اس چیز سے کلام کیا جو
علم کے کامل مفہوم[۱] میں شامل ہے لیکن اُس نے تلمیح کیا یا کامیاب نہیں ہوا

---

[۱] اس شرط کے ساتھ کہ علم کامل کے لیئے چاہیئے کہ جمیع اجزا صدق کے ایک دوسرے کے ساتھ لازم
وملزوم ہوں۔ صرف ریاضی میں ہمکو اس قسم کے صدق کی بصیرت ہو سکتی ہے کہ اسکی نظم و ترتیب سے
جمیع اجزا کا صدق باہم دیگر ثابت ہے۔ اگر دو کا دوگنا تین کسی طرح ہو سکے تو کل نظام ریاضی کو درہم و برہم ہو جائیگا
لیکن ہمکو اسکے انتظار کی ضرورت نہیں ہے کہ اس مسئلے سے کہ دو کا دو چند چار ہے کس قدر مسائل کو ربط ہے بلکہ
ہم دو کے دو چند چار ہونے کو ایسا یقین کرتے ہیں جو یقین کرنیکی حد ہے اور علوم میں یہ ہماری تمنا کہ ہر مسئلے کا
یقین ایسا ہی حاصل ہو اگرچہ اُس کو ضمنی مسائل سے علحدہ بھی کر لیا جائے مشکوک ہے ۱۲ مصم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اس امر کے بیان میں کہ علوم میں اس نظریت کا تحقق نہیں ہوسکتا اور اس مسئلے کو جو اس نے نمو داری بخشی کہ کس قسم کے مقدمے علم کے لیئے درکار ہیں؟ اس مسئلے کو اس نے ایک ادنیٰ مرتبے پر پھینک دیا کہ علوم جس حیثیت سے کہ وہ موجود ہیں ان میں مقدمات کا سالم ہونا کس پر مبنی ہے؟

اس پچھلے سوال کو اس نے بالکلیہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس نے اس کی بحث اس مقالے میں کی ہے جو کہ منطقی تصانیف میں سب سے زیادہ طولانی ہے یعنی طوبیقیہ (کتاب الجدل) میں۔ جب وہ یہ سوال کرتا ہے کہ یہ کس دلیل سے تم ثابت کرو گے یا رد کرو گے کہ قضیے کا محمول موضوع کی حد (نوع) یا اس کا خاصہ ہے اس کے سوال کا منشا یہ ہے کہ تم علمی اصول اولیہ کو کس طرح ثابت کرو گے۔ اور اس کو یہ معلوم تھا کہ علم مناظرہ یا جدل جس کے طریقوں کو اس نے طوبیقیہ میں بیان کیا ہے اس کی غرض خاص اس نے علوم کے اصول اولیہ کی تحقیق قرار دی ہے۔ لیکن اس کو یہ دیکھنا چاہیئے تھا کہ ریاضیات کے ماوراء ہمارے پاس دوسرے ایسے وسائل کم تر ہیں جن سے قضایائے کلیہ جزئیات واقعیہ کی شہادت سے متعین ہوسکیں سوا اس قسم کے واقعات کے جس کو اس نے طوبیقیہ میں بیان کیا ہے۔ بقایا کے لیئے اس کے بیان میں اشارے ملتے ہیں جس میں اس نے اس استدلال کی منطق بیان کی ہے۔ جس استدلال سے علوم میں قضایائے کلیہ کا ثبوت دیا جاتا ہے جو اصول علوم میں مسلم ہیں یہ اشارات اس کے متاخرین کی منطق استقرائی سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس میں بہت کچھ اصول اولیہ کے خصوصیات کے تصور کے متعلق اب مندرس ہوگیا ہے۔ علوم میں فی زمانہ وہ امور تحقیق کیئے جاتے ہیں جن کو قوانین فطرت کہتے ہیں۔ اور یہ عموماً جوابات اس سوال کے ہوتے ہیں کہ کن شرائط سے اس قسم کا تغیر حادث ہوا کرتا ہے۔؟ نہ کہ یہ سوال کہ اس موضوع کی حد (تعریف) کیا ہے؟ یا اس کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اوصاف ذاتیہ کیا ہیں؟ اب اُن مسائل کے متعلق زیادہ تر بحث ہوتی ہے جن کا جواب دینا ہے بہ نسبت منطقی ہیئت استدلال کے جن سے ہمکو وہ جواب ثابت کرنا چاہیئے۔ ارسطاطالیس کے خیالات (جیسا کہ طوبقیہ میں مذکور ہیں) اب مندرس ہو گئے ہیں یعنے پرانے خیالات سمجھے جاتے ہیں[1] نظاری طریق استدلال ماہیت حسب رائے ارسطاطالیس مختصراً یہ ہے اور وہ طریق حجت جو اس میں اختیار کیا گیا ہے۔ خطابت اور علم کا تقابل ہے ہر علم کا ایک خاص موضوع ہوتا ہے۔ علم ہندسہ فضا کی ماہیت اور خواص سے جیالوجی (علم طبقات الارض) شرائط سے اُس مواد کے جس سے زمین کا بالائی طبقہ بنا ہوا ہے اُس کی کیفیت اور تقسیم سے فزیالوجیہ (علم خواص الاعضا) افعال اعضا اور ذی حیات ریشوں سے بحث کرتا ہے۔ ہر علم اپنے صیغے کے متعلق واقعات کی توضیح میں خاص اصول کی جانب رجوع لاتا ہے۔ ماہیت نوعیہ سے اپنے موضوع کے کسی اور موضوع سے اُس کو غرض نہیں ہوتی۔ وہ قوانین جن سے اُس مخصوص قسم کے واقعات کا تعلق ہوتا ہے نہ کسی اور قسم سے۔ ہندسی علوم متعارفہ خطوط متوازی خط مستقیم کے مفہوم کو دائرہ یا مخروط کی تعریف کو استعمال کرتا ہے کھرمائٹی یا اگرنیائٹ (بھربھرا پتھر) کی ماہیت سے اُس کو کوئی غرض نہیں ہے۔ عالم طبقات الارض ایسے اصول استعمال کرے گا کہ طبقاتی احجار رسوبی ہیں یا یہ کہ پہاڑ مٹی کے بہ جانے سے چھوٹے ہو جاتے ہیں لیکن مخروط کی حد سے وہ کوئی نتیجہ نہیں نکالے گا۔ عالم عضویات اپنی باری میں اپنے

---

[1] میں سمجھتا ہوں کہ یہ تقابل اصلاً صحیح ہے۔ اگرچہ جو سوالات ارسطاطالیس نے کیے ہیں اُن میں سے اکثر کے تحت میں اکثر مسائل آسکتے ہیں لیکن اُس کی مثالوں کو دیکھ کے یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اُس کے مسائل متاخرین کے طرز تحقیق سے اکثر مختلف ہیں اور یہ بالکل ایک طبیعی امر ہے ۱۲ مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مسائل کی توضیح چاہتا ہے اور اپنے ہی اصول سے اُن کی توضیح کرتا ہے کہ ہر ریشہ کیسوں (تھیلیوں) سے بنا ہوا ہوتا ہے جو تقسیم سے بڑھتے ہیں یہ ایک عضوی مسئلہ ہے جس کا ذکر طبقات الارض میں ہم نہیں سنتے درحالیکہ قوانین عریہ[1] (برہنگی جبال) کو نشو و نموے اجسام ذی حیات[2] کی توضیح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مناظرہ کا کوئی خاص موضوع بحث نہیں ہے تمام علوم اپنے اصول جدلی تحقیقات کے لیئے پیش کرتے ہیں۔ مناظر یہ سوال کرسکتا ہے کہ آیا ہندسی کا یہ کہنا صحیح ہے کہ مثلث کے زوایائے خارجہ کا مجموعہ چار قائموں کے برابر ہوتا ہے آیا طبقات الارض کے عالم نے سچ کہا ہے کہ تمام طبق دار پتھر رسوبی ہوتے ہیں آیا عالم عضویات اسپنسر کی تعریف حیات کی وہ ایک علی الاتصال توافق داخلی نسبتوں کا ساتھ خارجی نسبتوں کے ہے باحسن وجوہ تسلیم کرسکتا ہے۔ اور اس قسم کے مسائل کے مباحثے کے لیئے مناظر اصول عامہ سے رجوع کرے گا نہ کہ وہ خاص اصول جو کہ مبحوث عنہ مسئلے کے متعلقہ علم سے خصوصیت[3] رکھتے ہوں وہ اصول

---

[1] عریہ جبال = پہاڑوں کی مٹی کا بہہ جانا ۱۲

[2] ایک علم میں دوسرے علم کے نتائج اکثر استعمال کیئے جاتے ہیں۔ اور اکثر علوم علم کیمیا اور طبعیات میں اپنے مسائل کو تحویل کیا کرتے ہیں۔ تاہم کیمیا اور طبعیات فزیالوجی (علم خواص الاعضا) یوٹیکل اکانومی (اقتصاد مدنی) میں ہر ایک ان میں سے بعض اصول پر موقوف ہیں جو اور علوم میں مستعمل نہیں ہیں اگرچہ جن کے نام آخر میں لئے گئے ہیں وہ اول کے ذکر کردہ علوم سے اکثر اصول اخذ کرتے ہیں۔ ارسطاطالیس نے اس امر کو ملاحظہ کیا کہ ایک علم کے مسائل دوسروں کے موقوف علیہ ہوتے ہیں اگرچہ اُس کے عہد میں علوم کی تکمیل اس حد تک نہ پہنچی تھی کہ اس کا ثبوت دیا جائے جیسا کہ اب ہوسکتا ہے اور اُس نے جو کچھ اس باب میں کہا ہے وہ اکثر قابل ایزاد ہے ۱۲ مص

[3] اس مقام میں ارسطاطالیس نے عام اصول سے قانون تناقض کو مثالاً بیان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جس کا استعمال عام ہے مثلاً وہ جو جنس میں مشترک ہے نوع کا خاصہ[1] نہیں ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے چونکہ تمام مسطح شکلوں کے زوایائے خارجہ چار قائموں کے برابر ہوتے ہیں اس لیئے یہ صفت خاص مثلث کی نہیں ہے یا بالفاظ دیگر کسی شکل کے مسطح ہونے کے اعتبار سے نہ اس اعتبار سے کہ وہ تین ضلعے کی شکل ہے یا (خاصہ جنس پر مجمول ہو سکتا ہے۔ مہندس کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ تمام اشکال مسطحہ کے زوایائے خارجہ چار قائموں کے برابر ہوتے ہیں۔ مناظر کا یہ کام ہے کہ یہ ثابت کرے کہ پس یہ خاصہ مثلث کا مثلث ہونیکے اعتبار سے نہیں ہے یا مناظر اسپنسر کے تعریف حیات کے بارے میں یہ سوال کر سکتا ہے کہ آیا فرق داخلی اور خارجی کا جس پر اس تعریف کی بنا ہے واضح ہے۔ کیونکہ مناظر جانتا ہے کہ تعریفیں جو الفاظ اختیار کیئے گئے ہیں اُن کے معنی واضح ہونا چاہیئے ہیں۔ اگرچہ وہ فزیالوجی نہ جانتا ہو۔ اور اگر اسپنسر یا اُس کے اتباع یہ تصانیف

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کیا ہے کہ ایک ہی قضیہ ایک ہی وقت صادق اور کاذب نہیں ہو سکتا۔ اور ریاضی کے علوم متعارفہ سے برابر چیزوں کی باقیاں بھی برابر ہوتی ہیں یہ دوسری اصل عام نہیں ہے بلکہ اس کو علم مقدار سے خاص تعلق ہے اور ارسطاطالیس کو یہ بھی ملاحظہ کرنا چاہیئے تھا کہ اس اصل کے معنی علم ہندسہ اور حساب میں مختلف ہیں۔ کتاب طوبیقیہ میں جن اصول کو ارسطاطالیس نے بیان کیا ہے وہ کسی طرح اصول عامہ نہیں ہیں۔ مثلاً وہ اصول جو اس مسئلے کے دریافت کے لیئے کام میں لایا جائے کہ کون سی خیر کو اختیار کرے وہ جن میں استواری ہو یا وہ جو محفوظ ہو یا جو خیر کثیر یا خیر قریب۔ اکثر اصول ارسطاطالیس کے ایسے ہی ہیں بلکہ خود معلم اول نے بھی اُن کو اصول عامہ کے طور پر نہیں بیان کیا ہے۔ اصول عامہ اور اصول خاصہ میں جو امتیاز ہے وہ متن میں بیان ہو گیا ہے ۱۲ مصم

[1] خاصیت نوعی خاصیت جنسی سے متغائر ہے ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



نہ بتا سکے کہ اس تعریف کا کیا مقصد ہے تو مناظر کہدے گا کہ تعریف میں نقص ہے۔ اور اگر اتباع اسپنسر یہ جواب دیں کہ داخل سے مراد ہے نظام عضوی کے اندر اور خارج سے باہر تو مناظر یہ سوال کرے گا کہ آیا تمام نظامات مادیہ خارجی تغیرات سے متاثر ہو کر داخلی تغیرات واقع ہوتے ہیں اجسام ذی حیات ہیں کیونکہ مناظر کو معلوم ہے کہ تعریف کے لیئے ضرور ہے کہ سوائے اُس نوع کے جس کی تعریف کی گئی اور کسی پر صادق نہ آئے اور اگر یہ بیان سوائے معرف کے اور پر صادق آتا ہے تو یہ تعریف نہیں ہے۔ یا مناظر یہ سوال کر سکتا ہے کہ آیا اکثر طرق اعمال جو اجسام ذی حیات سے مخصوص ہیں بظاہر اندر کی جانب سے شروع نہیں ہوتے اور اگر جواب ایجاب میں دیا جائے تو پھر وہ تعریف میں نقض کرے گا۔ کیونکہ اگرچہ یہ اس کا کام نہیں ہے کہ آیا مخصوص طریق عمل اجسام ذی حیات کے اندرونی جانب سے آغاز ہوتے ہیں یا نہیں (اسی لیئے اُس کو عالم عضویات سے دریافت کرنا ہوگا کہ کیا معاملہ ہے) یہ اُس کا کام ہے کہ دیکھے کہ تعریف میں ہر شے جو معرف کی ذات میں ہے داخل ہونا چاہیئے کیونکہ اگر ایسے اعمال موجود ہوں جن کا مذکور ہوا تو وہ تعریف حیات کی جن سے وہ امور خارج ہو جاتے ہیں ضرور غلط تعریف ہے۔ یا آخر مناظر عالم طبقات الارض سے دریافت کرے گا کہ آیا بعض آتشی پتھر (کی چٹانیں) طبق دار نہیں ہیں کیونکہ بحیثیت ایک مناظر کے اس کا جواب دینا نہیں جانتا مگر یہ جانتا ہے کہ آتشی پتھر رسوبی نہیں ہیں پس موجود ہونا آتشی پتھروں کا جو کہ طبق دار ہیں علم طبقات کے قضیئے کو باطل کر دیتا ہے۔ لیکن اگر عالم طبقات سلبی جواب دے سکتا تو وہ اس جانچ میں کامیاب ہو سکتا ہے

یہ تمام اصول عام جن کی طرف مناظر رجوع کرتا ہے مطالب کہلاتے ہیں۔ یہ ایک مطالب ہے کہ جو تعلق رکھتا ہے جنس سے وہ نوعی خاصہ ہیں ہے۔ یا وہ جو کسی خاص صورت میں نوع کے ساتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



موجود نہیں ہے لہذا وہ نوعی خاصہ نہیں ہے۔ یا یہ کہ حدود (الفاظ) کسی تعریف کے ٹھیک ہوں یا یہ کہ معرف اور معرف متساوی ہوں۔ یہ تمام اصول ہر علم میں درست آتے ہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی نوع ہو یا کوئی خاصہ یا کوئی تعریف ہو۔ جس شخص کے ذہن میں ایسے اصول کا ذخیرہ ہو وہ ہر تعریف یا نسبت حکمیہ کی تردید یا تائید کرنے کے قابل ہے۔ یہ مطالب یا مقاصد عام ہیں یا یہ مطمح نظر جیں سے تم ہر علم کے مسائل پر غور و نظر کر سکتے ہو۔ ٹھیک اسی طرح جیسے کوئی شخص جو مقدمتین سے آگاہ ہو مگر قیاس کے سقم کو معلوم کر سکتا ہے۔ اسی طرح مناظر بغیر اس کے کہ وہ کسی موضوع سے حکمی طور سے آگاہ ہو یہ جان سکتا ہے کہ کس قسم کا سوال کرنا چاہیئے اگر کوئی عالم کسی علم کا کوئی دعوے بیان کرے تو اس جانچ کے لئے کہ اس دعوے کا اس کو حق ہے یا نہیں ہے۔

ارسطاطالیس کی کتاب المطالب (طوپیقیہ) مسئلہ کلیات کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔ اس کے نزدیک ہر قضیے میں کسی عرض یا خاصہ یا فصل یا جنس یا حد (مجموع جنس و فصل) کا ایجاب یا سلب ہوتا ہے۔ اور وہ یہ دریافت کرتا ہے کہ کن امور پر تمکو نظر کرنا چاہیئے کہ اس محمول خاص کو اس موضوع خاص سے کیا نسبت ان نسبتوں سے ہے؟ یہ امور مطالب ہیں۔ اس نے مطالب کی ایک تعجب انگیز تفصیل بیان کی ہے۔ وہ مختلف درجوں کی اہمیت اور قیمت رکھتے ہیں۔ بعض زبان کے متعلق ہیں۔ وہ کہتا ہے دیکھو مثلاً حدود مشتقہ میں اگر شریف ایک خاصہ ہے عادل کا تو عدالت شرافت ہے۔ شاید کوئی شخص عموماً یہ ایجاب کرے کہ عدالت شریف ہے پھر شاید وہ یہ تسلیم کرے کہ بعض صورتوں میں کوئی فعل عادلانہ ہو مگر شریفانہ نہو۔ اور مطالب اس اصول پر مبنی ہیں کہ متضاد چیزیں متضاد خاصے رکھتی ہیں پس تم نہیں کہہ سکتے کہ عادلانہ مساوی ہے جب تک تم یہ نہ کہہ سکو کہ غیر عادلانہ (ظلم) غیر مساوی ہے۔ بعض کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ آیا کوئی بیان مقررہ قواعد کے موافق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



فصیح ہے لیکن اور مطالب نہایت اہم اصول ہیں مثلاً وہ جس کو ہم اختلاف الوصف بالوصف کہتے ہیں اگر کسی موضوع کے گھٹنے یا بڑھنے کے ساتھ کوئی چیز گھٹتی بڑھتی نہیں تو یہ چیز اُس موضوع کا خاصہ نہیں ہو سکتی اور بالعکس اگر تم دو چیزیں ایسی پاؤ جو ایک ہی ساتھ گھٹتی بڑھتی ہوں تو تم اُن دونوں میں اُس تعلق کا حکم کر سکتے ہو۔ اس قسم کے امور پر غور کرنے سے تم مختلف تصورات کے باہمی تعلق پر حکم کر سکتے ہو۔ اور تصورات میں نسبتوں کے معلوم ہونے سے وہ اصول دستیاب ہوتے ہیں جو خاص خاص علموں میں بکار آمد ہیں؛

یہ مسلم ہے کہ اس رسالے (المطالب) ہے طبیعیہ میں اکثر چیزیں خفیف مقدار کی ہیں وہ امور یا اصول جن سے قطعیت پیدا ہوتی ہے ایسی چیزوں کے ساتھ جنسے مظنہ ہو سکتا ہے یکساں ڈال دی گئی ہیں اور مسائل علوم سے کسی موضوع کی تعریف یا خواص یا اعراض کے متعین ہو جانے سے تجاوز کر سکے اور صورتیں اختیار کرتے ہیں اگرچہ علوم میں یہ مسائل بھی ہوتے ہیں اور اکثر مسائل جن کو ہم اس صورت میں نہیں لانا چاہتے وہ بھی ان کے حدود سے بیان ہو سکتے ہیں یہ بھی مسلم ہے کہ ارسطاطالیس کے ذہن میں مباحثہ مرتکز ہو گیا تھا جو سوالات کیے جائیں اُس کے جواب مجیب کو دینے چاہئیں۔ لیکن علوم کی تعمیر[1] کے لیے جو اب اراضی (کشت وغیرہ) اور تجربے کے مکان سے آنا چاہیے ہیں (نہ کہ مجیب سے) ارسطاطالیس کسی مسئلہ علمی کی تحقیق کے لیے ایک انسان سے دوسرے کے جوابوں کی جانچ کرانا چاہتا ہے جو اُس مسئلے کو مانتا ہو۔ عالم تجربی خود اپنے یا اپنے شریک عمل کے سوالات کے جواب فطرت سے دریافت کرتا ہے۔ یہ سہل ہے کہ ارسطاطالیس کو اس طریق عمل کے متعلق الزام لگایا جائے۔ مگر یہ مسلم ہے کہ مجیب جو

---

[1] ہم عموماً تدوین علوم کہتے ہیں ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



دیکھتا ہے اُسی کی تصدیق کرتا ہے۔ اور ارسطاطالیس واقعات کی فراہمی اور اُن کے دفاتر میں محفوظ رکھنے کی اہمیت سے غافل نہ تھا مگر طوبیقیا ایک رسالہ ہے فن جدل پر جدل کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ خصم کو ساکت کیا جائے نہ کہ حقیقت کا علم حاصل کرنا۔ اور اگرچہ ہمکو بتایا گیا ہے کہ مناظرے کا منشا کسی مباحثے کی تقریب کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ اصول علمیہ کی جانچ کی جائے لیکن اس تصنیف کی غرض اصلی مباحثے کی تقریب ہے تاہم جدل اور نظر علمی میں جو تفریق کی گئی ہے اور طریق نظر کی عام اہمیت کا بیان جس کی طرف کسی مسئلہ علمی کی حمایت کے لیے رجوع کیا جائے رسالہ طوبیقیہ منطقی حیثیت سے بہت قدر و منزلت رکھتا ہے ؛

لیکن ارسطاطالیس نے استقراء کے باب میں کیا کہا ہے؟ اُس نے ایک صوری طریق استدلال کو اس نام سے نامزد کیا ہے جس کے ذریعے سے ہم ایک قضیۂ کلیہ کو بطور نتیجے کے پیدا کرتے ہیں کہ جو کچھ جمیع افراد پر کسی کلی کے یا جو اجزاء کل منطقی پر صادق ہے وہ وہ کلی یا کل پر بھی صادق ہے اس سبب سے کہ افراد یا اجزا پر صادق ہے اور کل افراد کا حصہ از روئے شمار ہو گیا ہے۔ اس کو قیاس مقسم (استقراء بہ شمار جمیع جزئیات) کامل استقراء کہتے ہیں اور ارسطاطالیس نے اس کو قیاس کی صورت میں لاکے ثابت کیا ہے ؛

(۲) اُس نے بتایا ہے کہ ہمارا علم اصول علمیہ کا تاریخی طور پر واقعات جزئیہ کے تجربے سے حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ اُس کا یقین ہونا بالآخر بصیرت عقلی پر موقوف ہے۔ اور اُس نے اس طریقے کا نام بھی استقراء رکھا ہے جس طریقے سے جزئیات کے ملاحظے سے کلیے کا اشارہ ملتا ہے جس کی وہ جزئیہ مثالیں ہیں۔ لیکن یہ صوری منطقی طریق نہیں ہے جس میں مقدمتین سے نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ اور نہ یہ اس معنی سے استقراء ہے جو کہ انجام میں ان اصول کے تسلیم کرنیکا موجب ہوتا ہے بلکہ اس کا باعث ہماری عقل ہے جس کو ناقد عمل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

95/20(2)
باب چہارم



668

(یونانی میں) کہتے ہیں۔

(۳) وہ ثابت کرتا ہے (کہ [illegible])

ایسے اصول جو کسی علم سے پیدا ہوتے ہیں ان کے اسباب کو بول یا رد کرنا ممکن ہے۔ اس طریق عمل کو اگرچہ وہ منطق صوری کی قسم سے ہے وہ استقراء نہیں کہتا بلکہ مناظرہ کہتا ہے تاہم جو کچھ اس نے اس باب میں کہا ہے وہ علمی طریق عمل کے مطمح نظر سے نہایت اہمیت رکھتا ہے اور یہ طریقہ قریب قریب متاخرین کے استقراء کے مفہوم تک پہنچ گیا ہے۔

اس طرح اُس نے تسلیم کر لیا ہے کہ اصول عامہ کا علم ہمکو جزئی واقعات کے تجربے سے حاصل ہوتا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ہمکو استقراء کے ذریعے سے یہ اصول حاصل ہوتے ہیں لیکن وہ صوری منطقی طریق عمل جس کو اُس نے اس کو استقراء سے موسوم کر کے بیان کیا ہے وہ استقراء کامل کا بیان ہے جو ہرگز ایسا طریق عمل ہے نہ ہو سکتا ہے جس سے علوم میں قضایائے کلیہ متعین ہوتے ہیں درانحالیکہ قسمیں طریق عمل کی جو علوم میں مستعمل ہیں جہاں تک کہ انکا رجوع صرف تجربے کی شہادت کی طرف ہے اُس کا ارسطاطالیس نے دوسرا نام رکھا ہے۔ کوئی تعجب نہیں ہے کہ اس اختلاف سے کسی قدر غلط بحث پیدا ہوا ہو

وہ نقاد بیکن جن میں سرفہرست ہے اُنھوں نے بھی ارسطاطالیس کی طرح تسلیم کیا ہے کہ عام حقیقتیں استقراء کے ذریعے سے معلوم ہوتی ہیں ارسطاطالیس پر ایراد کیا ہے اس قول پر کہ اصول عامہ ہمکو صرف جمیع جزئیات کے تصفح سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ یہ قول ارسطاطالیس کا نہیں ہے۔ یہ دیکھ کے کہ استقراء کے نام سے اور کسی منطقی سالم طریق عمل کو اس نے موسوم نہیں کیا یہ سمجھ لیا کہ اُس نے ان حقائق کے دریافت کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں بیان کیا۔ بیکن نے خود ان حقیقتوں کی تدوین اور تحقیق اور ثبوت کی کوشش کی جو بلاشک قابل قدر ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ اس تدوین میں وہ ارسطاطالیس کا بہت ممنون ہے۔ لیکن

पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



چونکہ ارسطاطالیسی مثالیات جن پر یہ طریق عمل مبنی ہے کتاب ارغنوں میں استقرائیہ (استقراء) کے ساتھ نہیں واقع ہے بیکن کو نہ معلوم ہوا کہ ارسطاطالیس سے اُس نے کس قدر عاریتہً اخذ کیا ہے۔ اُس کی (بیکن کی) تحلیل ایک ناقابل عمل نظریئے کے ساتھ مذکور ہوئی ہے جو مشکل مسائل علمیہ کے طرز کی ہے۔ مختصراً اُس نے یہ بیان کیا ہے کہ اجسام کے صفات محسوسہ کی ایک فہرست بنائی جائے اس کے بعد اس کے دریافت کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے اور جسم کی ترکیب اجزا کی ساخت پر کون سی صفت موقوف ہے اجسام کی ترکیبی ساخت سے کسی خاص صفت کی بہ ترجیح دوسرے صفات کے کوئی توقع نہیں پیدا ہوتی۔ تجربے سے الگ جا کے تم یہ نہیں بتا سکتے کہ اجزائے جسم کی خاص حرکت سے عالم حیات میں حرارت محسوس ہوگی یا اُس کے سطح بالائی کے اجزا کے امتزاج خاص سے سفید (رنگ) دکھائی دے گا اور دوسرے امتزاج سے سیاہ۔ فرض کرو کہ صفات جسم کی علامتیں نستعلیقی حروف ابجد مقرر کریں اور ترکیبی ساخت کے اصول جو ان میں موجود ہیں اُن کو نسخ کے حرفوں سے تعبیر کریں۔ یہ تم کس طرح ثابت کرو گے کہ صفت ا کو ایا ب یا ز سے تعلق ہے؟ بیکن کا جواب حسب ذیل ہے اُس نے ترکیبی ساخت کے اصول کو صورتیں کہا ہے ایک مفروضہ خاصہ ا کی کوئی صورت ہو اُس کو ا سے یہ تعلق ہونا چاہیئے کہ جہاں کہیں ا موجود ہو ا بھی موجود ہو اور جہاں موجود نہ ہو وہاں موجود نہ ہو اور کسی جسم مفروضہ میں اُن کا بڑھنا گھٹنا ا کے بڑھنے گھٹنے کے ساتھ ہو۔ پس مسئلے کی صورت یہ ہوئی؟

اس مسئلے کو کس طرح حل کریں؟ مثالوں کے کسی شمار محض سے جن میں خاصہ محسوسہ ا اور صورت ا ایک ساتھ موجود ہوں اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ اُن میں یہ تعلق ہے اور یہ کہ ا صورت ہے ا کی کیونکہ شمار محدود ہونا چاہیئے اور نتیجہ کلیہ ممکن ہے کہ تمکو سو جسم ایسے مل جائیں جن میں ا اور ا دونوں ظاہر ہوں لیکن ایک ایسے جسم کا موجود ہونا ممکن بھی ہے کہ دوسرے کے موجود ہونے سے منفصل ہو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اور کوئی ایسا جسم مل جائے جس میں ایک تو موجود ہو اور دوسرا نہ ہو۔ پس ضرور ہے کہ ہم تخریج کے طریق پر چلیں جہاں کہیں سو مثالوں سے اتصال کلی ثابت نہیں ہو سکتا وہاں ایک ہی مثال سے بطلان ہو جائے گا۔ یہ اُس کے اسلوب کا اساس ہے ایک استرائی مثال عدم ثبوت کے لیئے کافی ہے۔ اگر ہم ترکیبی ساخت کی ایک فہرست کامل حصر کے ساتھ مختلف اصول سے بنا سکتے جو کہ اجسام میں مختلف اجتماعات کے ساتھ موجود ہیں تو اب ہمکو صرف یہ کرنا ہوتا کہ ایسی مثالیں پیدا کریں جن میں سے ایک میں خاصہ ا موجود ہو اور وہ صورتیں نہوں یا موجود نہو اور یہ ہوں یا بڑھنا گھٹنا مطابق خاصے کے درجے کے بڑھتے گھٹتے کے نہو یا اس کے بالعکس۔ اب ہم پورے اعتماد کے ساتھ اُس صورت کو خارج کر دیں گے۔ اور جب ہم اس طرح ہر صورت کو خارج کر دیں۔ جو صورت اب خارج ہونے سے رہ جائے اُس کو صورت (یا علت وجود) خاصہ محسوسہ مفروضہ کی کہہ سکتے ہیں۔ جس کی علامت ہے۔ ہمارا اذعان اثباتی شہادت پر ان تمام مثالوں کے جن میں ا موجود ہے موقوف نہیں ہے بلکہ اس واقعے پر کہ ہم نے تمام متقابل نظریات کو باطل کر دیا ہے

یہ ملاحظہ ہو گا کہ اصل اس میں یہ ہے کہ ہم تمام ممکنہ صورتوں کو جانتے ہیں جن میں کوئی خاص صفت محسوسہ کو تلاش کرنا ہے: اور بیکن نے گو کہ اس کے عمل میں لانے کا اقرار کیا تھا مگر نہ اُس نے ثابت کیا اور نہ ثابت کر سکتا تھا کہ ہم اس کو کس طرح معلوم کریں۔ اس اسلوب عمل کی بنا اس پر تھی کہ فوری کام علوم کا یہ ہے کہ ایک کامل فہرست تمام صفات محسوسہ کی جو فطرت میں پائے جاتے ہیں بنائی جائے اور پھر اُس چیز کی تلاش کی جائے جس کو ہم طبیعی اساس کہتے ہیں یہ خیال ہی غلط تھا۔ لیکن بنیادی اصول اُس اسلوب کا جس سے بیکن نے فطرت کی تحقیق کا ارادہ کیا وہ اسلوب جس کا نام اُس نے تخریج (تردید) رکھا صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہم کسی قضیئے کی کلیت کو بضرورت (مثل قضایائے ریاضی)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کے نہیں ثابت کر سکتے بلکہ ہمارا اعتماد محض تجربے پر ہے کہ جو واقعات تجربے سے ثابت ہوں اُنھیں پر حکم کیا جائے اس صورت میں کوئی طریقہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ متقابل شقیں خارج کر دی جائیں ؛

بیکن نے اسی طریقے کو استقرائی[1] کہا ہے یہ بیان کر دینا لازم ہے کہ منطقی صورت کے اعتبار سے یہ حجت طریقۂ انفصال سے ہے متبادل شقیں مفروضات ہیں (بیکن کے نزدیک متبادل مفروضات خاصہ محسوسہ کے طبیعی ساس کے) وہ یہ ہیں ان میں سے یہ اور یہ جھوٹی ہیں: لہذا ایک جو باقی ہے وہ صحیح ہے - یہ ہمکو کیونکر معلوم ہو کہ متبادل مفروضات کیا ہیں اس کو بیکن نے نہیں بیان کیا تجربے کے واقعات کی طرف رجوع کر کے ہمکو یہ ثابت کرنا ہے کہ باقی مفروضات غلط ہیں یہ ان واقعات کو چاہیے کہ انسان ایک نظام کے ساتھ فراہم کر کے مدون کریں اور اُن کو استعمال کرنے کے لیئے وہ اس اصل عام پر استناد کرتا ہے کہ صورت مطلوبہ وہ صورت نہیں ہو سکتی جو اُس خاصے کی عدم موجودگی میں جس کی وہ صورت فرض کی گئی ہے پائی جائے یا اُس کے موجود ہوتے ہوئے نہ پائی جائے یا جب خاصے میں تغیر ہو تو یہ قائم رہے یا جب خاصہ قائم ہو تو اس میں تغیر ہو جب اُس کو ایسے مقدمات مل گئے تو پھر موافق اصول عامہ استدلال انفصالیہ کے مفروضہ نتیجہ نکال لے گا ؛

---

[1] استقرا کے قدیم طریقے۔ دوران پایا جانا ایک چیز کا دوسرے کے ساتھ بطریق طرد و عکس یعنے جب ا پایا جائے تو ا بھی پایا جائے اور جب ا نہ پایا جائے تو ا بھی نہ پایا جائے دوسری تردید اور وہ باطل کرنا ہے بعض صفات کا تاکہ متعین ہوں باقی صفات جو صلاحیت علیت کی رکھتے ہوں مثلاً علت حرمت شراب میں یا شیرۂ انگور ہے لیکن وہ نہیں ہے اسلیئے کہ شیرۂ انگور پایا جاتا ہے اور حرمت نہیں پائی جاتی یا رنگ ہے لیکن یہ رنگ شربت انار میں ہے اور حرام نہیں ہے یا تلخی ہے لیکن وہ کینین میں ہے اور حرام نہیں ہے پس باقی رہا سکر کہ وہی علت حرمت کی ہے ۱۲-

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بیکن نے یہ کتاب اُس زمانے میں لکھی ہے جبکہ علوم متاخرین کی صبح صادق تھی اُس کو یقین تھا کہ اُس کا طریقہ کامیاب ہوگا۔ اُس کی پیشین گوئیاں پوری ہوئیں (اگرچہ اُن خطوط پر نہیں ہوئیں جو کہ اُس نے تحریر کیئے تھے) اس حد تک کہ تحقیق کا ایک ہی راستہ ہے استقرائی جانچ۔ اور جب لوگوں نے استقرائی علوم کی روز افزوں ترقی دیکھی تو یہ سمجھنے لگے کہ استقراء کوئی جدید طریقہ استدلال کا ہے جس کو ہمارے سلف نے جہالت یا تعصب سے چھوڑ دیا تھا کیونکہ قیاس ارسطاطالیس کے نام کے ساتھ بطور لازم ملزوم کے تھا مگر اب وہ ایک فضول سی شے مانی گئی ہے۔ استقراء کی تعریف کرنا روشن خیالی کی علامت تھی۔ لیکن اس کی ستائش اس کے فہم پر سبقت لے گئی۔

جن لوگوں نے علوم تجربیہ کی ترقی میں بہت کچھ کام کیا اُن کو اس کی حاجت یا اس طرف طبیعت کا میلان نہ تھا کہ وہ ذرا توقف کر کے اُس استدلال کی تحلیل کرتے جس پر وہ عمارتیں بنا رہے تھے۔ نہ اس کہنے سے اُن کی تحقیر مقصود ہے کہ غالباً اُن میں سے اکثر ایسا کرنے کی استعداد نہ رکھتے تھے یہ ضرور نہیں ہے کہ جو شخص عظیم علمی ذکاوت رکھتا ہو وہ اُس طریقے کا صحیح بیان دے سکے جس طریقے کو وہ استعمال کر رہا ہے جیسے کوئی بڑا صناع مثلاً فلسفہ فن کے تشریحی بیان کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ اکثر ایسے لوگ خوب کام کر سکتے ہیں جو اس کے بیان کرنے کی قابلیت نہ رکھتے ہوں کہ وہ کس طرح یہ کام کرتے ہیں منطق استقراء کی تحقیق کی تاریخ میں سر جان ہرشل کا نام اس ملک میں خصوصیت کے ساتھ لیا جا سکتا ہے سب چار مصنف ہیں (اگر ہم اُن سے قطع نظر کریں جو ابھی زندہ ہیں) جنھوں نے اس مضمون میں عظیم الشان اضافے کیئے ہیں۔ دیوڈ ہیوم ایک مختصر فصل میں اپنے رسالہ متعلقہ فطرت انسان (کتاب تعقل جزو سوم فصل ۱۵) اس نے قاعدے بنائے ہیں۔ قاعدے جن سے علت اور معلول پر حکم کیا جاتا ہے۔ جس میں مابعد کی تحریر جز و کثیر کا معترف ہے۔ لیکن یہ کتاب جیسا کہ خود ہیوم نے کہا ہے مطبع کے شکم سے مردہ پیدا ہوئی یہ فصل اُس کی بعد کی تصنیف اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جو عام پسند ہوئی "تحقیقات" میں نہیں شامل کی گئی اور اس کا کوئی اثر استقراء کی توضیح پر نہیں پڑا۔ سر جان ہرشل بیان در باب تتبع فلسفہ طبیعیہ اور مختلف کتب ڈاکٹر ہوئیول نے اس مضمون کی طرف دلچسپی کی تحریک پیدا کی خصوصاً جب سے ڈاکٹر موصوف نے ایک تصریحی نظریہ کی تجویز کی۔ جے ایس مل نے جو مدد ان دونوں سے پائی اُس کا اعتراف کیا ہے۔ مل کی کتاب سالہائے دراز تک میدان داری کرتی رہی استقراء استدلال کے بیان کی حیثیت سے۔ سب کتابوں سے زیادہ اس کتاب سے اس رائے کا سراغ ملتا ہے جو بہت شائع ہے کہ استدلال استقرائی یا منطق استقرائی جس میں نظری علم اس کا شامل ہے متاخرین کا ایجاد ہے یہ ایسی رائے ہے جس میں بہ نسبت جھوٹ کے سچائی کم ہے۔ استقراء کا نام کچھ اس سے زیادہ معنی رکھتا ہے جو کہ ایک خاص صورت استدلال کے لیئے موضوع ہے۔ یہ حربی شعار ایک فرقہ فلاسفہ کا ہے جس کو فرقہ تجربیہ کہتے ہیں لیکن اس کا یہ نتیجہ ہے اور اس کی بیشتر کی تاریخ کا کہ یہ اصطلاح منطق سخت خلط و مبحث کا باعث ہوئی۔ اولاً تو یہ اُس استقراء کے لیئے جس میں تصفح جزئیات کامل ہو مقرر ہے۔ جس کے بالذات استقراء ہونے سے مل کو انکار ہے مگر اس قدر متعدد صدیوں سے یہ اس معنی کے لیئے مستعمل ہے کہ مل کی وجاہت بھی اس کو متاثر نہ کر سکی۔ ثانیاً یہ اُس منطقی عمل کے لیئے مقرر ہے جو استقرائی علوم میں مستعمل ہے جس حد تک کہ وہ علوم واقعات جزئیہ سے اس اصل پر استدلال کرتے ہیں جس اصل سے اُن کی توجیہ ہوتی ہے۔ وہ عمل منطقی کیا ہے اس باب میں مل کا نظریہ ہوئیول کے نظریہ سے مختلف ہے اور دوسرے مصنفوں نے مل سے جداگانہ نظریات اختیار کیئے ہیں۔ ثالثاً مل جو یہ تسلیم کرتا ہے کہ بعض اصول عامہ ہیں کہ اُنکے صدق کو علوم تجربیہ میں مسلم مانتے ہیں اس نام سے اُن طریقوں کو نامزد کرتا ہے جس کو وہ ایسا منطقی طریقہ خیال کرتا ہے کہ خود وہ اصول اُس طریقے سے دریافت ہوئے ہیں: ایک ایسا طریق عمل جو اُس کی رائے میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



صرف متعدد واقعات جزئیہ سے پیدا ہوا ہے اور بلا مدد کسی قسم کے اصول عامہ کے اُن واقعات پر ان اصول عامہ کی بنیاد رکھتا ہے جن پر تمام استقرائی احتجاج مبنی ہے۔ مل کے تقادیہ خیال کرتے ہیں یہ خیال اُن کا صحیح ہے کیونکہ محل نزاع کو تصریح کے ساتھ بیان کر دینا ابتدا ہی میں مناسب تر ہے کہ اگر وہ طریق عمل جن سے یہ اصول حاصل ہوئے ہیں اُسی طرح حاصل ہوئے ہیں جیسا کہ مل کا بیان ہے تو اس طریق کو غیر منطقی[۵] کہنا ہی درست ہے ؎

یہ ممکن تھا کہ تاریخی خاکہ جو اوپر مذکور ہوا ہے بالکل نہ لکھا جاتا اور استقراء کا محض معلمانہ بیان بتا دیا جاتا کہ استقراء کیا ہے اور کیا نہیں ہے مگر دو سبب اس طرز عمل کے خلاف تھے اولاً یہ کہ ایک جدید مولف کو ایسا کرنے کا حق نہیں ہے بے شک اُس کے لیئے ضرور ہے کہ استقرائی استدلال کی ماہیت کا ایسا بیان لکھے جس کو وہ حق یقین کرتا ہے نہ ایسا بیان کہ گویا وہ ایک مقبولہ روایت کا تذکرہ کرتا ہے۔ ثانیاً یہ کہ جب تک کتاب کے پڑھنے والے کو تاریخ پر فی الجملہ اطلاع نہیں ہے تو لفظ استقراء کے اختلاف معانی سے کہ جن میں اس کا استعمال ممکن نہیں ہے کہ وہ پریشان (متحیر) ہو۔ یہ ضرورت درست محسوس ہوئی ہے کہ علوم قیاسیہ اور علوم استقرائیہ میں ایک تقابل قائم ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اُن کی تقسیم لحاظ غلبۂ ہیئت اسلوبیہ کے ہو سکتی ہے اسلیئے کہ سوائے ریاضیات کے کوئی علم ایسا نہیں جو حصر و ضبط کے ساتھ قیاسی کہا جا سکے یا استقرائی۔ نہایت بدقسمتی سے مولفین نے اسی قوت پر بنیاد تضاد کی درمیان منطق استقرائی اور منطق قیاسی کے قائم

---

[۵] غیر منطقی یعنی غیر معقول یا نامعقول کہنا اولیٰ ہے۔ مل نے بھی حد کر دی کوئی اصل اولیٰ اُس کے نزدیک ایسی نہیں ہے جو تجربے سے نہ پیدا ہوئی ہو حتیٰ کہ سلب الشے عن نفسہ۔ ترجیح غیر مرجح تناقض یا کل اعظم من الجز حتیٰ کہ علوم متعارفہ جیومطریہ حتیٰ کہ حدود و ہندسیہ خط مستقیم سطح مستوی یہ سب تجربے سے حاصل ہوئے ہیں حالانکہ مل کی اس تجویز میں دور صریح ہے ؎

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



قائم کی ہے۔ بدقسمتی سے کچھ تو اس سبب سے کہ منطق ایک ہے وہ علم جو تعقل سے بحث کرتا ہے اُس میں دونوں برابر برابر شامل ہیں تعقل کا وہ طریق عمل جو علوم قیاسیہ کی تدوین میں داخل ہے اور وہ جو علوم استقرائیہ میں۔ مگر بدقسمتی سے اس لیے بھی کہ اس کی وجہ سے کہ خود ماہیت استدلال استقرائی کے سمجھنے میں بہت غلط فہمی ہوئی منطق استقرائیہ نے درحقیقت جداگانہ صورتیں استدلال کی نہیں پیدا کیں۔ ہم نے ملاحظہ کر لیا ہے کہ بیکن کا استقراء ایک حجت انفصالی ہے صحیح تضاد وہ ہے جو ارسطاطالیس نے ملاحظہ کیا یعنے جدل اور برہان میں جو تقابل ہے یا حسب عبارت متاخرین استقراء اور توضیح میں یا اگر کوئی درمیان استقراء اور قیاس کے تقابل کو قائم رکھنا چاہتا ہے اور اُس استدلال کو قیاسی کہتا ہے جو کہ شرائط سے نتائج کی طرف جاتا ہے اور اُس کو استقرائی کہتا ہے جو واقعات سے اُن شرائط کی طرف جاتے ہیں جن شرائط سے ان واقعات کی توجیہ ہوتی ہے۔ اُس کو معلوم ہوگا کہ

(الف) کہ دونوں طریق عمل سختی کے ساتھ جدا جدا نہیں رکھے جا سکتے جو کوئی واقعات تجربی سے اُن شرائط پر استدلال کرتا ہے جن سے ان واقعات کی توجیہ ہوتی ہے ضرور ہے کہ ساتھ ہی ساتھ اُسی اثنائے وقت میں اپنے ذہن میں ان واقعات پر اُن شرائط سے استدلال کرے کہ

(ب) وہ جو منطق قیاسی کہی گئی ہے جس کے ساتھ منطق استقرائی کا تقابل کیا گیا ہے اُن صور استدلالیہ کی تحلیل کرتی ہے جن کو۔ اگر تقابل مابین استقراء اور قیاس کے اس طرح سمجھا جائے۔ استقرائی گنا ضرور ہے۔ یہ رفتہ رفتہ بخوبی ظاہر ہو جائیگا۔ اب ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اگر یہ صحیح ہے۔ گو کہ ہم درمیان استقراء اور قیاس کے تفاوت کو جائز رکھتے ہیں۔ مناسب تر یہ تھا کہ استقرائی اور قیاسی منطق کے مقابلہ کرنے سے دست بردار ہو جاتے کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



# باب نوزدہم

## مقدمات استدلال استقرائی، قانون تعلیل

کیوں بعض صورتوں میں ایک[1] ہی جزئی مثال کامل استقراء کے لیئے کافی ہوتی ہے۔ درحالیکہ دوسری صورتوں میں لاکھوں متفقہ مثالیں جن میں ایک بھی مستثنیٰ نہ معلوم ہوا ہو نہ مفروض ہو قضیہ کلیہ کے قائم کرنے کی جانب بہت ہی کم حرکت کرتی ہیں؟ جو شخص اس کا جواب دے سکتا ہے وہ فلسفہ منطق کو سب سے بڑھے ہوئے قدیم دانشمند سے زیادہ جانتا ہے اور اُس نے مسئلہ استقراء[2] کو حل کر لیا ہے۔ سب سے بڑھے ہوئے قدیم دانشمند کے مبلغ علم کے بارے میں ہمارا کچھ ہی خیال

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ ایک مثال کسی صورت میں کافی نہیں ہے اگر ہم کو صرف اُسی پر اعتماد کرنا ہوتا اور سابق کے تجربوں سے جو اور نتائج پیدا ہوئے ہیں اُن سے کچھ سروکار نہ ہوتا۔

[2] تیسری شکل جبکہ دونوں مقدمے جزئیہ ہوں اس کلیہ سے مستثنیٰ معلوم ہوتی ہے اور یہ بمشکل کافی جواب ہے اس واقعے کا کہ شکل استقرائی ہے کیونکہ سوال یہ ہے کہ آیا قیاس سے تعمیم ممکن ہے اور اس کا جواب نفی میں دینا بالکل بے قاعدہ ہے اگرچہ یہ بھی کہدیا جاے کہ ایسا اُسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ قیاس کی شان استقرائی ہو کلیہ اس طرح قائم رہ سکتا ہے کہ تیسری شکل کے جملہ نتائج جزئیہ ہوتے ہیں یا ممکنہ۔ ہمارا مقصد تعمیم کا ہو سکتا ہے یعنی ایسا حکم پیدا کرنا جو کلیتہً صادق ہو مگر ان مقدموں سے تو ہم اس مقصد میں ناکام رہے ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کیوں نہو لیکن مل نے جو سوال کیا ہے بلاشک بہت اہم ہے - ہم اپنے تجربے کی تعمیم کس حق سے کرتے ہیں ؟ اور ہمکو یہ حق کب حاصل ہو جاتا ہے یہ ہم کیوں کر بتا سکتے ہیں ؟ ہم ان سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں - اس کے بعد ہم ملاحظہ کریں گے کہ علاوہ تعمیم کے اور کون سے طرق عقلی علوم میں داخل ہوتے ہیں پھر ہم اس تحقیق کے قابل ہوں گے کہ اُس تقابل کی کیا ماہیت ہے جو کہ استقرار اور قیاس میں ہے جس کا ذکر باب گزشتہ کے آخر میں کیا گیا ہے ۔

اس باب میں تخصیص کے ساتھ اس سوال کے متعلق کلام کیا جائیگا کہ کس حق سے ہم کسی تجربے سے تعمیم کر لیتے ہیں - یہ ابتدائی سوال ہے - قیاس سے تعمیم کبھی نہیں ہوتی - الّا یہ کہ مقدمات میں قضایائے کلیہ عطا کیئے جائیں - ہم نتیجے میں قضیۂ کلیہ حاصل نہیں کر سکتے اور باوجود اس کے قیاس کا نتیجہ متقدمین[1] سے کلیت میں بڑھا ہوا نہیں ہوتا ٹھیک اس واقعے کی وجہ سے یہ مشکل پیدا ہوئی کہ آیا ایسے قضایائے کلیہ کیوں کر حاصل ہوں جو قیاس کے لیئے مطلوب ہوتے ہیں اگر تجربے سے صرف جزئی واقعات ملتے ہیں تو ہم اُس سے کلی نتیجہ کس طرح نکال سکتے ہیں ؟ تصفح جزئیات سے صرف انھیں جزئیات کے متعلق نتیجہ نکالنا جائز ہوگا جن کا تصفح عمل میں آیا ہے - درحالیکہ ہر تعمیم میں ہم مشاہدے کیئے ہوئے واقعات سے تجاوز کرنا چاہتے ہیں جن پر تعمیم مبنی ہے اور ایسا نتیجہ نکالنے کا دعویٰ کرتے ہیں جو ہر صورت ممکنہ میں صادق آئے - ہم کس حق سے ایسا کرتے ہیں ؟

جواب یہ ہے کہ ہر استقرار میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ فطرت میں

---

[1] یہ ظاہر ہے کہ قیاس میں نتیجہ اخس مقدمتین کا تابع ہوتا ہے پس جب قیاس میں دونوں مقدمے کلی نہوں اُس کا نتیجہ قضیۂ کلیہ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اگر قیاس کے دونوں مقدمے کلیہ ہوں تو نتیجہ کلیہ ہو - ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مابین امور ارتباطات ہیں اور ہماری تحقیق کا معروض یہ ہے کہ یہ ارتباطات کون سے عناصر میں پائے جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جو امور ہمارے تجربے میں آتے ہیں وہ جزئی ہوتے ہیں مگر جن اصول کی مثال اُن تجربوں سے دیجاتی ہے ہمکو یقین ہے کہ وہ کلی ہیں۔ ہمارے لیئے محل اشکال یہ ہے کہ اُن اصول کو دریافت کریں جن کی مثال تجربوں سے دی گئی ہے۔ اس مشکل میں جزئی واقعات کا استیعاب ہمکو مدد دے گا۔ لیکن اگر ہمکو اس میں شک ہو کہ ایسے اصول موجود ہیں یا نہیں ہیں تو پھر چاہے کتنے ہی جزئی واقعات کا ہم تتبع کریں یہ شک زائل نہیں ہو سکتا ہے

یہ مسلمات متعدد طریقوں سے بیان کیئے جا سکتے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ ان میں سے بعض پر ہم غور کریں اور یہ دریافت کرلیں کہ ٹھیک ٹھیک وہ کیا ہے جس کو ہم نے تسلیم کرلیا ہے۔ اس کے بعد ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ (جیسا کہ ابھی کہا گیا ہے) کہ تجربے کی طرف رجوع کرنے سے مسلمہ کے ثبوت کی کوشش کرنا بے کار ہے اس سے کوئی امید نہیں ہے اور پھر بجائے خود ہم یہ سوال کریں گے کہ اس کو تسلیم کرنے کے ہم کیوں مجاز ہوئے سب سے عام عبارت اس کے لیئے قانون تعلیل کلیہ یا اس سے بھی زیادہ مختصراً قانون تعلیل۔ پھر ہم کہیں گے کہ ہمکو استصحاب فطرت پر یقین ہے۔ لیکن یہی مثالیہ ذاتی اور عرضی واقعات کے تفاوت میں ضمناً موجود ہے۔ یا اس سوال میں کونسے واقعات کسی امر کے وقوع کے لیئے متعلقہ ہیں یا مادی واقعات کسی صورت میں کون سے ہوتے ہیں۔ کیونکہ صرف وہی واقعات مادی یا متعلقہ یا ضروری کہے جا سکتے ہیں جن کے بغیر کوئی امر ممکن نہ تھا کہ واقع ہوتا۔ یا جن کے عدم وقوع سے اس امر میں کچھ فرق ہو جاتا۔ اور جزئی واقعات کے وقوع یا عدم وقوع سے کسی امر میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا جب تک کہ ان واقعات اور اس امر میں کوئی ربط

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہو۔ اگر ہر شے فطرت میں مطلق العنان[۵۱] اور غیر مربوط ہوتی تو یہ کہنا ناممکن ہوتا کہ یہ امر واقع ہوا کسی ایک سبب سے یا دوسرے سبب سے۔ ان سب فقروں سے ضمناً تعلیل یا استصحاب مفہوم ہوتا ہے ۔

**قانون تعلیل اور استصحاب فطرت** ایسے فقرے جن سے غلط فہمی ہو سکتی ہے ایک معنی سے یہ کام استقرار کا ہے کہ وہ قوانین تعلیل کو دریافت کرے۔ صیغہ جمع میں اس اصطلاح سے مختلف جزوی اصول ارتباط مراد ہوتے ہیں اور وہ جزوی اصول جن کی مثالیں (خواہ ہم انکو شناخت کریں خواہ نکریں) ساحت فطرت میں پائی گئی ہیں۔ اس صورت میں اس کے معنی **قوانین فطرت یا فطری قوانین** ہوتے ہیں ایسے قوانین مثلاً مادے میں جذب ہے یا نظام عضوی تولید مثل کرتے ہیں جب مطلقاً صیغہ واحد میں استعمال کریں تو اس سے وہ اصل مراد ہے جس کا یہ مفہوم ہے کہ ایسے اصول جزویہ موجود ہیں اور اس وجہ سے ہم کہتے ہیں **قانون تعلیل کلی** جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز کی ایک علت ہوتی ہے اور یہ کہ کوئی تغیر واقع نہیں ہو سکتا الا ان شرائط کی متابعت میں جن سے اس کے وقوع کو ارتباط کلی ہے۔ اور اس لیئے کہ ہم اس کے وقوع کو ان شرائط سے کلیۃً مربوط سمجھتے ہیں وہ جو کچھ ہوں ہم استصحاب فطرت کے قائل ہیں۔ ہمکو اختلافات سے انکار نہیں ہے مگر ہم قانون کے غیر منفصل[۵۲] تسلط پر حکم کرتے ہیں وہ جسے ہم مجموعی

---

۵۱ یعنی کسی حادثے کے لیئے کسی معین علت کا تعین ناممکن ہوتا ابر کے آنے سے آگ برستی بجلی کے چمکنے سے پھول برستے۔ سردی سے گرمی اور گرمی سے تری غرضکہ ہر شے بے اصول اور بے ربط ہوتی ۱۲ م

۵۲ یعنی علی الاتصال سلطنت قانون کی ہے اس میں کسی جگہ اور کسی وقت کوئی فتور نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے ایسے ہی قانون کو ہم مذہبًا سنۃ اللہ اور فطرۃ اللہ (جل جلالہ) سے تعبیر کرتے ہیں۔ قولہ اللہ لن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اعتبار سے فطرت کہتے ہیں ایک عظیم الشان اجتماع مختلف اقسام کے جوہروں کا ہے جو مختلف اطوار سے امتزاج رکھتے ہیں باہمی فعل و انفعال اُن کا اُن طریقوں سے جو کہ اُن کی مستقل ہیئت اور متغیر اوضاع پر موقوف ہے وہ جس کو ہم شے واحد کہتے ہیں ایسی چیزیں اعلیٰ درجے کی پیچیدگیاں رکھتی ہیں اور اُن کے خواص اور تیر سے اُن کی ترکیب پر موقوف ہیں اور اُن حالات پر جن میں وہ رکھے گئے ہیں - ہم یقین کر سکتے ہیں کہ جب کوئی چیز ٹھیک کسی خاص قسم کی ٹھیک ایسے ہی محل پر رکھی جاوے اُنھیں حالات میں جس میں ایسی ہی چیز پہلے رکھی گئی تو اس دوسری چیز سے بھی وہی افعال صادر ہونگے جن کا صدور پہلے سے ہوا تھا -

**اصل استصحاب فطرت** سے اس کے سوا اور کچھ مراد نہیں ہے تاہم یہ شک ہمکو ہو سکتا ہے کہ آیا اس قسم کی تکرار جس میں لاحق مثل سابق کے ہو کبھی واقع ہو سکتی ہے - ایک آبشار کے حرکات کو غور سے دیکھتے رہو کس طرح ایک چادر آب کے ہزارہا پرزے ہو جاتے ہیں جن میں سے بعض جگہ بدلتے - کچھ ایک ہی جگہ قائم ہیں کچھ ٹھہرے ہوئے ہیں کچھ سرعت کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں کبھی ایک کبھی دوسرا اس طرح کے مجموعے دو مرتبہ ایک ہی صورت سے نمودار نہیں ہوتا پھر بھی کوئی ذرہ (قطرہ) آب ایسا نہیں ہے جس کے حرکت کرنے کا راستہ بسیط قوانین میکانی کی متابعت سے نہیں متعین ہوتا - کوئی شخص یہ نہیں فرض کر سکتا کہ چونکہ وہ قوانین میکانی غیر متغیر ہیں تو آبشار کی صورت بھی دایماً ابداً ایکساں رہیگی - اور جب وسیع پیمانے سے نظر کیجائے تو فطرت کی رفتار اسی ڈھرے پر ہے - فطرت یکساں ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ مماثل شرائط سے مماثل امور واقع ہوتے ہیں - اور جزئیات میں گویا فطرت میں ہمیشہ شرائط کی تکرار دکھائی دیتی ہے جو شرائط پہلے پورے ہو چکے ہیں وہی اب پورے ہو رہے ہیں پس جزئیات کا بار بار وقوع ایک ہی طرح کے امور کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کافی ہے۔ لیکن جلد یا دیر میں اس لیئے کہ واقعات ماحول دائماً یکساں نہیں ہوتے متماثل امور کی رفتار میں کچھ فتور واقع ہوتا ہے! غالباً ابتدا ہی سے مماثلت تام نہ تھی بلاشک اگر دوران حوادث سے یہ ممکن ہوتا کہ گزشتہ حالات اشیا جن کا وقوع ہوا تھا پھر اسی طرح واپس آتے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصل اسباب فطرت کا یہ منشا ہے کہ وہی دوران پھر واقع ہو اور جب اس حالت موجودہ کا خاتمہ ہو جائے تو ہیئت سابقہ پھر نمودار ہو جو ابتدا میں تھی۔ پس تاریخ عالم مثل کسر اعشاریہ بلور کے دائماً ابداً گردش کرتی رہے اور اگر کوئی زمانہ دراز تک مشاہدہ کر سکتا ہو اس کو یکسانی کا وہ عالم نظر آئے جیسے ایک بلیے کا صندوقچہ جس میں چھ تختے بنے ہیں جو ہر مرتبہ کو اک دینے پر اول سے آخر تک انھیں سروں کو دہرا دیتا ہے جو اس کے تراشے میں ہیں اور پھر اول سے شروع کرتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا اور بقول ل فطرت کی یکسانی اس کے غیر محدود اختلافات کے ساتھ ہی ساتھ قائم ہے ؎

لیکن کہا جا سکتا ہے کہ قانون تعلیل ایک شے ہے اور استصحاب فطرت دوسری شے ہے ہر حادثے کا ایک سبب ہونا چاہیئے لیکن اسی علت سے کچھ ضرور نہیں کہ وہی معلول پیدا ہو نہ یہ ضرور ہے کہ ایک معلول کی ہمیشہ وہی علت ہو۔ مثلاً ارادۂ انسانی ایک علت ہے۔ لیکن اس کا عمل انھیں حالات میں ہمیشہ یکساں نہیں ہوتا۔ آج ایک موقعے پر میں نے رذالت کا کام کیا تاہم ممکن ہے کہ کل اسی قسم کے ایک موقعے پر اس سے بہتر کام کروں ؎

آزادی ارادہ انسانی کی خصوصیت کے ساتھ ایک مشکل مسئلہ ہے جس پر بحث کرنے کا یہ محل نہیں ہے۔ بلاشک بعض یہ سمجھتے ہیں (اگر سمجھنے کا لفظ اس موقعے پر مناسب ہے) کہ استصحاب فطرت کا مستثنیٰ اس کو قرار دینا چاہیئے بعض یہ کہیں گے کہ اس معنی سے اس کو علت کہنا ہی نہ چاہیئے۔ اس معنی سے حکم کرنا محض بخت و اتفاق پر حکم کرنا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



یعنی وقوع حوادث کی کوئی علت نہو یہ بالکل علت کا انکار ہے۔ کیونکہ یہ لوگ یہ مانتے ہیں کہ اس حالت میں نہیں ہو سکتی جبکہ علت کا عمل یکساں نہو۔ دوسرے اس اصول کے لیئے صرف اسی ایک صورت میں مستثنیٰ کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اس کو جائز بھی رکھیں پھر بھی ہم یہ کہیں گے۔ استثنا اس حد تک ہے جہاں علت ارادہ انسانی کی ماہیت رکھتی ہے۔ علت کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے اگر اس کا فعل یکساں نہو۔

ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ علت اور یکساں عمل کرنے کے مفہوم میں کیا شامل ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ یہ اسی کے مثل ہے کہ ہم تعلق علیت سے بالکل انکار کریں۔ کیونکہ فرض کرو کہ ہر حادثے کی ایک علت ہوتی ہے مگر اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسی حادثے کی وہی علت کیوں ہو یا وہی معلول مختلف موقعوں پر کیوں پیدا کرے۔ پس فطرت میں ظہور ترتیب کچھ ضروری نہیں ہے۔ چیزیں اس طرح واقع ہونگی گویا کہ تمام تغیرات ناگہانی ہیں۔ حالت موجودہ میں کہ درختوں سے وہی تخم پیدا ہوں گے جو اُن کی نوع کے لیئے مخصوص ہیں ہم کانٹوں سے انگور و ں کے جمع کرنے کی توقع نہیں رکھتے یا جھاڑیوں سے انجیر جہاں ہم جنگلی تنے پر ایک بستانی پھل دیکھتے ہیں ہم قلم (پیوند) کو ڈھونڈھتے ہیں ہمکو یقین ہے کہ ایسے تنے سے مختلف پھل اسی صورت میں پیدا ہو سکتے ہیں جبکہ شرائط میں کوئی ادنی تفریق کی گئی ہو۔ اگر ہر درخت سے ہر تخم پیدا ہو سکتا اور ہر تخم سے ہر درخت ان حالات میں پیوند یا زمین کا دریافت کرنا غیر ممکن ہوتا کیونکہ کسی نوع خاص کے پیدا ہونے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے کیوں اسی درخت سے کبھی یہ تخم نکلتا ہے اور کبھی وہ تخم یا اسی تخم سے کبھی یہ درخت پیدا ہوتا ہے کبھی اور کوئی درخت اس صورت میں ہم کو ٹھیک علت کا انکار کرنا چاہیئے کہ اشیاء کے وقوع کی کوئی علت موجود نہیں ہے۔ ہم کو نہ کہنا چاہیئے کہ ہمیشہ ایک علت ہوتی ہے اگرچہ ضرور نہیں ہے کہ اس علت سے یکساں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



فعل کا وقوع ہو۔ اگر دو درختوں کی ماہیت درحقیقت یکساں ہے اُن سے مختلف تخم پیدا ہو سکتے ہیں تو ہم کیونکر اُن تخموں سے کسی کو بھی اُس درخت کا تخم نہیں کہہ سکتے"؟ فرض کرو کہ ایک تخم کبھی اُسی نوع درخت سے پیدا ہوتا ہے اور کبھی دوسری نوع کے درخت سے اور حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ صرف اس وجہ سے کہ علتوں کا فعل یکساں نہیں ہوا کرتا پس تم نے درحقیقت یہ بھی تسلیم کرلیا کہ ہر چیز سے ہر چیز پیدا ہو سکتی ہے۔ چقماق اور فولاد سے تخم پیدا ہوں گے بجائے شرارہ نکلنے کے۔ تیل سے شعلہ خاموش ہو جائیگا۔ لیکن یہ کہنا کہ ہر چیز سے ہر چیز کا پیدا ہونا ممکن ہے اس سے پیدا ہونے کا لفظ ہی معنی سے خالی ہو جاتا ہے کیونکہ تعلق علیت ایک ضروری تعلق ہے اور اس طرح کا کہ جب ایک موجود ہو دوسرے کا موجود ہونا ضروری ہے یہ اضافہ کرنا کہ اس کا کوئی مضائقہ نہیں دوسرا کچھ ہی ہو اس سے "ضرور[1] ہے" کا زور باطل ہو جاتا ہے۔ اور جو فرق درمیان ذاتی اور عرضی اور مادّی اور غیر مادّی متعلق اور غیر متعلق میں ہے سب فنا ہو جائے گا۔ جب تعلق علت و معلول کلی ہے تو یہ الفاظ بامعنی ہیں۔ یہ صحت کے لئے ذاتاً ضروری ہے جس کے بغیر صحت غیر ممکن ہے اور یہ عرضی ہے (اگرچہ اس عرضی کا کوئی معلول ضرور ہے۔) صحت پر بالذات کوئی اثر نہیں رکھتا ہے۔ لیکن اگر ورزش جو میری صحت کے لیئے آج ضروری ہے ناگہاں اور بغیر کسی تبدیلی کے میری حالت میں کل مجھ میں سکتے کا باعث ہو درحالیکہ ایک مکتوب

---

[1] ضرورت کے کوئی معنی نہیں رہتے اس لیئے کہ تعاقب علت و معلول کا جب فاسد ہو گیا اگر معلول کا کسی علت کے بعد حادث ہونا ممکن ہو گیا تو یہ کہنا کہ بارود میں چنگاری ڈالی جائے گی تو دھماکا ضرور ہوگا یہ لایعنی ہے ہو یا نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ بارود میں چنگاری پڑنے سے ٹھنڈی ہوا پیدا ہو۔ ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جو ارض تحت القدم میں کہیں گم ہوگیا ہے دوسرے دن اس سے میں سکتے سے شفا پا جاؤں تو کسی نتیجے کے لیئے دو منٹ بھی یہ کہنا فلاں شے ذاتی ہے اور فلاں ارضی ہے ناممکن ہوگا۔ اور دریافت کرنا تعلق علیت کا جس سے تعاقب حوادث کا تعین ہوتا ہے، اس حالت میں بیکار ہوگا اس سے آئندہ پر حکم کرنا کسی شخص کے لیئے محال ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ یہ تعلقات اثنائے حال و استقبال میں خود ہی بدل جائیں پھر اس میں اور تعلقات سے قطعاً انکار کرنے میں فرق کرنا دشوار ہے۔ ارتباطات علیت ضروری اور کلی ہیں۔ علیت پر حکم کرنا ارتباطات کی یکسانی پر حکم کرنا ہے۔ اگر یہ اور طرح سے ہو تو اس کا دریافت کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ایک مخصوص آن میں یہ ارتباط دریافت کیا جائے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ ارتباط آئندہ آن میں قائم رہے گا یا نہیں۔ اس سبب سے اگرچہ ہم قانون تعلیل کا یقین رکھتے ہوں تو بھی اس کی کلیت کا حکم نکریں گے نہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ کسی خاص آن میں قانون تعلیل کے برقرار ہونے پر حکم کر سکیں۔ کیونکہ جب ہر چیز سے ہر چیز پیدا ہو سکتی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اسے ایک سے ربط دیں اور دوسرے سے ربط نہ دیں اس لیئے کہ یہ ترجیح بلا مرجح ہے اگرچہ ہم ایک کو بلا فصل دوسرے کے پیشتر ملاحظہ کریں۔ اس مسئلے کو اور مثالوں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے بھی کوئی روشنی نہیں پڑ سکتی کیونکہ حسب الفروض ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں علت مختلف ہو۔ جیسے اگر آفتاب طالع ہو اور گھڑی بجے تو میں یہ نہیں مانتا کہ گھڑی کا بجنا آفتاب کے طلوع کا باعث ہوا کیونکہ گھڑی اکثر بجا کرتی ہے اور تاریکی دور نہیں ہوتی اور یہ خاموش ہوتی ہے اور آفتاب نکل آتا ہے لیکن جب میں اس طرح استدلال کرتا ہوں تو میں مانتا ہوں کہ اگر ایک واقعہ دوسرے کی حقیقی علت اس وقت ہے تو ہمیشہ اس کی علت ہوگا۔ اگر یہ اس وقت علت ہو اور دوسرے وقت نہ ہو تو میں یہ بھی کیونکر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت بھی علت ہے یا نہیں ہے ؟ ہم نے پہلے کہا تھا کہ ارادۂ انسانی کو ایک استثنا قرار دیا بیان ہوا ہے اس قاعدۂ کلیہ کا استثنا کہ "اُس علت[۱] سے ہمیشہ وہی معلول ضرور پیدا ہوتا ہے" ہم ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ ٹھیک اُسی حد کے اندر جس حد میں کہ اس کا مستثنیٰ ہونا جائز قرار دیا گیا ہے افعال انسانی کے متعلق کوئی قیاس نہیں ہو سکتا اور اگر ہر چیز کو مثل انسان کے قوت ارادی بخشی گئی ہوتی اور یہ سب ارادے اُسی معنی سے آزاد ہوتے جیسا کہ ارادۂ انسانی کے باب میں بعضوں نے فرض کیا ہے کہ وہ آزاد ہے تو پھر از روئے منطق کوئی تعمیم جائز ہوتی۔ لیکن جو لوگ ارادۂ انسانی کے لیئے اس آزادی کا دعویٰ کرتے ہیں وہ اس کی کوئی قیمت نہ خیال کرتے جب تک کہ کوئی فعل جس کا وقوع کسی انسان نے اپنے آزاد انتخاب سے مقرر کیا ہے ایسے معلولات نہ پیدا کرتا جو قوانین کلیہ کے تابع ہوں گے

پس قانون تعلیل اور استصحاب فطرت میں فرق کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ارادۂ انسانی کی علیت کے ممکن استثنا کو طرح کر دینے کے بعد وہ علت جو یکساں فعل نہیں کرتی وہ علت ہی نہیں ہے اور اگر ہم استدلال استقرائی کے مقدمات پر نظر کر رہے ہیں (تلاش کر رہے ہیں) تو یہ ظاہر ہے کہ صرف وہی ارتباطات جن کے موجود ہونے پر اس قسم کا استدلال جائز ہے وہ ایسے ہی ہیں جو کلی ارتباطات ہوں لیکن دو تنبیہیں یہاں ضروری ہیں اولاً یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ استصحاب اساسی عنصر ہے ارتباط علیت میں بلکہ ایک ضرورت یا قانون ہے دوسرے یہ کہ ہمکو چاہیئے کہ درمیان ضرورت مشروط اور غیر مشروطہ کے خلط نہ کریں۔

---

[۱] قانون استقلال علت، ہر علت کا جو معلول ہے وہی ہمیشہ اُس کا معلول ہے۔ اگرچہ اس کا عکس درست نہیں۔۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ڈیوڈ ہیوم جسکی تحقیق مفہوم تعلیل اور اُس کے مبدء کے بارے میں تاریخ فلسفہ متاخرین میں ایک جدید دور پیدا کرتی ہے۔ وہ اس جملے کے اور کوئی معنی نہ بیان کرسکا کہ ایک امر دوسرے امر کی علت ہے۔ سوا اس کے کہ ہمارے تجربے میں ایک معاً دوسرے کے بعد واقع ہوتا ہے اور اُن کے نزدیک بس اس تعاقب کے استصحاب کا تصور اور توقع ہمارے ذہن میں ہوتا ہے جب ہم علیت کا حکم کرتے ہیں۔ اسی رائے کی موافقت میں جے۔ ایس۔ مل نے علت کی یہ تعریف کی ہے کہ "وہ ایک مستقل اور غیر مشروط مقدم کسی حادثے کا ہوتا ہے" (اُس نے ہیوم سے اس معاملے میں اختلاف کیا ہے خصوصاً اس طرح کہ مل نے اُنھیں مقدمات سے منطقی نتائج نہیں نکالے)۔ لفظ غیر مشروط اس تعریف میں بظاہر اشارہ کرتا ہے اُن خیالات کی طرف جو کہ تعلق علیت کو تعلق زمانی میں تحلیل کرنے کے لیئے نامناسب ہیں۔ لیکن مل نے غیر مشروط تعاقب کی اس طرح توضیح کی ہے کہ اس سے وہ تعاقب مراد ہے جو صرف عدمی شرائط کے تابع ہو اور عدمی شرائط کسی اثر کے ایک عنوان میں جمع ہو سکتے ہیں یعنی عدم موجودگی اسباب مانع یا مقادم۔ پس وہی حالات کسی حادثے کے علت ہو سکتے ہیں۔ جنکے موجود ہونے کے بعد حادثہ واقع ہو خواہ اور حالات بھی موجود ہوں اور سب کے بعد یہ تعلق غیر متغیر تعاقب کا باقی رہتا ہے۔ پس اس سے انکار نہیں ہے کہ اگر بعض شرائط ا ایک حادثہ لا کی علت ہو تو لا حادث ہوگا جب کبھی شرائط ا پورے ہونگے اور اس معنی سے تعاقب غیر متغیر ہے مگر ہمارا یہ منشا ابتداءً نہیں ہوتا جب ہم کہتے ہیں کہ ا علت ہے لا کی کیونکہ اگر ا علت لا کی ہے تو یہ نسبت اُن کے مابین ہر صورت میں اُن کے وقوع کی برقرار رہتی ہے۔ یہ برقرار ہے اس ا اور اس لا کے درمیان ہے اور یہ صاف ظاہر ہے کہ نسبت درمیان اس ا اور اس لا کے تعاقب استصحابی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



درمیان جمیع جزئیات لا و جمیع جزئیات ا کے نہیں ہے کسی روشنی کی موج ایک استداد خاص کی کسی کیمیائی سطح پر اپنا فعل کرے جو کسی خاص طریق سے بنایا گیا ہے اور اس سے ایک منفی عکس ہالیہ کی کسی چوٹی کا بنجائے اس سے میری یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ تمام منفی عکسوں کے پیدا ہونے کے پہلے ایسے ہی مجموعی شرائط ہر موقعے پر واقع ہوئے کیونکہ ممکن ہے کہ اس چوٹی کا عکس فقط لیا گیا ہو اور کوئی عکس لیا ہی نہ گیا ہو کوئی حادثہ علت نہیں ہو سکتا جب تک کم از کم ایک بار اس کی تکرار نہ ہوئی ہو اگر ارتباط علیت کے لیئے یہ امر ذاتی ہے کہ تعاقب کا استصحاب ہو۔ اور نہ یہ علت ہو سکتا ہے جو کہ درمیان ا اور لا کے واقع ہوا ہو ایک معینہ مثال میں۔ اور یہ بھی سمجھنا مشکل ہے کہ جب تک کوئی ارتباط علیت مابین معینہ مثالوں ا اور لا کے واقع نہ ہوا ہو اس کو علت کس طرح کہہ سکتے ہیں اس حد تک تعلیلی ہیئت کسی تعاقب کی اس کے استصحاب سے ماخوذ ہے اور اس کا استصحاب تعلیلی ہیئت سے ماخوذ ہے۔ ہم استصحاب سے کام لیتے ہیں جس میں تعاقب تعلیلی کی ہیئت ہو جس حد تک کہ اُن کی تکرار ہوئی ہو اس سے یہ امر متعین ہوتا ہے کہ کون سے تعاقبات جو ہم نے مشاہدہ کیئے ہیں تعلیلی ہیں۔ لہذا ایک حادثے کا اختلاف شرائط کے ساتھ واقع ہونا اُن شرائط کے بعض میں جو ذاتی اور مادی ہے کسی وقوع کے لیئے ہمکو بہت مدد دیتا ہے۔ لیکن کوئی واقعہ جو بالکل ہی انوکھا ہو ضرور ہے کہ اُس کا کوئی سبب ہو اگرچہ ہم نہ دریافت کر سکیں کہ اُس کا سبب کیا ہے۔ کیونکہ علی تعلق کو شمار امثلہ سے کوئی کام نہیں۔ جہاں تک

---

لہ کیونکہ استصحاب تعاقب بغیر تکرار فعل کے تصور میں نہیں آسکتا جب ایک واقعہ کے بعد دوسرا واقعہ ہو تو یہ حکم کیونکر لگا سکتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ہمیشہ یہ واقعہ ہوگا جب کہ دونوں واقعوں کی پے در پے تکرار نہو۔ ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کہ اُس کے وجود کو دخل ہے اگرچہ اُس کی شناخت کو جس حد تک دخل ہے اُس حد تک نہایت ضروری ہے یہ ماہیت یا ہیئت اشیا کے ساتھ کلیتہً وابستہ ہے۔ اور ماہیت کسی چیز کی اُس کی تعداد پر منحصر نہیں ہے کہ ایسی کتنی چیزیں موجود ہیں یا بنائی گئیں۔ بلا شک ہمکو معلوم ہے کہ جو علت یکساں عمل نہیں کرتی وہ ہرگز علت نہیں ہوسکتی اور اب ہم یہ دیکھیں گے کہ اگر کوئی اور صورت ہوتی تو کسی چیز کی کوئی ماہیت بھی متعین نہ ہوتی۔ اگر کسی موضوع س میں کوئی شے ا بشرط ج ایک تغیر لا پیدا کرتی ہے۔ اگر مثلاً روشنی کسی مفروضہ استداد موج کی جو عدسے میں ایک کمرۂ عکس کے گزر کر کوئی خاص کیمیائی تغیر پیدا کرتی ہے (جسکو ہم کوہ اورسٹ کا فوٹوگراف لینا کہتے ہیں) کسی فوٹوگرافی قلم پر تو وہ طریقہ جس سے یہ روشنی اثر کرتی ہے جزوی بیان اُس کی ماہیت کا سمجھا جاے گا۔ اس کا فعل اُسی صورت میں اس کے خلاف ہوگا جبکہ یہ شے نہ ہو بلکہ مختلف ہو۔ جب تک کہ یہ ا ہے اور شرط ج کے ساتھ موضوع س سے تعلق قائم ہے تو کوئی اثر سوائے لا کے پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور یہ کہنا کہ وہی چیز دوسری چیز پر جو بعینہٖ دوسری ہے اُنھیں شرائط سے ممکن ہے کہ مخالف اثر پیدا کرے یہ کہنا ہے کہ وہی شے کچھ ضرور نہیں کہ وہی شے ہو یہ قانون عینیت[۵۲] سے تعرض کرنا ہے (جس کا یہ منشا ہے کہ سلب شے اُس کی ذات سے محال ہے) اگر کوئی شے ہے تو یہ کوئی (معین) شے ہوگی اور یہ شے جو ہے وہی ہوسکتی ہے۔ ا اور لا میں تعلق علیت کے حکم کا ضمناً یہ مفہوم ہے کہ ا کا یہ فعل اس لیئے ہے کہ وہ وہی ہے یعنی نفس الامر میں ا ہے۔ پس جب تک کہ یہ ا ہے ضرور ہے

---

[۵۱] یعنی علت کا عمل یکساں نہوتا۔ ۱۲

[۵۲] قانون عینیت۔ سلب الشے عن ذاتہ محال کسی شے کا اوسکی ذات سے سلب ہونا محال ہے ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کہ اس کا یہی فعل ہوگا۔ یہ حکم کرنا کہ کسی موقعے پر اس کے بعد اس کا فعل کسی اور طرح ہو سکتا ہے یہ حکم کرنا ہے کہ یہ کوئی اور شے ہے[1] نہیں جس کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ دو چیزیں کبھی ایک ہی نہیں ہو سکتیں۔ اور اس جواب سے تم پر عائد ہوگا۔ کہ کوئی ایک ہی شے کبھی دو متعاقب آنوں میں ایک نہیں ہو سکتی واقعہ تغیر میں نزاع نہیں ہے نہ اس اشکال میں کہ دو چیزیں جو وصفاً متحد ہوں نہیں پائی جا سکتی ہیں۔ بلکہ اگر دوسری شے کا اثر مختلف ہے تو ضرور ہے کہ دوسری پہلی سے وصفاً اختلاف رکھتی ہو۔ نہ محض اس وجہ سے کہ یہ دوسری شے ہے۔ اور جس حد تک کہ یہ وصفاً وہی ہے تو اثر کا بھی وہی ہونا ضرور ہے۔ یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ عینیت اثر کے ساتھ وصفی عینیت کا ہونا بعینہٖ ضرور ہے جملہ شرائط مادیہ میں اس سے انکار کرنا تعقل سے انکار کرنا ہے اگر ہم متعدد اشیا پر درحقیقت ایک حکم نہیں کر سکتے تو حسب قول ارسطاطالیس کلی کا ہونا غیر ممکن ہے اور نہ حد اوسط کا ہونا ممکن ہے اور نہ برہان ممکن ہے۔ کیونکہ قضیۂ کلیہ ایک وصف خاص ایک موضوع خاص سے منسوب کرتا ہے باعتبار وصف عنوانی کے نہ باعتبار تکرار موجودیت کے اگر ہم ایسا کر سکتے ہوں تو ہم وہی حکم اسی قسم کی اور چیزوں پر بھی کر سکتے ہیں اگر ہم ایسا نہ کر سکیں تو کچھ ہمارے پاس باقی نہیں رہتا۔ سوا اس کے کہ جزئیات کے وصفوں کو خود دیکھ کے یا تجربے سے دریافت کریں نہ یہ کہ کسی چیز پر جو صادق آتا ہو اس کو اسی قسم کی اور چیزوں پر منتقل کریں۔ جو بات موضوع اور وصف پر صادق آتی ہے اسی اعتبار سے وہ بات منجملہ اشیا علت اور معلول پر بھی صادق آئے گی۔ یہ فرض کرنا کہ اسی

---

[1] یعنی اشیا تتابع آنات کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں بعض حکمائے قدیم کی یہ رائے تھی کہ ہر آن میں عالم فنا ہوتا ہے اور پھر مجدداً پیدا ہوتا ہے۔ ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اُسی علت کے - درحالیکہ جملہ امور مساوی ہوں - دو موقعوں پر مختلف معلول ہو سکتے ہیں اس فرض کی مثل ہے کہ دو چیزیں ایک ہو سکتی ہیں اور پھر اُسی حالت میں اُن کے اوصاف مختلف ہو سکتے ہیں - یہ جواب دینا کہ دو چیزیں ایک نہیں ہو سکتیں اور ایک ہی علت مکرراً عمل نہیں کر سکتی یا محل نزاع کو گم کر دینا ہے یا استدلال سے ہاتھ اُٹھانا ہے - اگر یہ مراد ہے کہ دو ملتف (مرکب) چیزیں از روئے وصف یکساں نہیں ہو سکتیں یا یہ کہ شرائط جو ٹھیک ٹھیک یکساں قسم کے ہوں مکرر آ سکتے ہیں اس ایراد میں محل نزاع (جس خطا کی جاتی ہے) غائب ہے - کسی کو اسکے ماننے کی ضرورت نہیں ہے کہ ایسی یکسانی[1] یا ایسی تکرار نفس الامر میں واقع ہوتی ہے اگرچہ اس کا تصور کرنا محال نہیں ہے - یہ مانا گیا ہے کہ جو دو چیزیں وصف کے اعتبار سے یکساں ہوں اُن کے اوصاف یکساں ہیں اور جس حد تک شرائط کا بعینہ مکرر ہونا ممکن ہے تکرار ہو سکتی ہے پس اگر علت اور معلول کی نسبت ممکن ہے تو اُسی علت کا وہی معلول ہو سکتا ہے - لیکن بخلاف اس کے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ چیزیں جو عدداً مختلف ہوں ان میں اوصاف کی یکسانی ممکن نہیں ہے تو اس کے جواب میں ہم صرف یہ کہیں گے کہ پھر استدلال ممکن نہیں ہے - لیکن یہ انکار عینیت کا مختلف اشیاء میں درحقیقت اپنی تہ میں نسبت علت و معلول کو استصحاب متعاقب میں تحلیل کرنا ہے - کیونکہ وہ نسبت تعلیلی جو کہ ا کو لا سے مربوط کرتی ہے وہ ایک علت کو جس کی ماہیت ا ہے ایک معلول سے جس کی ماہیت لا ہے ربط دینا ہے - یہ ربط درمیان ا اور لا باعتبار اُن کی ذاتوں کے ہے پس ہر ا اور لا میں یہ ربط ہے اگر وہ اپنی حد ذات میں ا اور لا ہیں دوسرے لفظوں

---

[1] یعنی دو چیزیں من جمیع الوجوہ و اعتبارات یکساں ہوں یا دو واقعے من جمیع الحیثیات ایک ہوں یہ بداہتہً محال ہے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



میں ضرور ہے کہ ربط یکساں ہو۔ اس کا انکار کلیات کا انکار ہے۔ اگر کلیات ہیں تو وہی وصف عنوانی اُن چیزوں میں ہیں جو عدد اختلاف رکھتی ہوں۔ تو جو نسبتیں (متعلقات) اُن میں ہیں وہ بھی کلی ہونگی۔ اگر بخلاف اس کے ہم بجائے اُس نسبت کے جو جمیع جزئیات میں ایک ہی ہے صرف متشابہت درمیان نسبتوں کے قائم کریں جو بہت سے جزئیات کی حدود کو بہ ترتیب مربوط کرتی ہیں۔ اگر بجائے نسبت مابین ا اور لا کے من حیث ذات ہم یہ قائم کریں کہ درمیان اس ا اور اس لا اور اُس ا اور اُس لا میں اور دوسرے ا اور دوسرے لا میں جو نسبتیں ہیں وہ یکساں ہیں تو ہم بجائے مشترک وصف عنوانی کے جو اشیاء کثیرہ میں ہے ایک مجموعہ اشیاء کثیرہ کا قائم کرتے ہیں جن اشیا میں کوئی ربط باہمی نہیں ہے۔ پس ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک ہی قسم کی چیزیں ہیں یا اُنکے تعاقبات یکساں ہیں الّا اس واقعہ سے کہ وہ جملہ تعاقبات ہیں؟ پس علت کسی حادثے کی پھر بلاشک وہ ہے جو کسی طرح تعاقب کی نسبت کسی جز سے رکھتی ہو اور ضرور نہیں ہے کہ مختلف موقعوں پر یکساں[1] ہو جیسا کہ اُن کے مقدموں کے لئے یکساں ہونا ضروری نہیں ہے۔ چونکہ ہمارا اتفاق اس پر ہونا چاہیئے کہ متعاقب بعینہ کسی امر لا کا بعینہ کوئی ا مکرر[2] نہیں ہو سکتا؟

---

[1] صحیح تو یہ ہے کہ تعاقب بھی ایسی کوئی ہیئت جو دو تعاقبوں میں مشترک نہیں ہو سکتی ۱۲ یعنی امر تعاقب بھی مشترک نہیں ہے جبکہ ہمارا مفروض ہے کہ کوئی دو چیزیں یکساں نہیں ہو سکتیں نہ من حیث ذوات نہ من حیث اعراض پھر کسی امر کو مشترک کہنا محال عقلی ہے۔

[2] یعنی اگر حادثہ لا مقدم ہے اور اُس کا تالی اُس موقع پر واقعہ ا ہوا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ لا اور ا کا ایسا تعاقب مکرراً واقع ہو اس لیئے کہ حسب مفروض نہ لا مکرراً آسکتا ہے نہ ا اور نہ امر تعاقب یہ تینوں امر بعینہ مکرر نہیں واقع ہو سکتے ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اب ہم ان دونوں شقوں سے دوسرے کی جانب رجوع کرتے ہیں جن کو ہم نے سابقاً بیان کیا تھا۔ اگر یہ ضروری ہے کہ تعلیلی نسبت یکساں رہے یہ سب سے زیادہ اہم ہے کہ استصحاب فطرت کے بیان میں ہمکو چاہیئے کہ ضرورت مشروط کو ضرورت غیر مشروط کے ساتھ خلط نکر دیں ؛

ہم نے ملاحظہ کیا مذکورۂ بالا بیان میں کہ استصحابات فطرت اثنائے وقوع حوادث میں کسی درجے کے اختلاف کے ساتھ ملائمت رکھتا ہے لیکن ضمناً اس کا یہ مفہوم ہے کہ وہ اصول جنکی متابعت میں یہ حوادث واقع ہوتے ہیں جن کو ہم قوانین فطرت کہتے ہیں غیر متبدّل ہیں بالفاظ دیگر وہ استصحاب (یکسانی) جو کسی قانون سے وقوع حوادث کے لیئے مطلوب ہے وہ کسی استثنا کو جائز نہیں رکھتا۔ کیونکہ استثنا کے یہ معنی ہیں کہ حوادث ضرورۃً اس قانون کے موافق نہیں واقع ہوئے۔ اور وہ قانون جو بدل جاتا ہے ہرگز بیان اُس طریق کا نہیں ہے جس سے امور کو ضرور واقع ہونا چاہیئے۔ تاہم اصطلاح قانون کا استعمال ایسے اصول کے لیئے ہے جن کے غیر متبدّل کہنے کے لیئے ہم تیار نہیں ہیں۔ جنکی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ٹھیک نہیں پڑتے۔ لیکن اصطلاح قانون کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ٹھیک ہوں بلا کسی شرط کے۔ لیکن اس کا استعمال اس توسیع کے ساتھ بھی ہے۔ اس امتیاز کا ذہن نشین رکھنا اہم مقاصد سے ہے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جب ہم استصحاب فطرت کہتے ہیں تو کس حد تک یہ فطری قوانین مطلق اور غیر مشروط ہیں ؟

پہلا قانون حرکت فطری قانون کی ایک مثال ہے جس کو شاید ہم کہہ سکتے ہیں کہ علی الاطلاق درست ہے۔ کہ ہر جسم مقتضی ہے سکون کا یا خط مستقیم میں حرکت کرنے کا جب تک کہ کوئی اور جسم اُس کا مانع نہو۔ یہی قانون جذب کلّی کے باب میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کل اجسام ایک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



دوسرے کو جذب کرتے ہیں اُس مقدار قوت سے جو جسامت کے ساتھ نسبت مستقیم اور مجذور فصل کے ساتھ نسبت معکوس رکھتی ہے۔ اس کو مقابلہ کرو اس اصل سے کہ خاصیات مکسوبہ کسی شجر یا حیوان میں موروثی نہیں ہوتے۔ فرض کرو کہ یہ درست ہے (کیونکہ اب تک یہ زیر تجویز ہے) یہ مطلقاً درست نہیں ہے۔ ہم یہ کہنے کی مجال نہیں دیکھتے کہ ذی حیات اشیا کا انتظام اس طرح کا نہیں ہو سکتا۔ باعتبار نظام تولید مثل کے۔ جس سے مکسوبہ خاصیات قابل توریث ہو سکیں بلکہ ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ وہ انتظام جن میں ہم اُن کو پاتے ہیں وہ قابل توریث نہیں ہیں۔ ہمارے اصول کے صدق کو انتظام مشروط کر دیتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے کل کثیر الکیسات عضوے نظام میں تولید مثل کے لیئے بالفعل ضرورت مقاربت کی ہے یہ اُس انتظام کو مانع نہیں ہے کہ بعض انواع میں تولّدی (بلا مقاربت نر و مادہ) پیدائش ہو (جسکو اصطلاحاً بکری تولید کہتے ہیں) پس ممکن ہے کہ (ایسے شرائط موجود ہوں جن میں عدم توریث خاصیات مکسوبہ کی آئندہ کے لیئے درست ہو۔ اور چونکہ شرائط بدل سکتے ہیں جنکا ایک مرتبہ تحقق ہوتا ہے دوسری مرتبہ نہیں ہوتا اسی طرح مشروط اصول بھی جو بالفعل موجود ہیں اُن کے ساتھ ہی بدل جائیں گے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذی حیات مادہ صرف دوسرے ذی حیات مادے سے پیدا ہو سکتا ہے۔ کوئی تولّدی (از خود) پیدائش غیر عضوی مادے سے موجود نہیں ہے (لحی من لحی[۱] الخ) اصل ہے لیکن اکثر حکما نے یہ تجویز کیا ہے کہ اگرچہ اس عہد میں درست اور صحیح ہے لیکن کرۂ ارض کے قدیم تاریخ میں جبکہ امتزاج حرارت و برودت وغیرہ کے شرائط اس زمانے سے خلاف رکھتے تھے ایسی صورت[۲] نہ تھی

---

[۱] زندہ زندہ سے پیدا ہوتا ہے۔ ۱۲

[۲] چانچہ شیخ کا رسالہ حی بن یقظان عربی میں انسان تولّدی کے پیدا ہونے نشو و نما پانے اور تکمیل انسانی کے مرتبے تک پہنچنے کے بیان میں موجود ہے جسکو اُوکلے نے انگریزی میں بھی ترجمہ کیا تھا۔ ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مشروطہ اصول ضرورۃً (ثانوی) مشتق ہیں یعنی اُن کا صدق جس حد تک کہ وہ صادق ہیں بعض غیر مشروط قوانین سے ماخوذ ہے جو قوانین متابعت مفروضہ شرائط کے اُن (قوانین مشروط) کو شامل ہیں یعنی غیر مشروط قوانین کے نتائج ہیں۔ جن کی توجیہ نظری طور سے (اگرچہ واقعی طور سے ابھی نہیں ہوئی) ہو سکتی ہے۔ لیکن اصول مشتقہ یا وہ اصول جو قابل توجیہ ہیں ضرورۃً مشروطہ نہیں ہیں۔ کیونکہ جب ہم کسی قانون کو مشروط کہتے ہیں تو ہماری یہ مراد ہوتی ہے کہ صدق ہمارے اصول کا ایسے شرائط پر موقوف ہے جن کا بیان ان قوانین کے ساتھ نہیں کیا گیا ہے۔ اگر ہم اُن شرائط کو بیان کر دیں اس صورت میں اگرچہ یہ اصلی مشتق ہے لیکن اب مشروط نہیں رہا۔ فرض کرو کہ ہم انتظام حیوانات و نباتات کی اُن شرائط کو ٹھیک ٹھیک جانتے تھے جن سے مکسوبہ خواص قابل توریث نہیں ہوتے۔ اُس صورت میں یہ بیان کہ حیوانات اور نباتات جن کا انتظام عضوی ایسا ہو ایسے خواص اکتساب کرتے ہیں جو متوارث نہیں ہوتے غیر مشروطہ (علی الاطلاق) صادق ہے۔ اگرچہ بلا شک قابل توجیہ ہے۔ اسکو قانون فطرت نہیں کہہ سکتے اسلیئے کہ (ثانوی) مشتق ہے لیکن اس میں وہ ضرورت موجود ہے جو قانون فطرت کے لیئے درکار ہے استصحاب فطرت میں ایسا صدق شامل ہے جس کے ساتھ کوئی استثنا نہو غیر مخصص ہو جملہ قوانین غیر مشروطہ کی صورت میں ہو۔ لیکن اصول مشروطہ کے ساتھ مستثنیٰ ہوتا ہے ظاہر بظاہر اگرچہ اسکے صدق میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اگر ہم اُن شرائط سے آگاہ نہیں ہیں جن کی متابعت سے وہ مشروط اصول صادق آتے ہیں تو مستثنیات کے عدم وقوع کی بھی اطلاع نہیں دے سکتے ہیں

اب ہم اپنی اُس مثال کی طرف رجوع کرتے ہیں جو اس سے پہلے بیان کی گئی تھی۔ اگر ہم نہیں جانتے کہ انتظام عضوی کی کن شرطوں کے ساتھ خاصیات مکسوبہ قابل یا ناقابل توارث ہیں تو ہم کو اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



شہادت کے قبول کرنے کے لیئے آمادہ رہنا چاہیئے کہ بعض صورتوں میں توارث خاصیات کا واقع ہوا ہے - جہاں کہیں کسی اصل مشروط میں استثنا واقع ہوتی ہے تو وہ استصحاب فطرت کا استثنا نہیں ہے بلکہ اُس استثنا سے یہ مراد ہے کہ وہ شرائط جنکی متابعت سے وہ اصل صادق آتی ہے اس مستثنےٰ صورت میں پورے نہیں ہوئے - اس استثنا سے ہم استصحاب فطرت کے منکر نہیں ہو سکتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اُس خاص اصل کو پھر تحقیق کرنا چاہیئے اور غور کرنا چاہیئے جس کی صحت میں کچھ نقصان پایا گیا ہے - قوانین غیر مشروط کا کوئی مستثنیٰ نہیں ہوتا ۔

قانون غیر مشروط کا دریافت کرنا مہمات سے ہے - ہم اس صورت میں اُن مشتقہ قوانین (ثانوی) کی جانب سے صرف توجہ کر سکتے ہیں ممکن ہے کہ ہم اُن کی توجیہ ایسے قوانین سے کر سکیں جو اُن سے زیادہ عمومیت رکھتے ہوں - کیونکہ یہ سوال کہ وہ غیر مشروط ہیں بعینہ یہ سوال ہے کہ وہ قوانین جن سے یہ نکالے گئے ہیں غیر مشروط ہیں - اب اگر ہمارے پاس کوئی بہتر وجہ اسکے غیر مشروط ماننے کی نہو سوا اس کے کہ اس کو صادق تسلیم کرنے سے ہمارے تجربے کے واقعات کی توجیہ ہو جاتی ہے اس صورت میں ہم بفرض تسلیم اُن کا صدق قبول کر سکتے ہیں - لیکن ہم اپنی اس کفالت پر قانع نہیں ہو سکتے کیونکہ ممکن ہے کہ کسی اور قانون سے اِن واقعات کی توجیہ ہو سکے - لیکن اگر (اور من بعد یہ ہمکو معلوم ہوگا کہ نظریہ استقرار میں یہ تفریق اول درجے کی اہمیت رکھتی ہے) اگر بغیر اس کی صحت کے تسلیم کیئے ہوئے ہمارے تجربے کے واقعات کی توجیہ غیر ممکن ہے تو ہمکو چاہیئے کہ اس کو غیر مشروط سمجھ لیں - اگرچہ ایسے غیر ممکن ہونے کا ثبوت دشوار ہے - اب بھی ہماری کاوش تشفی نہو نا چاہیئے، کیونکہ اگر واقعات اور طرح واقع ہوتے تو ہم کو اس قانون کے تسلیم کرنے کی ضرورت نہوتی - اور سوا اس مفروض کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مانے ہوئے کہ یہ قانون درست ہے کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم یہ مانیں کہ واقعات اور کسی طرح کیوں نہیں واقع ہو سکتے۔ کامل اطمینان اسی طرح ممکن ہے کہ وہ قانون جس کے ماننے پر واقعات نے ہمکو مجبور کیا ہے بعد غور کے بدیہی ثابت ہو۔

کیا بعض قوانین غیر مشروطہ ہمکو معلوم ہیں؟ بلاشک علم طبیعیات کے بعض اساسی اصول اکثر ایسے ہی سمجھے جاتے ہیں۔ یہ مانا گیا ہے کہ ہم نے بعض طبیعی قوانین ایسے دریافت کر لیئے ہیں جو تمام عالم مادّی میں جاری ہیں۔ جن کی متابعت سے ہر حادثہ ترتیب مادّی میں واقع ہوتا ہے یہ کہ یہ قوانین میکانی ہیں اور درحقیقت فطرت اقصائے تحقیق میں ایک خالص نظام میکانی ہے۔ اور سمجھا جاتا ہے کہ یہ رائے اُن اصول کی ہیئات کے اعتبار سے جن پر علم طبیعی کام کر رہا ہے۔ ثابت اور مقرر ہو گئی ہے۔ ایک جزو اعظم اس میں سے ریاضی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ریاضی کے اصول کے بارے میں کسی نہ کسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ غیر مشروط ہیں کیونکہ بدیہی ہیں۔ کوئی ظاہری استثنا ہمکو مشکوک نہیں کر سکتا نہ اُنکے پھر جانچنے کی ضرورت ہو سکتی ہے ہم اُس واقعے میں شک کریں گے۔ جس میں استثنا کا توہم ہے اور بعض قوانین عام علم طبیعیات کے ایسے ہی بدیہی مانے جاتے ہیں۔ مثل قانون اول حرکت۔ کون و فساد قوت (انرجی) کون و فساد مادہ (ہیولیٰ) اس کی مثالیں ہیں۔ اگر عالم مادّی میں کوئی امر ان قوانین کے خلاف واقع ہو تو اس کے وقوع سے ایسا ہی تناقض ظاہر ہوگا۔ جیسے دو اور دو کا مجموعہ پانچ ہونے سے ہو سکتا ہے۔ توجیہات علم طبیعیات کے جس حد تک کہ وہ اس قسم کے قوانین پر موقوف ہیں کامل اور قطعی ہیں۔

بطور دیگر ان توجیہات کی قطعیت میں جو علم طبیعیات نے نظام مادّی کے ان حوادث کے متعلق پیش کی ہیں سخت مشکلات ہیں یہ مشکلیں اس لیئے پیدا ہوئی ہیں کہ ان حوادث سے بعض کو انسانی یا داخل انسانی شعور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



سے تعلقات ہیں۔ تجربہ ایک مطابقت درمیان بعض حوادث تغیرات کے جو قسم مادّی سے ہیں نظام اعصاب ہیں ساتھ بعض تغیرات شعور کے ہم پر منکشف کرتا ہے لیکن کوئی قابل اطمینان نظریہ اس مطابقت کے متعلق اب تک دریافت نہیں ہوا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اصول علم طبیعی کو غیر مشروط مان کے بحث کرنے میں جو امر شامل ہے وہ نظری طور سے قابل اطمینان ہے۔ کیونکہ کل طبیعی تغیرات کا ثبوت طبیعی قوانین سے ہوا ہے اور یہ قوانین خالصتاً میکانی ہیں شعور کے موجود ہونے سے کسی چیز میں جس کا سطح زمین پر وقوع ہوا ہے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم انسان بقول ہکسلی جو کچھ ڈیکارٹس نے ادنیٰ درجے کے جانوروں کے بارے میں کہا تھا۔ متحرک بالذات (آپ سے آپ چلنے والی کل) ذی شعور ہیں اور قوانین مادہ و حرکت (پروفیسر جیمس کی مثال مستعار لیکر) شیکسپیر کی تمام تصنیفات کے مسودوں کی پیدائش کے لیے کافی ہیں۔ بلکہ اُن تصنیفات کے کثیر مطبوعات کے لیئے بھی شکسپیر بذات خود ایک مادے کا ڈھیر تھا بلا تخیل وحس مثل اپنے قلم کے جن سے یہ مسودات لکھے گئے تھے یا ویکانسن کی آپ سے آپ چلنے والی کل۔ یہ نتیجہ بلاشک بعید از قیاس ہے لیکن بعید از قیاس ہونا بذات خود کوئی دلیل بطلان کی نہیں ہے۔ بہر طور واقعات شعور کی توجیہ محض طبیعی اصول سے غیر ممکن ہے یہ طبیعی طرق عمل نہیں ہو سکتے۔ اور نظریہ میکانی کا صرف یہ مقتضی نہیں ہے کہ ایک طبیعی واقعے کو طبیعی شرائط پر موقوف ہونا چاہیئے۔ بلکہ یہ اقتضا ہے کہ طبیعی شرائط سے صرف ایک طبیعی نتیجہ کا تعین ہو سکتا ہے۔ ہیولیٰ اور انرجی کی کمیت مستقل رہے گی۔ لیکن اُن کی تقسیم مکرر بعض قوانین کی متابعت سے ہونا چاہیئے جس کا بیان ضابطہ ریاضی سے ہونا چاہیئے تاکہ ہم ایک سمت میں درجہ تغیر کا ٹھیک تخمینہ کر سکیں جو کہ شامل ہو ایک مفروض درجۂ تغیر کو دوسرے سمت[۵۱] میں۔ اس تقسیم مکرر میں انرجی کی صورتوں میں ادراک اور حس کا کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ میکانی

---

۵۱ اس لیئے پرانکار نے اُسی زمانے میں کہا ہے کہ قانون طبیعی ایک مساوات علم جزئیات کی ہے۔ ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



شرائط میں کامل میکانی مساوات چاہیئے مادہ اور حرکت کی قسم سے بالقوہ یا بالفعل عالم میں نظریہ طبیعی کے بنا پر شعور کی توجیہ نہیں ہوسکتی پس ایسا نظریہ کامل اور قطعی نہیں ہوسکتا ؎

فلسفے کا اشارہ ہے کہ غایت ما فی الباب یہ ہے کہ شعور کی توجیہ قانون طبیعی کے اعتبار سے نہیں ہوسکتی ہم قانون طبیعی میں آثار حکمت کے مشاہدہ کرتے ہیں - جملہ ترتیب مادی ادراک کا معروض ہے بہرصورت یہاں ذہن اور مادے میں ایک اضافت موجود ہے اسلیئے کہ ذہن مدرک (بالکسر) اور یہ مدرک (بالفتح) ہے پس یہ اور وہ ملکے حقیقت کامل ہوجاتی ہے یہ تکمیل پوری ہوگئی ہے اور جب دونوں کو جمع نکرو تو کوئی بھی مفہوم نہیں ہوتا - یہاں ایک اور امر بعید از قیاس ہے کیونکہ سمجھنے والا ذہن ہے بس اس نسبت میں ایک حد دو حدوں کو سمجھتا ہے ایک اپنی ذات کو اور ساتھ ہی اُسکے دوسری حد کو بھی ؎

ہم کو یہاں بالتخصیص اس مسئلہ مابعد الطبیعی پر بحث کرنے سے غرض نہیں ہے بلکہ ہم کو ایک غیر مشروط قانون کے تصور سے تعلق ہے اور ایک بدیہی اصول چاہیئے کہ غیر مشروط ہو ؎

اگر ہم اس اخیر شق کو اختیار کریں تو ہمکو یہ ماننا ہوگا کہ ترتیب مادی کے متعلق ہماری رائے میں خواہ کیسا ہی انقلاب کیوں نہ ہو لیکن اس عالم میں حوادث کا باہمی ربط تعلقات علت اور معلول سے جنکا سراغ ملتا ہے اُن میں بحیثیت مجموعی کوئی فساد و فتور نہیں واقع ہوسکتا خواہ عالم کی ترجمانی کے لیئے جس میں علم اور اُس کے معروض ذہن اور مادے کی توضیح کو دخل ہے جسم متحرک ہو ممکن ہے کہ سوائے جسم متحرک کے کوئی اور شے ہو لیکن اُس کی حرکت کا تعین قانون طبیعی کے موافق ہوگا - بہرصورت اگر ہم اس شق کو اختیار کریں تو اصول علم طبیعیات ممکن ہے کہ غیر مشروط ہو ؎

شاید ہم اس تجویز میں بعض اوقات جلدی کرتے ہیں کہ ہم اصول

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



طبیعی کے حقائق کو ضروری سمجھ لیتے ہیں - ارباب علم طبیعی نے خود ہی مسئلہ استمرار قوت (انرجی) اور ہیولیٰ میں کلام کیا ہے اگرچہ بلاشک ایسے کسی ضابطہ طبیعی کے پائے جانے کے امکان میں کہ وہ بلاشرط حق ہو کلام نہیں کیا ہے - یہ کہا جاسکتا ہے کہ حرکت کے قانون اول سے یہ امر بدیہی ہے کہ جسم اپنی حالت سکون یا حرکت مستقیم پر قیام کریگا جب تک کہ اور کوئی جسم اُس کا مقاوم نہ ہو لیکن یہ بدیہی نہیں ہے کہ مقاومت دوسرے جسم ہی سے ہوسکتی ہے - یہ کہ ریاضی کا استدلال علم طبیعیات کا ضروری ہے لیکن وہ اصول طبیعی جس سے ایسے مبادی پیدا ہوتے ہیں جن پر ریاضی کا استدلال جاری ہوسکے ضروری نہیں ہے - اور یہ مسئلہ کہ ایک جسم کی مقاومت ایک جسم ہی سے ہوسکتی ہے انھیں میں سے ایک ہے - اگر یہ اصول طبیعیہ صرف بشرط صحیح ہیں تو یہی اُن کے نتائج کے بارے میں بھی درست ہے ممکن ہے کہ ایسے تغیرات ترتیب مادی میں واقع ہوں جن کی توجیہ طبیعی شرائط سے نہ ہوسکے اور قوانین طبیعیہ کے مطابق نہ ہوں - اس کے ساتھ ہی چونکہ یہ قوانین طبیعی غیر مشروطہ نہیں ہیں تو ایسی کوئی شے بھی غیر مشروط نہیں ہے جو استصحاب فطرت کی مانع ہو -

یہاں ہم اس کا تعین نہیں کرسکتے کہ ان متبادل شقوں سے کونسی اختیار کی جائے - لیکن موخرالذکر کے بارے میں یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اگر قوانین طبیعیہ حسب طریق مذکورہ مشروطہ ہیں تو ایک اہم امتیاز اُن میں اور اُن مشروطہ اصول میں ہے جن سے ہم آگاہ ہوچکے ہیں کیونکہ درصورت اصل مشروط مثل عدم توارث ہیئات مکسوبہ ہم یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ قوانین جن پر مبنی ہیں ممکن ہے کہ دریافت ہوجائیں جو اصل ہذا کی جنس سے ہوں یعنی وہ اصل اُس کے صدق کی شرائط کے ساتھ بیان کی گئی ہے (اور ایسی صورت میں بیان ہوئی ہے جو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بلا شرط صادق ہے) جو معقول طریقے سے ایسے اصول سے متعلق ہو جنکی عمومیت اصل مدعا سے بڑھی ہوئی ہے۔ لیکن ایسے اصول سے جو مثل اپنے اُس کو بھی لیئے ہوئے ہے جو مادی ہے۔ دوسرے طور پر اگر قوانین طبعیہ اساسی بشرط صادق آتے ہیں اور اُن کو ایسے اصول طبیعی سے متعلق کرنا غیر ممکن ہے جو زیادہ عام ہوں اور اس طرح جس قسم کی توجیہ اور اصول مشروط کی ممکن ہے۔ جبکہ اُن کے شرائط بھی توجیہ میں داخل ہوں۔ ایسے ہی اصول جو اُن کے قسم کے اصول سے ہیں جن کی یہ مثالیں ہیں؛ ایسے اصول یہاں ممنوع ہیں۔ فرض کرو کہ اگر ہم ایسا فرض کر سکتے ہوں کہ روحانی شرائط پر بالآخر حرکات جسم موقوف ہیں۔ اور ان میں بعض شرائط کے تحت میں پہلا قانون حرکت کا داخل ہے اور دوسرے شرائط کے ماتحت نہیں ہے پس علم کسی نہج سے اُن شرائط سے بحث نہیں کر سکتا۔

اس سبب سے علم طبیعیات اس شق کو تسلیم نہ کرے گا۔ اگر غیر میکانی شرائط جن پر طبیعی تغیرات موقوف ہیں (بالفرض غیر میکانی شرائط موجود ہیں) اُن کی تحقیق اور بیان کی صورت لانے کے لیئے اس طریق سے کہ علم طبیعی اُن کو شمار میں لا سکے۔ علم طبیعیات میں یہ سمجھا جائیگا کہ وہ موجود ہی نہیں ہیں۔ کسی ایسے موثر کی جانب رجوع کرنے سے کوئی حاصل نہیں ہے جس کے طور عمل کو ہم دریافت نکر سکتے ہوں۔ علوم میں اس کی مداخلت صرف غیر معقول اور ناقابل تخمین ہے۔ جیسا کہ ارادۂ انسانی کی آزادی کے متعلق شق اختیار کی گئی ہے۔ لیکن غیر معقول مداخلت ٹھیک وہی ہے جس کے وقوع کو ہم معدوم جانتے ہیں۔ بلاشک ایسی مداخلت جو علماً قابل توجیہ ہو غیر معقول نہیں ہے لیکن جب وہ قانون ہی ناقابل دریافت ہے تو وہ ایسا ہی ہے جو غیر معقول ہو بہ حیثیت علم طبیعیات کی عملی طور سے بھی جائز ہے کہ اگر حوادث کا وقوع ایک بار مادی ترتیب سے تسلیم کیا گیا ہے جس کے شرائط اُس ترتیب میں ناقابل دریافت ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تو کوئی ایسا نقطہ نہیں ہے جہاں سے ہم خط کھینچ سکیں۔ صرف اس کو تسلیم کر کے کہ ہر چیز کی توجیہ ہو سکتی ہے یہ ممکن ہے کہ دریافت کیا جائے کہ حدود طبعیہ سے کس قدر توجیہ ممکن ہے۔

پس جو کچھ تسلیم کیا گیا ہے وہ یہ ہے، استصحاب فعل علیت کے مفہوم کا جزء ہے۔ اور اس حد تک کلیت تعلیلی اور استصحاب فطرت ایک ہی شے ہے۔ لیکن استصحاب فطرت کے ساتھ یہ امر موافقت رکھتا ہے (یعنی منافی نہیں ہے) کہ حوادث کی توجیہ کے لیئے اکثر اصول جو مستقل ہیں ان کی حقیت صرف مشروط ہو۔ یہ کہ ایسے اصول استثنا قبول کرتے ہیں لیکن غیر مشروط اصول استثنا نہیں قبول کرتے۔ جو اصل بدیہی ہو چاہیئے، کہ غیر مشروط ہو اور اساسی اصول علم طبیعی کے عموماً غیر مشروط مانے جاتے ہیں۔ بطور دیگر عالم میں بہت کچھ ایسا ہے جو طبیعی اصول سے موجہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر ان میں سے بعض اصول بدیہی ہیں تو جو نتائج ان سے پیدا ہوں اسکو برقرار رکھنا چاہیئے اور اس کا نقض نکرنا چاہیے کسی ایسی توجیہ میں جو ان امور سے بحث کرتی ہے جسکو علم طبیعی نے ایک کنارے پر ڈال دیا ہے[1]۔ اور اگر اصول علم طبیعی بھی مشروطہ حیثیت سے حق ہوں تاہم اس حد تک وہ شرائط جن کے تحت میں وہ درست آتے ہیں یا درست نہیں آتے ناقابل دریافت ہوں چاہیئے کہ علم طبیعی ایسے شرائط کو معدوم سمجھے۔

بعد ان توجیہات اور تخصیصات کے ہم بلا رو و رعایت کہیں گے کہ علوم استقرائیہ کے لیئے قانون تعلیل کلیہ اور استصحاب فطرت مقدمات کے طور پر ہیں۔ لیکن یہ جو بعض اہل علم نے کہا ہے کہ استقرار کا یہ وظیفہ ہے کہ اس اصل کو ثابت کرے لہذا مناسب ہے کہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ غیر ممکن ہے۔ یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ اس بنیاد پر جو فی الحال زیر بحث

---

[1] یعنی وہ امور جن سے علوم طبعیہ بحث نہیں کرتے ۱۲۔ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہے کہ ہمارے وسیع تجربوں سے جس میں مماثل مقدموں سے مماثل توالی پیدا ہوتے ہیں اس بنیاد پر ہم یہ یقین کرتے ہیں کہ یہ کلیتہً صحیح ہے۔ اس کے خلاف ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اولاً اس قسم کی حجت کا یہ منشا ہے کہ وہ امور جو ایک وقت اور مقام میں مترتب ہوں وہ دلالت کریں اُن کے مترتب ہونے پر دوسرے اوقات اور مقامات میں جو درحقیقت وہ اصل ہے جسکا ثابت کرنا ہے۔ جیساکہ لوئز نے باصرار کہا ہے اگر کسی حجت کی کوئی علت ہو سکتی ہے تو اُس کی بنا سابق کے تسلیم کر لینے پر ہے اور اگر کوئی علت نہیں کہی جاسکتی تو پھر حکم کس قوت پر مبنی ہے؟ دوسرے یہ قابل ملاحظہ ہے کہ دو مختلف قسم کی حجتیں غلط کردی گئی ہیں۔ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ مماثل مقدمات اور توالی کا تعاقب جو مشاہدہ کیا گیا ہے اُس سے استصحاب فطرت پر استدلال کرنا ایک ایسی حجت ہے جس میں ا اور لا کے تعاقب کا مکرراً واقع ہونا اُنکے کلی[1] ارتباط پر دلالت کرتا ہے۔ بہرطور یہ صورت نہیں ہے۔ ایسے حالات میں ایک کلی ارتباط پر مابین ا اور لا کے ہم استدلال کرتے ہیں اس فرض پر کہ چند مجموعی شرائط جس کے ہوتے ہوئے تغیرات کلیتہً واقع ہوتے ہیں صرف اس بنا پر ہم اپنے تجربے کے واقعات کو جبکہ لا کی صورت میں ہوں تو یہ تصور کرتے ہیں کہ ا شرائط موجود تھے صرف اسی مفروض پر یہ استدلال درست ہے۔ اس امر کے تسلیم کرنے پر کہ بعض مجموعی شرائط کے موجود ہونے پر کل تغیرات کلیتہً واقع ہوتے ہیں استصحاب کلی پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ درحالیکہ اگر یہ کسی صورت میں تسلیم نہ کیا جائے تو ا اور لا کے ارتباط پر استدلال نہیں ہو سکتا۔

---

[1] یعنی چند جزئیات کے مشاہدے پر کلی حکم کرنا جو کہ درحقیقت استقراء ناقص ہے اور یقین کے لیئے ہرگز مفید نہیں ہے۔ ۱۲۔ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



پس درمیان دو حجتوں[1] کے کوئی مناسبت (مساوات) نہیں ہے۔ یہ اس طرح ملاحظہ ہو سکتا ہے جبکہ ہم اس احتجاج کو علامتوں سے تعبیر کریں۔ ایک صورت میں ہم استدلال کرتے ہیں کہ ا کے بعد اکثر لا کا وقوع ہوا لہذا ارتباط ا۔ لا کا کلی ہے۔ دوسری صورت میں ہم استدلال کرتے ہیں کہ ا کے بعد اکثر لا کا وقوع ہوا اور ب کے بعد ک کا وغیرہ۔ لہذا کوئی امر ایسا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر واقعے کے بعد مثلاً ف ق ر کے بعد کلیتہً حوادث واقع ہونگے۔ وہ استصحاب جو ہماری تعمیم کی تجربی بنیاد قرار دیئے گئے ہیں وہ بلا واسطہ تجربے میں آنے والے انہیں ہیں۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ جزئی ارتباطات جو عالم میں جاری ہیں اس فرض کی مدد سے اُن پر استدلال کیا گیا ہے کہ جملہ تغیرات قوانین (فطرت) کے موافق واقع ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اس میں کلام کرنا چاہے تو اُسکو کسی نہ کسی طرح یہ ماننا ہی پڑے گا کہ اکثر استصحاب جن پر ہمکو یقین ہے کسی نہ کسی طرح اُن پر استدلال کیا گیا ہے: ہمارے ذاتی تجربے میں اگر کچھ آیا ہے تو وہ بہت ہی قلیل ہے ہم یقین کرتے ہیں کہ تیز ہوائیں ہوا کے دباؤ کی تفریق سے چلتی ہیں: ہوا کے دباؤ کا فرق مشاہدے سے نہیں معلوم ہوتا بلکہ استدلال سے۔ ہم اس سے بھی قطع نظر کرتے ہیں ہواؤں کا مشاہدہ کس مقدار تناسب سے ہوا ہے؟ ہم یقین کرتے ہیں کہ پیانو کے سُروں کی آواز تاروں پر مضراب لگانے سے پیدا ہوتی ہے لیکن کس مقدار تناسب سے جو سُر

---

[1] یہ مقام کتاب کا مبتدی کے لیئے آسان نہیں ہے دو صورتیں جو مصنف نے بیان کی ہیں اُن کو بخوبی سمجھ لینا چاہیئے ایک صورت استصحاب جزئی کی ہے مثلاً جب سیاہ بادل امنڈ گھمنڈ کے آتے ہیں مینہ برستا ہے یہ استصحاب جزئی صحیح ہے لیکن استصحاب کلی کہ ہر دو واقعوں میں تعاقب کلی موجود ہے اور اس سے استصحاب فطرت کے عام مسئلے پہ استدلال کرنا یہ جائز نہیں ہے ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہماری سماعت میں آتے ہیں اُن کو مضراب لگا کے پیدا ہوتے ہوئے ہم نے پہلے دیکھا ہے؟ ایسی بہت سی مثالوں کے بیان کی ضرورت نہیں ہے لیکن جب اس پر اصرار کیا جاتا ہے کہ ہم نے استصحاب فطرت کو کلیتہً اس لیئے مانا ہے کہ متعدد تجربوں سے ہم نے اس کو بلاواسطہ مشاہدہ کیا ہے تو اس کا بیان اہمیت رکھتا ہے کہ بمقابلہ وسعت میدان تجربے کے ہمارے تجربے کی مقدار متناسب اقل قلیل ہے۔ اور جزو اعظم تعیین کا استدلال سے معلوم ہوا ہے نہ تجربے سے۔ اب ہم صاحبان تجربہ کو اختیار دیتے ہیں۔ اگر یہ استدلال استصحاب فطرت کو مسلم مان کے ہوا ہے تو اس استدلال کا نتیجہ اس مسلمہ کے ثبوت میں نہیں مقبول ہو سکتا۔ (کیونکہ صریحی دور لازم آتا ہے) ۔ اور اگر بلا مدد اس استصحاب کے ہوا ہے تو پھر اُسی مسلمہ کی بنا پر یہ باطل ہو جاتا ہے کیونکہ ہر جزئی استصحاب پر استدلال کرنے کے لیئے اس مسلمہ کی ضرورت ہے اور اُن کے پاس اتنے تجربات باقی نہیں رہتے جو استصحاب کی تعمیم ثابت کرنے کو کافی ہوں۔ اب ہم حجت کو اُن کے محل نزاع کے خلاف ایک اور روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ لب لباب اُن کی بحث کا یہ ہے کہ واقعات تجربی سے پہلے کوئی اور امر ہونا چاہیئے کوئی شے جو متصور ہو سکے یا ممکن ہو، وہ بطور مقدمہ نہ لی جائے۔ کیونکہ جب تک تجربہ ہمکو تعلیم دے ہم اس کے خلاف جو کچھ ممکن ہو کہیں اور جب کافی تکرار کے ساتھ اُس کا وقوع ہو تو کوئی نہ کوئی امر قابل تصور ہوگا ؟

اب یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ جس صورت میں متعدد امور بطور مقدمات موجود ہوں اور سب کی نسبت باہمی مساوات کی ہو تو صرف ایک امر جو امور مذکورہ سے کسی کے مباین ہو ہمکو اور سب جو باقی ہیں اُن میں فیصلہ کرنے سے باز رکھتا ہے لیکن حسب اصرار ارباب تجربہ جملہ اشیاء پہلے مساوی طور سے ممکن ہیں لہذا تناسب ترتیب اور عدم ترتیب کے پہلے سے بطور مقدمہ مساوی طور سے ممکن ہیں۔ کل امور کا وقوع یکساں اصول

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



سے ممکن ہے : یا کوئی امر ایسا ہوگا جس کا ایک ہی نتیجہ دو بار واقع ہو اور ان دو انتہائی حدوں کے مابین بے شمار شقیں متصور ہو سکتی ہیں جن میں سے ہم کسی کا انتخاب بلا شہادت تجربے کے نہیں کر سکتے (ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم ہوگی) وہ وسعت جس میں ترتیب اور یکسانی جاری ہے اس وجہ سے محدود ہے کسی نہ کسی طور سے جو قابل تصور ہو خواہ مکان کے اعتبار سے خواہ زمان کے اعتبار سے خواہ موضوع کے اعتبار سے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ تعاقب مماثل توالی نتائج کا مماثل مقدمات سے جن کا تجربہ کسی خاص وقتوں اور مقاموں میں ہوا ہے۔ وسط اشیا کے اُن مقامات میں جو اب تک دریافت نہیں ہوئے وہاں وہ تجربہ ناکامیاب ہو یا جمعہ جو اگلے ہفتے میں پڑے گا اُسکے اور جمعوں میں ناکامیاب ہو۔ فیصلہ قبل از تجربے کے انکار سے ایسے ہی محالات لازم آتے ہیں۔ اور اگر ایسا ہو تو تجربہ خود ہی قبل از سماعت فیصلہ نہ کرنے دیگا۔ اس لیئے کہ اب تک خواہ کسی درجے کا استصحاب جواب تک مشاہدہ ہو چکا ہے۔ یہ توقع اس سے کس طرح نکلتی ہے کہ ایسا ہی استصحاب ہمیشہ ہوتا رہے گا؟ بطور مقدمہ صرف اتنا ہی ثابت ہوا کہ یہ استصحاب آج تک جاری رہا اب آج ہی ختم ہو جانا یا آئندہ جاری رہنا دونوں علی السویہ ممکن ہیں اس واقعے سے کہ آج یہ استصحاب جاری ہے اس مفروضے کا جواب امکانی تھا یعنی اس کا جلد تر ختم ہو جانا باطل کر دیا۔ لیکن اس کے آج ہی ختم ہو جانے یا آئندہ جاری رہنے کے درمیان جبکہ دونوں امر مساوی طور سے امکانی ہیں ایک کے موافق فیصلہ کرنے کی مجال نہیں ہے۔ یہ حجت درست رہیگی سلسلۂ زمانی میں آج کہیں پڑے۔ پس درجہ استصحاب کو اس حد سے آگے جہاں تک بالفعل ثابت ہوا ہے کچھ بھی نہیں بڑھا سکتے خواہ وہ زمانہ کتنا ہی قریب تر ہو۔ پس یہ قطعی ثابت ہو گیا کہ استصحاب فطرت ایک استقرائی نتیجہ ہے جو تجربے سے حاصل ہوا ہے، باطل ہے۔ اگر استقرار سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کوئی جائز طریقہ استدلالی مراد ہے[1]۔
کس حق سے ہم اس کو تسلیم کریں؟ اس کا جواب اس مباحثے میں آگیا کہ اس سے ہماری مراد کیا ہے۔ اس سے انکار کرنے میں عالم ایسے رقوم (اجزا) میں تحویل ہو جاتا ہے جن میں کوئی معقول ربط نہیں ہے۔ اگر عالم اور جو امور اس میں داخل ہیں سب ملکے ایک منتظم کل بنتا ہے۔ پس کوئی تغیر جو عالم میں واقع ہو چاہیئے کہ اس کا یقین اس کل کی ماہیت سے ہو۔ کیونکہ مختلف موقعوں پر اس تغیر کا وقوع (الا یہ کہ اس کے شرائط یکساں ہوں

---

[1] مذکورۂ بالا حجت کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں جو شاید زیادہ تر قابل فہم ہو:۔
۱۔ ایک واقعہ جو مساوی طور سے دو مفروضوں سے موافقت رکھتا ہے ان دونوں میں سے ایک کو ترجیح دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔
مثلاً ا اور ب دو شخص مشترک سرمایہ بوٹوں کا رکھتے ہیں اور ہر شخص ان میں جو جوڑا چاہتا ہے استعمال کرتا ہے نقش قدم (جوتے کے نشان) سے اس کا پتا لگانا دشوار ہے کہ اس راستے سے کون گزرا ہے ا یا ب
۲۔ جو لوگ استصحاب فطرت کو تجربوں کا نتیجہ کہتے ہیں وہ اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ تجربے سے پہلے جملہ حوادث جس حد تک کہ واقعات کی توالی میں انتظام اور عدم انتظام کا دخل ہے مساوی طور سے مظنون ہیں۔ حادثے سے مراد ہے ایک سلسلۂ واقعات خواہ وہ کتنا ہی طولانی ہو۔ (یعنی اجزاے حادثہ)
۳۔ یہ متبادل شقیں حادثوں کی چاہیئے کہ ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ سمجھی جائیں۔ یعنی بطور مقدمہ تجربہ اگر ایک حادثے کو خارج کر دیں تو اس سے کوئی بنا دوسرے حادثے کے موافق یا مخالف نہیں پیدا ہو سکتی۔ اگر یہ فرض کر لیں کہ ایک دوسرے کے موافق یا مخالف ہے رد و قبول کے لحاظ سے بعینہ یہ تسلیم کرنا ہے کہ تجربے سے پہلے ایسی یکسانی موجود ہے جس سے ہم کسی نوعی واقعے کے وقوع یا عدم وقوع کے باب میں ایک کا التزام دوسرے کے ساتھ تجویز کر سکتے ہیں اس طرح کہ ہم یہ کہہ سکیں کہ اگر ایسا ہوگا تو ایسا ضرور ہوگا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



عالم کی معینہ ماہیت کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا بلاشک اس کا انکار نہیں کیا جاتا کہ وہ تغیرات جو جزواً یکساں ہوں ایسے شرائط کی متابعت سے ہوں جو جزئی اختلاف رکھتے ہوں۔ اور یہ کام استقرائی علوم کا ہے کہ مماثلات کو اُن امور سے مخلصی دینا جو جزواً اختلافی ہوں۔ لیکن دراں حالیکہ جملہ امور مساوی ہوں۔ ایک شرط کا تعین جس کا دریافت کرنا جزئی صورتوں میں ہمارے لیئے دشوار ہے۔ کہ کہاں تک وہ شرط پوری ہوئی۔ اُنھیں شرائط سے وہی امور پیدا

---

۴۔ یہ کہ حوادث کسی خاص درجے کے انتظام کے ساتھ ۲۰۰۰ء کے ختم تک واقع ہونگے مگر من بعد کوئی خاص انتظام نہ رہے گا بلکہ جدید اصول کا عمل ہوگا۔ پھر اُس وقت سے ایسا حادثہ اس جدید انتظام سے ہوگا اور پھر ۲۰۰۰ء کے ختم تک ایسا ہی انتظام رہے گا۔ اور یہ سلسلہ حوادث بالکل ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں عقلاً کوئی تعلق ایک کو دوسرے سے نہیں ہے اُن میں سے ایک لاہے اور دوسرا ؤ۔

۵۔ ظن غالب ہے کہ ۲۰۰۰ء کے ختم پر حادثہ اس سلسلے اور انتظام سے نہ واقع ہونگے جو اب تک بکار آمد تھے۔ اُن کے حادث ہونے کے قانون ہی جدا ہونگے اور اس طرح یہ حوادث ایک سال تک اور چلیں گے۔

۶۔ جہاں سے سلسلہ انتظام بدل جاتا ہے وہ کوئی تاریخ ہوسکتی ہے بلکہ جہاں سے فرق پڑتا وہ جگہ بھی اور رہی ہوگی کوئی جگہ ہو اور صیغہ واقعات بھی بدلا ہوا ہوگا۔

۷۔ لہذا واقعہ نفس الامری کی حقیقت سے کوئی وجہ ترجیح مفروض اتصال واقعات کی نہیں پیدا ہوسکتی کہ جو انتظام ہم نے اب تک مشاہدہ کیا ہے اُس کے موافق وقوع یا عدم وقوع ہوگا جزواً یا کلاً بجائے اُس کے اور کوئی انتظام اور ترتیب ہوگی یا ہوگی جو کسی خاص وقت یا مقام یا صیغہ سے متعلق ہے جس کا کوئی تجربہ اب تک نہیں ہوا اور نہ تجربے سے اسکی تصحیح ممکن ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہونا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو عالم کسی دوسری صورت میں ناقابل تعقل یا غیر معقول ہے۔ اگر کوئی شخص اس دوسری شق کو اختیار کرنا پسند کرتا ہے تو استدلال کے ذریعے سے اُس کو اس سے نکالنا غیر ممکن ہے اس لیئے کہ اُس نے عقل کی طرف رجوع کرنے کو پہلے ہی نامنظور کیا ہے۔ کم از کم یہ ہے کہ ہم اُس کو یہ شق نہ ماننے دیں گے۔ بفرض تسلیم محال خود تجربے سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

---

لہ تعلیل کے بیان میں اس باب میں واقعات کے تعاقب کو خاص اہمیت دیگئی ہے۔ لیکن علمی توضیحات میں معیت پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے یعنی باہمی ربط وارتباط کے اصول پر جس کا یہ منشا ہے کہ جو امور ایک ساتھ واقع ہوتے ہیں ان میں سے ایک کو دوسرے سے ایسا ربط ہے کہ ایک کے وقوع سے دوسرے کے وقوع پر حکم لگا سکتے ہیں نہ اس طرح کہ ایک سے دوسرا مقدم ہے۔

معیت کا منشا یہ ہے کہ علت اور معلول میں درحقیقت نسبت معیت کی ہوتی ہے نہ کہ تقدم وتاخر ۱۲۔

دیگر یہ کہ اگر ایک سلسلۂ حوادث جو کسی وقت مفروض میں واقع ہو وہ کسی ایسے موثر کا فعل سمجھا جائے جو موثر اس توالی واقعات کا تابع نہیں ہے اس صورت میں جو مستقبل معلوم ہوتا ہے اُس کو حال اور ماضی کی علیت میں شمار کر سکتے ہیں اگرچہ مستقبل حال کا تعین اُس معنی سے نہیں کرتا جیسے مقدم متاخر کو متعین کرتا ہے۔ موجودہ باب ضرورت سے زیادہ مابعد الطبیعی بحثوں سے مالامال ہے۔ لیکن یہ ملحوظ رہے کہ قانون تعلیل میں موالات یا تعاقب کو دخل نہیں ہے یہ ادراک نفس الامری پر موقوف ہے اگر کوئی شے اپنی ماہیت سے دوسرے میں کوئی تغیر پیدا کر سکتی ہے تو یہ ہمیشہ اُس پر یہ تاثیر کرے گی یعنی ایسا ہی تغیر ہمیشہ پیدا کرے گی مثلاً مثلث کی ماہیت ہے کہ اُسکی پیمائش نصف اُس سطح کی ہو جو کہ ماہین دو متوازی خطوں کے ایک ہی قاعدے پر واقع ہو جن کے درمیان اور جس پر مثلث ہے زمانہ متاخر میں اصول علمی کے بیان میں حتی الوسع تعاقب کو طرح کر کے بجائے اُس کے معیت کو داخل کرتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



# باب بستم

## وہ ضابطے جن سے علل اور معلولات پر حکم کرتے ہیں

باب گزشتہ میں معلوم ہوا کہ تجربے سے استدلال کرنے کی بنا اس تعین پر ہے کہ عالم میں کلی ارتباطات موجود ہیں۔ اگر زمین کے کناروں[1] کے گرنے کی کوئی اصلی وجہ نہیں ہے تو اُن حالات کو ملاحظہ کرکے جن میں ایسا وقوع ہوا کرے حکم کرنا حماقت ہوگی کہ آئندہ اگر ایسا ہو تو یہ ہوگا۔ لیکن جب ایسے کلی ارتباط موجود ہیں تو ان حالات کی جانچ ہمکو اُن کے دریافت کرنے میں مدد دے گی۔ اور اگر ہم ان ارتباطات کو پہچان لینگے تو پھر حسب واقعات ہم اُن کی تعمیم بھی کرلیں گے۔

مسئلہ یہ ہے کہ اُن کو کس طرح شناخت کریں اور واقعی دریافت کرنا اسباب کا مشہور مفہوم استقرائی علم کے فائدے کا ہے لیکن علت ایک نسبت ہے اور ہم کیونکر اس کا تعین کریں کہ کس کو کس سے وہ نسبت ہے؟ خود نسبت کا ادراک بذریعہ حواس ہو نہیں سکتا۔ جو حوادث واقع ہوتے ہیں اُن میں کسی طرح اُن خطوط کا نشان نہیں ملتا۔ جن میں علیت کا مشاہدہ ہو سکے جو اس ربط کا باعث ہے۔ وہ جیسے ہم وحشیوں کا طفلانہ وہم کہتے ہیں جن کا یہ خیال تھا کہ سیانے کے چھومنتر سے بارش ہوگی یا ڈائن کی

---

[1] اس مطلب کے لئے لفظ کگار مستعمل ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



نظر سے غلے کا کھیت مرجھا جائیگا - یا جب ایک اور منزل تہذیب کی طے ہوئی زینے کے نیچے ٹہلنے سے یا نمک کے گر پڑنے سے کوئی آفت آئے گی - یہ باتیں کبھی نہ نکلتیں اگر تم یہ مشاہدہ کر سکتے ہو کہ کن آثار سے یہ حادثے ربط رکھتے ہیں جس طرح تم یہ مشاہدہ کرتے ہو کہ سیانا منھ بنا بنا کے کچھ بڑبڑا رہا ہے یا نمک میز پر پڑا ہوا ہے ہم ان امور کو مشاہدہ کرتے ہیں لیکن اُن کے ارتباط کا مشاہدہ نہیں کرتے یہ امور صرف بالواسطہ معلوم کیئے جاتے ہیں یہ سوچ کے کہ اگر ان میں ارتباط ہے تو آیا حوادث کا وقوع اُسی طرح ہوا ہے جس طرح ہونا چاہیئے - علیت کے تصور میں استصحاب کی فعلی اہمیت شامل ہے - بہت سے حادثات ہر آن میں ساتھ ہی ساتھ واقع ہوا کرتے ہیں اور جو حوادث ایک آن میں واقع ہوتے ہیں وہ مجموعًا مابعد کی آن کے حوادث کے اسباب ہیں - لیکن کون کس کا سبب ہے صرف ایک تعاقب کے تجربے سے اس کا تعین نہیں ہو سکتا - ایک شب کو جب کہ کہرا پڑ رہا تھا ایک شخص گھنٹے بھر تک اپنے باغ کے گرد دوڑا کیا جب وہ دوسرے دن صبح کو اُٹھتا ہے تو اُسکے پاؤں تھم ہو گئے

---

لہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو واقعہ آج ہوا ممکن ہے کہ جزاً ایسے کسی حادثے کے سبب سے ہوا ہو جو آج کے دن سے بہت پہلے واقع ہوا تھا - مثلاً ایک شخص اپنی زندگی کی اکیسویں سالگرہ کے دن ایک میراث حاصل کرے ایک وصیت کی بنا پر جو اسکی پیدائش سے بہت زمانہ پیشتر عمل میں آئی تھی - ہم من بعد ملاحظہ کریں گے کہ عملاً یہ ہمیشہ مناسب نہیں ہے کہ جو شرائط اُس سے بلا فاصلہ پہلے وقوع میں آئے ان کو سبب کہا جائے اور سبب بعید کو اگر یہ نام دیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے - لیکن وارث جائداد پر قبضہ حاصل کرتا ہے اس لیئے وہ آج اکیسویں سال کو پہنچا ہے اور وصیت پر اس طرح نظر کریں کہ اُس نے ایک مستقل قانونی حیثیت کی ابتدا کی تھی باعتبار مال کے پس جو بیان متن میں ہے وہ صحیح اور درست ہے اُس سیاق سے جو اُس کی مراد رکھی گئی ہے ۱۲ مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہیں اور دہلیہ کے پھول اُس کے باغ میں سیاہ ہو گئے ہیں اگر اُسکو ایسے واقعات کا درحقیقت اور کبھی تجربہ نہیں ہوا سوائے اس تعاقب کے تو وہ یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ کہرے نے اُس کے پاؤں کو تھم کر دیا اور اُس کے دوڑنے سے دہلیہ کے پھول سیاہ ہو گئے یا بالعکس[1] - لیکن تعلیلی نسبت میں یہ امر شامل ہے کہ اگر دو چیزیں درحقیقت علت و معلول ہیں تو ایک کا وقوع بغیر دوسرے کے ہرگز نہیں ہو سکتا - پس جب وہ اپنے اس تجربے کو اور تجربوں سے مقابلہ کرے گا تو یہ نتیجہ نکال سکے گا کہ باغ کے گرد دوڑنے سے پھول سیاہ نہیں ہوتے کیونکہ کسی دوسرے وقت وہ باغ کے گرد دوڑا کیا اور پھول سیاہ نہیں ہوے اور کہرے کی رات نے اوسکے پاؤں کو تھم نہیں کیا کیونکہ ایک اور شب کے دوڑنے کے بعد صبح کو جب وہ بیدار ہوا تو اُس کے پاؤں میں کسی قسم کی کرختگی نہ تھی - اس حد تک وہ صرف اُن ارتباطات کو باطل کرے گا جن پر اُس کا ذہن عجلت کی وجہ سے جا کودا تھا - یہ ثابت کرنا کہ کہرے سے پھول سیاہ ہو گئے اور دوڑنے کی وجہ سے اُس کے پاؤں تھم ہو گئے تھے زیادہ دشوار معاملہ ہے کیونکہ محض یہ واقعہ کہ ایک حادثہ دوسرے کے بعد واقع ہوا اس سے ثبوت نہیں پیدا ہوتا - تاہم تکرار اُسی حادثے کی مختلف حالات میں امکانات کے میدان کو برابر تنگ کرتی جاتی ہے کیونکہ کوئی دو حادثے ٹھیک ٹھیک علت و معلول ہو سکتے ہیں جن میں سے ایک کسی صورت میں واقع ہوا ہو اور دوسرا نہ ہوا ہو - پس اگر ہم یہ ثابت کر سکیں کہ منجملہ حالات جن میں سیاہ ہو جانا دہلیہ کے پھول کا مشاہدہ ہوا ہے صرف کہرا ہی ایک ایسا واقعہ ہے کہ کسی موقع پر اُس کا وقوع ایسا نہیں ہوا کہ پھولوں کا سیاہ ہو جانا واقع نہ ہوا ہو - نہ ایسا ہوا کہ پھول سیاہ ہوے اور وہ نہ پڑا ہو بس سوائے کہرے کے ایسا کوئی واقعہ نہیں جسکی طرف دہلیہ

---

[1] یعنی کہرے سے پھول سیاہ ہو گئے اور اُنکے سیاہ ہو جانے سے پاؤں تھم ہو گئے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کے پھولوں کا سیاہ ہو جانا منسوب کیا جائے۔

اس مثال میں وہ سادی اصل پائی جاتی ہے جسپر استقراء کے استدلال کی بنا ہے: اگرچہ استقراء کی مزاولت کامیابی کے ساتھ ایسے استدلال کے علاوہ بہت کچھ چاہتی ہے۔ کسی اثر[۵۱] (ظہور) کی علت اس نسبت کے صحیح مفہوم سے۔ اس اثر سے یہ نسبت رکھتی ہے کہ اسکا[۵۲] وقوع ہو جب اُس اثر (ظہور) کا وقوع اور ہرگز وقوع نہو جبکہ اس کا وقوع نہو۔ یا متغیر ہو جبکہ اثر متغیر ہو یا ثابت رہے جبکہ اثر ثابت رہے جبکہ صلاحیت تغیر کی رکھتا ہو باعتبار مقدار یا درجے کے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اگر ایک محدود شمار میں دو خاص حادثوں کا وجود یا عدم یا تغیر یا عدم تغیر مشاہدہ ہوا ہو مثلاً ا اور لا کا مع ایک دوسرے کے تو اُن میں علت اور معلول کی نسبت ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اور حادثہ جب بھی یہ شرطیں پوری کرتا ہو اس حدتک یہ غیر ممکن ہے کہ صرف ا کو علت کہا جائے

---

۵۱ میں نے لفظ اثر (ظہور) کو استعمال کیا ہے کیونکہ یہ عام ہے: حادثہ جیسے صاعقہ کا گرنا جیسی کہا جا سکتا ہے (اصطلاح حکمت میں) یعنی جیسی ظہور یا خود صاعقہ کو ایک شے کہہ سکتے ہیں۔ یا گرنے کی رفتار کو وصف کہہ سکتے ہیں یا مثلاً جذب کو قانون کہہ سکتے ہیں۔ اس لفظ کے حسب محاورہ عام یہ معنی نہیں ہیں کہ جو چیز حواس سے محسوس ہو۔ لفظ اثر (یا ظہور) سے کوئی شے یا خاصہ یا اصل یا حادثہ مراد لیجا سکتی ہے جس کو ہم علمی تحقیق کا موضوع قرار دیں یا واسطۂ تحقیق کے لیئے استعمال کریں۔ ایک اعم اصطلاح کی ضرورت ہے جسکے یہ معنی ہوں جو ابھی بیان کیئے ہیں اور سیاق عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کسی خاص مقام میں شے یا خاصہ یا حادثہ یا اصل مراد لی گئی ہے ۱۲ مہ

۵۲ اس کو حکما کی اصطلاح میں دوران کہتے ہیں جو طرداً و عکساً درست ہونا چاہیئے طرداً علت کا وجود معہ وجود معلول عکساً علت کا عدم مع عدم معلول ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



باب کو یا دونوں کے مجموع کو علت لا کی کہ سکیں لیکن یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی ایسی چیز علت لا کی نہیں ہے جو یہ شرطیں پوری نہیں کرتی اور اس اعتبار پر تمام دریافت علل کی بذریعہ تجربات کے مبنی ہے۔ اس قول میں بلاشک تکرار اُس قول کی ہے جو کہ بحوالہ بیکن کے جدید استقرار کے کہا گیا تھا۔

اس طرح استقرائی استدلال علت کی تعریف پر مبنی ہے کیونکہ جب تک ہمکو یہ علم نہو کہ نسبت تحلیلی موجود ہے ہمکو یہ علم نہیں ہو سکتا کہ بعض آثار میں یہ نسبت باہمدگر نہیں ہے۔ اور علت کی تعریف سے مطالب علت کے پیدا ہوتے ہیں اور وہ ضابطے جنسے کہ یہ حکم کیا جاتا ہے کہ دو حادثوں (آثار) میں یہ نسبت ہے یا نہیں ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے خاصے کی تعریف سے وہ مطالب نکلتے ہیں جن کو ارسطاطالیس خاصے کے مطالب کہتا ہے یا وہ ضابطے جن سے یہ حکم کیا جائے کہ ایک مفروض محمول ایک مفروض موضوع کا خاصہ ہے یا نہیں ہے لیکن اس کے ثبوت سے کہ کوئی شے اس کے سوا نہیں ہے جس کے ساتھ ان (دو) میں سے کسی ایک کو تحلیلی ربط ہو تم صرف یہ ثابت کر سکتے ہو کہ اُن میں نسبت علت اور معلول کی نہیں[1] ہے۔

جے ایس مل نے چند طریقے استقرائی تحقیقات کے بیان کیئے ہیں۔ یا جس نام سے اُس نے خود نامزد کیا ہے استقرائی (یا تجربی) طریقے۔ ان طریقوں سے مل نے اپنی کتاب نظام منطق میں بہت کچھ اہمیت منسوب کی ہے اُس کا نام طریق توفیق طریق تفریق طریق بقایا (طرح) اور طریق سعیت تغیرات (تخمین الوصف بالوصف) اُس نے رکھا ہے۔

---

[1] کسی اور شے کے علت نہ ہونے سے تم یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ جس چیز پر تمھارا گمان ہے وہ ضرور علت ہے جب تک کہ شے مفروض سے کامل شرائط علیت کے نہ پیدا ہوں اور یہ ثابت ہو سکے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اس کے بیان کے نقصانات میں ایک ایسا نقص ہے جو ایک خاص درجے سے مضمون استقراء کو تاریک کر دیتا ہے۔

ہم اس نقصان کی ماہیت اُس صورت میں سمجھنے کے قابل ہونگے جب ہم کو اس کا تحقق ہو کہ اصل استدلال استقرائی کی بنا ارتباط تعلیلی کی غلط نظریات کے بطلان میں واقعات کا استعمال کرنا ہے۔ جیسا کہ خود مل نے کہا ہے کہ ایک طریق عمل طرح کرنے کا ہے واقعات سے بلا واسطہ یہ امر کبھی ظاہر نہیں ہو سکتا کہ ا علت ہے ل کی تم یہ نتیجہ اُس وقت نکال سکتے ہو کہ سوا اُس کے اور کوئی چیز علت نہیں ہے اس کے دکھانے کے لیئے کہ اور کوئی شے نہیں ہے بے شک سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ تمکو معلوم ہو کہ اور کون سے حادثات ہیں۔ جن میں علت کو تلاش کرنا چاہیئے، کوئی مستقل قانون موجود نہیں ہے۔ جس سے تم کسی اثر کے پہلے جو واقعات ہوتے ہیں یا اُس کے بعد ایک امر واحد کو علیحدہ کر لو کہ (مل کے ایک جملے کو ہم مستعار لیتے ہیں) جب تک تم کو یہ معلوم نہو کہ کون سے حالات مختلف موقعوں پر کون سے امور کے پہلے یا بعد آیا کرتے ہیں۔ لیکن اس کا عمل میں لانا استدلال استقرائی کا کوئی جز نہیں ہے جن پر ہم اب غور کر رہے ہیں خواہ ہم اس وقت اس کو ترک کر دیں یا یہ سمجھ لیں کہ یہ ہو چکا ہے۔ سب سے اہم چیز جسکو یہاں ملاحظہ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ تم یہ نہیں دریافت کر سکتے کہ علت کیا ہے الّا اُس صورت میں جبکہ تم تردیدی شقوق کو طرح کر دو۔ تاہم اسکو بھی تکمیل کے درجے تک عمل میں لانا اکثر غیر ممکن ہوتا ہے پھر بھی ماہیت تمہارے استدلال کی ٹھیک ویسی ہی ہے جبکہ تم اس نتیجے پر پہنچے ہو کہ علت یا ا ہے یا ب ہے یا ج ہے یا یہ کہ تم ب اور ج کو بھی طرح کر دو اور تعین کر دو کہ علت ا ہے۔ مزید برآں اس میں کوئی فرق تمہارے استدلال کی ماہیت میں نہیں پڑتا۔ اس حیثیت سے کہ ایک طریق عمل علت تک پہنچنے کے لیئے ہونا چاہیئے۔ خواہ شقوق تردیدی کے بطلان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہی سے ہو۔ وہ اصول کیا ہیں جنکی طرف ان شقوق کے باطل کرنے کے لیئے تم رجوع کرتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ کوئی چیز لا کی علت نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ بعض شرطوں کو پورا نکرے۔ جب لا کا وقوع ہوتا ہے تو وہ کیا چیز ہے جو حاضر نہیں ہے اور جب لا کا وقوع نہو تو وہ کیا چیز ہے جو غائب ہے۔ جس میں تغیر نہیں ہوتا ہے یا قائم رہتی ہے جب لا میں تغیر نہو یا اس کو قیام ہو۔ یہ کافی ہے کہ ثابت کردیا جائے ایک شرط اُن شرائط سے پوری نہیں ہوتی ایک مفروضہ واقعہ ف کے ساتھ پس اس سے ثابت ہو جائیگا کہ ف علت لا کی نہیں ہے کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ کون سی شرط ہے۔ یہ گمان نہیں ہے کہ ہر جزئی تحقیقات میں ہر مفروض تردیدی شق جسکو ہم باطل کرتے ہیں کہ وہ علت نہیں ہے اثر زیر بحث میں ایک ہی شرط کے پورا نہ کرنے کی بنا پر خارج کردی جائیگی ظن غالب ہے کہ ہمارے تجربے کے واقعات ہم پر ثابت کریں گے کہ فلاں امر کا وقوع ہوتا ہے جبکہ اثر موجود نہیں ہوتا اور اثر واقع ہوتا ہے جبکہ دوسرا کوئی موجود نہیں ہوتا ایک تیسرا واقعہ باعتبار مقدار یا درجے کے درصورت جمیع اختلافات اثر کے متاثر نہیں ہوتا وقس علیٰ ہذا ۔

ہماری تحقیقات کے جاری رکھنے کے لیئے جو امر ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم اس شق کو علت فرض کرتے ہیں تو یہ کس واقعے کے منافی ہے پس اس شق کو طرح کردینا چاہیئے اور اب علت اُن میں سے ہے جو باقی رہ گئے ۔

پس استقرائی تحقیقات کا اصل اصول طرح کرنے کا طریق عمل ہے۔ یہ استدلال انفصالی ہے۔ اور ہیئت استدلال کی نہ طرح کی تکمیل (یعنی

---

لہ صاف لفظوں میں وجود عدم و تغیر ہر حالت میں لا کا ساتھ دیتے ہیں جب لا موجود ہو وہ بھی موجود ہے جب لا موجود نہ ہو وہ بھی موجود نہیں ہے جب لا میں تغیر ہو اس میں بھی تغیر ہو۔ ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



یہ واقعہ کہ اب کوئی شق نتیجے میں باقی نہیں رہی) سے متاثر ہوتی ہے نہ طرح کی بنا[۱] سے جو استعمال کی گئی ہے۔ لیکن مل نے اپنے طرق کو اس صورت سے بیان کیا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو (ا) کہ اُن کا استعمال اسی حالت میں ہوگا جبکہ طرح کامل ہوگئی ہو (ب) جب طرح کی بنا میں اختلاف ہوتا ہے تو اُن میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ بہت ہی کم شمار اُن استدلالات کا رہجاتا ہے جو ان میں سے کسی طریق کے مطابق ہو۔ لیکن اُس کے اس حصہ تصنیف نے جو اعتبار پیدا کرلیا ہے اور اس سے بھی زیادہ وہ رواج جو اُن طریقوں کے ناموں کو دیا گیا ہے جس میں اُس کا مسئلہ استقراء مندرج ہے ہمکو مکررا اسی قسم کے فساد کی دھمکی دیتا ہے جو اس فرض سے پیدا ہوا کہ ہر حجت قیاس کی صورت میں تحویل ہوسکتی ہے جس طرح وہ حجتیں جو قیاسی نہیں زبردستی قیاس کی صورت میں توڑ مروڑ کے داخل کی گئی ہیں جس سے قیاس کی اصلی ماہیت کے سمجھنے میں خرابی ہوتی ہے استدلال کی اور صورتوں میں اور قیاس میں کیا فرق ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا[۲]

اُسی طرح استقرائی حجتوں کی کسی ایک طریق کے قانون سے زبردستی غلط مطابقت کی جاتی ہے جس سے ذہن کو سوائے تشویش وحیرت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس طریق عمل میں ہمکو یہ ماننا پڑتا ہے

---

[۱] یعنی فلاں واقعہ کس بنا پر طرح کیا گیا ۱۲ م

[۲] متقدمین کا یہ خیال تھا کہ ہر استدلال قیاس کی صورت میں بیان ہوسکتا ہے اب اُسی طرح مل کے ان طریقوں کے رواج سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں استقراء کا حصر انھیں طریقوں میں نہ سمجھ لیا جاے اور ہر استقرائی تحقیق کو خواہ مخواہ کسی ایک طریق کے تحت میں لانا ضروری ہوجائے جو خرابی متقدمین کے اُس حسن ظن سے ہوئی جو اُنکو قیاس کے ساتھ تھا اب ویسا ہی حسن اعتقاد متاخرین کو ان طریقوں کے ساتھ ہوگیا ہے اس سے بھی استدلال کے منافی طبیعت ہونے کا اندیشہ ہے ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کہ کوئی خاص صورت (بالفرض) صرف ایک ہی صورت ہے جس میں متعدد مثالیں کسی اثر کی موافقت رکھتی ہیں تاکہ قانون توافق کی جہت سے یہ نتیجہ نکلے کہ یہ واقعہ اس اثر کی علت ہے جبکہ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ یہی ایک ایسا واقعہ نہیں ہے۔ اور ہم خوب[1] جانتے ہیں کہ ان مسلمات کی بنا پر یہ نتیجہ درحقیقت نہیں نکلتا کہ یہی علت ہے۔ تو ہم پریشان ہوتے ہیں ایک ایسی منطق سے جو اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ یہ علت ہے۔

مل کی کتاب میں بعض مقامات (اور یہ کل کی حالت اکثر ہے) ایسے ہیں جو ضمناً اس کی غلطی کی تصحیح کرتے ہیں۔ وہ جسے طریق توافق کہتا ہے اس کے بیان میں لکھتا ہے طریقہ دریافت اور ثبوت قوانین فطری کا جسکا ہم نے امتحان کیا ہے اس علم متعارف کی بنا پر جاری ہوتا ہے جو واقعات بغیر نقصان پہنچانے اثر کے خارج ہو سکیں یا غیر موجود ہوں باوصف اثر کی موجودگی کے ان واقعات سے اور اس اثر سے تعلیلی ربط نہیں ہے جبکہ تعلیلی واقعات اس طور سے مطروح ہو جائیں اور صرف ایک ہی باقی رہجاے تو وہی علت ہے جس کی ہمکو تلاش تھی۔ اگر ایک سے زائد ہوں تو یا وہ خود یا کوئی اُن میں سے علت ہے اور یہی قاعدہ بعینہ معلول پر جاری ہو سکتا ہے۔ یہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ میں خود اس طریق سے استدلال کر رہا ہوں کیونکہ میں صرف نتیجے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اثر کی علت یا ایک ہے یا دوسرا ہے چند متبادل شقوں سے کوئی متعین حل میں نہیں پیش کر سکتا۔ لیکن اس کے بعد ہی جو بیان ہے اُس میں اس سے غفلت کی گئی ہے: چونکہ یہ طریقہ مختلف مثالوں کو مقابلہ کر کے اُن میں صورت اتفاق کے دریافت ہونے پر

---

[1] جب ہم نفس الامر کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ جو نتیجہ منطق استقرائی کے استعمال سے نکالا گیا ہے درحقیقت وہ صحیح نہیں ہے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جاری ہوتا ہے میں نے اس کا نام طریق توافق رکھا ہے اور اس کے جاری کرنے کے لیئے یہ قانون ہم مقرر کر سکتے ہیں جسکو مل نے اسطرح بیان کیا ہے:۔

اگر اثر زیر بحث کی دو یا زیادہ مثالیں صرف ایک واقعہ مشترک رکھتی ہوں تو وہ تنہا واقعہ جس میں تمام مثالیں موافقت رکھتی ہیں۔ علت (یا معلول) اثر مفروضہ کا ہے۔

جس شخص نے خود کوشش کی ہوگی وہ جان سکتا ہے کہ ایسی صورتوں کا حاصل کرنا جس میں یہ قانون جاری ہو سکے کس قدر دشوار ہے کیونکہ یہ شاذ و نادر ہوتا ہے کہ مثالوں میں صرف ایک واقعہ مشترک ہو جہاں ایسی مثالیں نکل آئیں وہ تحقیق کرنے والے کیلیئے خصوصیت کے ساتھ مفید ہیں اور اسی لیئے بیکن نے اپنی فہرست میں اُن کو سب سے پہلے رکھا ہے اوّلی مثالیں (وہ جن کو سب سے پہلے ملاحظہ کرنا چاہیئے)۔ لیکن اُس صورت میں کیا ہوگا جب تمھاری مثالوں میں چند امور مشترک ہوں؟ کیا وہ تحقیق کرنے والے کے لیئے بیکار ہوں گی؟ تمام عضوی دنیا میں یہ مشاہدہ ہوا ہے کہ انواع کی چند صنفیں خاص صلاحیتیں اپنی ساخت میں رکھتی ہیں۔ یعنی ایسی ساخت جس سے کسی خاص مقام میں زندگی کرنے کے قابل ہوں۔ یہ سوال کہ یہ کیونکر ہوا اس کے چند جواب دیئے گئے ہیں۔ سب سے قدیم جواب: اُسکو صانع عالم جلشانہ کی خاص مشیت کی جانب منسوب کرتا ہے۔ دوسرا موروثی اثر استعمال و عدم استعمال کا ایک اور جواب زندہ رہنا اُن افراد کا جو بخت و اتفاق سے ایسا جسم لیکے پیدا ہوئے تھے جو بہ نسبت دوسرے افراد قریب کے کسی خاص حیثیت اور شرائط سے زندگی بسر کرنے کی خاص صلاحیت رکھتے تھے وہ باقی رہگئے۔ اور جن میں یہ قابلیت نہ تھی وہ فنا ہو گئے۔ اب اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ بعض صلاحیتی ساخت مثلاً کچھوے کی پشت سینگ کے مادے کی بنی ہوئی اور رقیق الجسم جانوروں کے گھونگھے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



استعمال سے قابل ترقی نہیں ہو سکتے مثل عضلات کے تو ان تجویزوں سے ایک باطل ہو جاتی ہے کم از کم اس حد میں کہ وہ جواب کامل حل مسئلے کا نہیں ہے۔ لیکن اس میں شک رہتا ہے اس حد تک کہ ہم ساخت زیر بحث کو مشیئت کی جانب منسوب کریں یا انتخاب فطری کی جانب لیکن کسی حد تک ہم نے اپنی تحقیق کا ایک راستہ نکالا ہے اور یہ حجت ہمارے استقرائی استدلال کا ایک جز ہے۔ بہر طور مل کا قانون اس صورت میں جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ کچھوے کی سینگ کے مادے سے بنی ہوئی پشت اور ہاتھی کی طاقتور سونڈ درخت کی شاخیں توڑ لینے والی اگرچہ دونوں کی ساخت صلاحیتی ہے اور دونوں میں تدریجی تکمیل فطری انتخاب سے ہوئی ہوگی ایسی مثالیں نہیں ہیں جن میں صرف ایک واقعہ مشترک ہو۔ یہ عمدہ مشورہ ہے کہ یہ ملاحظہ کیا جائے کہ کن مثالوں میں اثر زیر بحث موافقت رکھتا ہے مگر بنا مشورے کی یہ ہے کہ تم ان واقعات کو طرح کر دو جن میں اختلاف ہے اور وہ اصل جو کہ طریق توافق کی بنیاد ہے وہ یہ نہیں ہے کہ تنہا ناقابل تغیر مقدم کسی اثر کا غالباً اس کی علت ہے کیونکہ طریق (مذکور) اکثر ایسی صورتوں میں جاری کیا جاتا ہے جہاں کوئی تنہا مقدم نہیں ہوتا عبارت یہ ہے کہ کوئی شے کسی اثر کی علت نہیں ہو سکتی جس کی عدم موجودگی میں یہ اثر واقع ہو۔ یہ دشواری ایسی مثالوں کے پانے کی جو کہ قانون اول کے لیئے مطلوب ہیں یا جو قانون دوم یعنی قانون تباین کے لیئے مطلوب ہیں کہ مل نے چار طریقوں کے (قانون توافق قانون تباین قانون باقیات قانون استلزام معیت) کے بیان سے ابتدا کرنے کے بعد ایک پانچویں قانون کا اضافہ کیا ہے جسکو وہ مرکب طریق توافق و تباین کہتا ہے۔ طریق تباین کے جاری کرنے کے لیئے تمکو ایک ایسی مثال پیدا کرنا چاہیئے جس میں اثر زیر بحث واقع ہوتا ہے اور ایک مثال جس میں واقع نہیں ہوتا ان دو مثالوں میں ہر صورت سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



موافقت ہو الّا ایک صورت میں یہ صورت صرف پہلی مثال میں واقع ہو اور یہ صورت علت ہے یا معلول یا علت کا ایک جزء لاینفک - یہ مثالیں جن کا ذکر ہوا پیدا نہیں ہوتیں فلہذا مرکب طریق توافق دنیا میں اُس صورت کو بیان کرتا ہے جس میں تم ایسے واقعے کی تلاش کرتے ہو جس کی نسبت یہ کہا جا سکے کہ صرف یہی ایک واقعہ ہے جو کسی مثال میں غیر موجود ہے جہاں اثر کا وقوع ہوتا ہے یا کسی مثال میں موجود ہے جہاں اثر کا وقوع نہیں[2] ہوتا ہے - یہاں دونوں بنائیں طرح کرنے کے کام میں

---

[1] ایسا واقعہ جو اثر زیر بحث کے ساتھ نہ وجوداً موافقت رکھتا ہے نہ عدماً وہ اثر کی علت نہیں ہو سکتا - ۱۲ -

[2] مل کی عبارت طریق مرکب کی بالکل درست نہیں ہے (منطق سوم ب ۳ ف ۴) مناسب ہوگا اگر بجائے عبارت واقعات جن میں دو گروہ حالات کے اختلاف رکھتے ہیں کہا جائے واقعات صرف جن میں دوسرا گروہ حالات کا موافقت رکھتا ہے کہ جدا ہو کے پہلے گروہ سے، ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ مل نے اس کو ضروری بیان کیا ہے کہ حدود میں طریق مرکب کے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ جملہ دیگر حالات کی نسبت کہ وہ جس کو علت کہا ہے نتیجے میں وہ دونوں صورتوں میں درست ہے یعنی اولاً وہ غائب ہے ایک صورت میں جہاں اثر زیر بحث کا وقوع ہوا ہے اور ثانیاً وہ حاضر ہے ایسی صورت میں جبکہ اثر زیر بحث کا وقوع نہیں ہوا ہے - یہ اس لیئے کہا گیا کہ وہ اُس اعتراض کے جواب کو پورا کرتا ہے کہ اگرچہ کوئی صورت ب غائب ہے درصورت لا لیکن کوئی وجہ نہیں ہے کہ کسی اور موقعے پر وہ لا کے وقوع کی علت کیوں نہو - جو مشکلات تعدد علل کے نام نہاد سے پیدا ہوتی ہیں اُن پر پھر بحث کی جائیگی - متن میں جو نکتہ یہاں قابل ہے وہ یہ ہے کہ یہ بالکل ممکن ہے بلکہ عموماً ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ کسی وجہ کی بنا پر علت نہیں ہے - مثلاً وقوع اثر کا بغیر اُس کے ہوتا ہے اور دوسرا دوسری بنا پر - مثلاً اس کا وقوع ہو مگر اثر کا وقوع نہ ہو اور تیسری صورت - مثلاً کہ اس میں تغیر ہو اور اثر میں تغیر نہ ہو اور یہ امور سب ایک ہی تحقیق کے اثنا میں ہوں ۱۲ مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



لائی گئی ہیں لیکن کوئی ایسی علت عالم میں موجود نہیں ہے جہاں جیساکہ اُس کے طریقوں کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے ہو کیوں اُسنے ایک اور مرکب طریق نہ اختیار کیا یعنی طریق مرکب تباین و استلزام معیت و تغیرات (تخمین الوصف بالوصف) یا توافق و باقیات وغیرہ کسی اثر کے علت کی تحقیق کا انحصار سرتاسر کسی ایک طریق طرح پر ضرور نہیں ہے؟

مذکورۂ بالا وجوہ سے مناسب ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ مل نے چار یا (پانچ) طریقوں کو بیان نہیں کیا ہے بلکہ صرف ایک ہی تجربی طریق تحقیقات ہے۔ بلاشک بیکن مل کو یہ سمجھا دیتا۔ جس کا اصل اصول یہ ہے کہ تم اولاً ایک مفروضہ اثر کی علت کے متعلق قائم کرو اور یہ ثابت کرو کہ واقعات اس کو جائز نہیں قرار دیتے کہ کسی اور علت کا یہ معلول ہو علت و معلول کی مناسبت دوسری صورت میں قائم نہیں رہتی۔ (اور بعینہٖ جب کسی چیز کے معلول کی تحقیق کرتے ہو تو یہی عمل کرو) اس صورت سے استدلال محض استقرائی ہو جاتا ہے۔ اگر تم یہ ثابت کر سکو کہ حسب اصول معلومہ و مقبولہ یہ واقعہ جسکو علت قرار دیا ہے اُس کی ماہیت اس معلول کے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اس صورت میں تمہارا استدلال قیاسی ہوگا۔ اس سے قطع نظر کرکے کہ یہ اصول کس طرح دریافت ہوئے تھے تم اُن اصول کو ایک نتیجہ پیدا کرنے کے لیئے کام میں لاتے ہو جس نتیجے کا صدق اُن کے صدق میں شامل ہے۔ اور اگر بالفرض اُن اصول کی ماہیت اس طرح کی ہو کہ ہم اُن کے صدق کو ملاحظہ کر سکتے ہوں تو وہ نتیجہ جو اُن سے نکلا ہے ضروری ہوگا اور ایسا کہ اُس کا خلاف تجویز کرنا متصور نہیں ہو سکتا۔ مثلاً فرض کرو کہ یہ مقولہ انسان ایسے لوگوں سے نفرت کرتے ہیں۔ جو اُن کو فائدہ پہنچاتے ہیں[1]۔ اولاً ہم اس کو ایک استقراء خیال

---

[1] بے شک یہ مقولہ مثل اور مقولوں کے جو انسانی فطرت سے تعلق رکھتے ہیں کلیہ نہیں ہے۔ کس قسم کے لوگ ایسے ہیں جو اپنے فائدے پہنچانے والوں سے نفرت کرتے ہیں یہ ایک امر ہے جسکی تحقیقات کرنا ہے



CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کرتے ہیں جو بدخوئی کی اکثر مثالوں سے پیدا کیا گیا ہے جس کی اور کوئی توجیہ ہم نہیں کر سکتے سوا اس کے کہ اصول مذکورہ کو مان لیں لیکن اس حد تک یہ ایک امر مجہول اور غیر موجہہ باقی رہتا ہے یہ ایک ایسی نسبت ہے کہ واقعات کے اعتبار سے اس میں بحث ممنوع ہے لیکن اس کی کوئی ضرورت نہیں نظر آتی۔ پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ انسان اپنے کو ادنیٰ مرتبے پر دیکھنے سے نفرت کرتے ہیں بہ مقابلہ ان لوگوں کے جنھوں نے اُن کو فائدہ پہنچایا ہے۔ اور اُن کو محسوس ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے اُن کو فائدہ پہنچا ہے اُن سے وہ خود پست تر ہیں اس صورت میں یہ مقولہ قیاساً منتج ہوتا ہے۔ ان اصول کی نہ صرف اصلی مقولے کی طرح تجربے سے تائید ہوتی ہے بلکہ اور طریق سے بھی ہمکو معقول معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کہنا تو اخلاقاً صحیح نہیں ہے کہ یہ ضروری ہے لیکن کم و بیش طبعی ہونا اس کا ظاہر ہے۔ جہاں ہم محض استقرار پر اعتماد کرتے ہیں وہاں طبیعت نہیں ہے۔ میں اپنے نتیجے پر قائم ہوں اس لیئے کہ اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا نہ اس سبب سے کہ اس کی کوئی ذاتی ضرورت دیکھی گئی ہے۔ اگر واقعات درست ہیں تو ضرورت بھی ہے۔ اور اگر تعلیلی نسبت کے موافق میرا استدلال ہے۔ لیکن یہ ضرورت ذاتی نہیں ہے۔ اور اگر واقعات اس کے خلاف ہوتے اور جہاں تک میری عقل کو پہنچ ہے میں دیکھ سکتا ہوں کہ واقعات اس کے خلاف ہو سکتے ہیں تو میرا نتیجہ بھی اس کے خلاف نکلتا اور اُس صورت میں اِس نتیجے کے قبول کرنے سے میں اسی طرح مطمئن ہوتا جیسے اب اس نتیجے کے قبول کرنے سے مطمئن ہوں تو ایک تعداد کثیر ایسے قضایا کی ہے جن کو ہم قبول کر لیتے ہیں اور اُن کے قبول کرنے کی اور کوئی بہتر وجہ نہیں ہے الّا یہ کہ اگر ہم اُس کا انکار کریں تو واقعات اس انکار کے منافی ہیں نہ یہ کہ اُن میں بالذات کوئی ایسا امر موجود ہے جو ہمکو اُن کے صدق پر دلالت کرتا ہے قبل اس کے کہ وہ ہمارے تجربے میں آئیں۔ جب ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہم کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تجربے کی متابعت کرنا چاہیئے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہمکو نہ چاہیئے کہ اپنے مفاہیم پر اعتماد کریں جو قبل تجربہ اُن کے صدق پر دلالت کرتے ہیں یا محض مظنہ پر نسبت اُن ارتباطات کے جو عالم میں موجود ہیں بلکہ صرف اُن ارتباطات کو قبول کرنا چاہیئے جن کے قبول کرنے پر تجربہ مجبور کرتا ہے کیونکہ کسی شق متبادل کا قبول کرنا تجربے کے منافی ہے ایسے استدلال کو ثانوی (تجربی) کہتے ہیں کیونکہ یہ واقعات سے چلتا ہے جو از روئے منطق اصول پر موقوف ہیں یا اُن کے بعد ہیں اور واقعات سے وہ اصول پیدا ہوتے ہیں جن پر واقعات موقوف ہیں۔ بالعکس قیاسی استدلال کو اولی (عقلی) کہتے ہیں کیونکہ یہ اصول یا شرائط سے چلتا ہے جو از روئے منطق نتائج سے پہلے ہیں[1]۔ جن سے وہ نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ جب استدلال اولیہ رد کیا جاتا ہے تو اُس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ ہمکو کبھی قیاسی استدلال نہ کرنا چاہیئے بلکہ صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ ایسے اصول سے استدلال نہ کرنا چاہیئے جو تجربے سے ثابت ہوئے ہوں۔

بہر صورت صرف یہی معنی ہیں جن سے رد کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ جملہ اصول کلیہ استدلال ثانوی سے حاصل ہوتے ہیں یا صرف اس طریق عمل سے کہ واقعات کا بیان اگر کسی اور اصل سے ہو تو منافات پیدا ہو قانون استصحاب فطرت کو ہم خود ملاحظہ کر چکے ہیں کہ اس طریق سے نہیں حاصل ہوا ہے کیونکہ اگر ہم ایک مرتبہ اس میں شک کریں تو یہ ثابت کرنا غیر ممکن ہے کہ واقعات اس کے کذب کے منافی ہیں یا اس کے صدق سے نہ اصول ریاضیہ تک اس طریقے سے پہنچے ہیں۔ تین بار تین نو ہے اس پر ہمکو اس وجہ سے

---

[1] یا ایک اور معنی سے جس کی تشریح ریاضی کے استدلال میں اکثر کی گئی ہے کیونکہ مقدمات بغیر اس کے کہ وہ نتیجے سے اعم ہوں یا صدق کی علت کو بیان کریں واقعات پر مبنی نہیں امکاناً جن کا اور کسی طرح واقع ہونا بھی تصور کیا جا سکتا ہے ۱۲ مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



یقین نہیں ہے کہ ہم نے تجربے سے یکے بعد دیگرے یہ ملاحظہ کیا ہے کہ نہ وہ پانچ ہے نہ دس ہے نہ کوئی اور عدد ہے سوا نو کے۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ علوم استقرائیہ میں ایک کثیر تعداد تعمیمات تک یا طریقہ تجربی (ثانویہ) سے پہنچے ہیں یا قیاس کی مدد سے اُن اصول سے اُن کو اخذ کیا ہے جن کو اس طریقے (ثانویہ) تجربیہ سے حاصل کیا تھا۔ اور ایک یا دو مثالوں سے اس کو ثابت کرنا مناسب ہوگا کہ وہ تعمیمات جو محض استقراء پر موقوف ہیں ہماری عقل کے سامنے مثل ایک سادہ دیوار کے ظاہر ہوتے ہیں جس کے پاس ہمکو پہنچنا ضروری ہے لیکن اُس میں سے کچھ ہمکو معلوم نہیں ہوتا نہ اس کو بالذات جو شناسا بنا سکتے ہیں۔ واقعات سے ثابت ہے کہ تھرائڈ غدود (غدہ ترسی) کے اخراج سے عقل کند ہو جاتی ہے کیا کوئی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ ایسا ہونا ضروری ہے؟ توضیح سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ خون کی تقسیم (دوران خون) پر جو غدود کے ذریعے سے ہوتی ہے اگر وہ غدود اپنا فعل اچھی طرح کرتا ہو دماغ کی صحت موقوف ہے لیکن یہ اثر من بعد ظاہر ہوتا ہے بہ نسبت دریافت اُن اثروں کے جو غدود کے اخراج سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور مع ہذا کیا ہم اُس ربط کو سمجھ سکتے ہیں جو واقعات سے ثابت ہوتے ہیں درمیان حالت ذہن اور صحت دماغ کے؟ اور ایک شے فرض کرو جو اکثر واقع ہوتی ہے اور اُس سے ہم بخوبی ماہر ہیں۔ دنیا میں یہ امر بالکل ایک طبعی صدا ہے کہ ہم آنکھوں سے دیکھتے کانوں سے سنتے کام و زبان سے چکھتے ہیں وغیرہ۔ لیکن اولیت کے لحاظ سے بالکل ٹھیک ہوتا اگر اس طرح ہوتا کہ ہم کانوں سے دیکھتے اور آنکھوں سے سنتے تالو سے سونگھتے اور اونگلیوں سے چکھتے بلاشک اگر ہم اونگلیوں سے چکھتے تو ہم چکھنے کے لیئے نہ کھاتے اس میں کچھ فائدے ہوتے لیکن کسی طرح ابتداءً یہ فرض ناقابل تصور نہیں ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آنکھ کی ساخت جس کے ذریعے سے روشنی کا نوکس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مختلف نقاط سے بیکبار شبکیہ کی سطح ممتد پر پڑتا ہے اور آنکھ ہر سمت میں فوری گردش کر سکتی ہے اس سے عقلاً (بداہتہً) ثابت ہے کہ وہ آلہ بصارت ہونے کے لیئے مناسب تر ہے بہ نسبت کان کے۔ اور یہ سچ ہے اس مسلمے کی بنا پر کہ روشنی کے احساس ایک عصب کے تاثر سے پیدا ہوتے ہیں تحریک جسم اثیری میں موجی حرکتوں سے آتی ہے اور قابل امتیاز رنگ موج کے طول کے اختلافات سے پیدا ہوئے ہیں اور ترتیب ان رنگوں کی میدان نظر میں مطابق اس ریشہ عصبی کے ہوتی ہے جو شبکیہ میں حسب مناسبت متاثر ہوتا ہے ہم آنکھ میں ایک عمدہ انتظام صاف ابصار حاصل کرنے کے لیئے پاتے ہیں۔ ان مسلمات میں کوئی امر ایسا نہیں ہے (جو محض استقراء سے ثابت ہوا ہو یعنی جو زیادہ معقول ہوں ہمارے لیئے بہ نسبت اس کے کہ موجی حرکتیں اثیر کی کان کے ریشوں کو تحریک دیتیں اگرچہ بلاشک ہمارا ابصار صورت مذکورہ میں کمتر مفید ہوتا۔ فی الواقع کوئی نفسی طبیعی مطابقت نہیں ہے جو بالفعل ہماری عقل میں آئی ہو۔ اگرچہ جزوی مطابقتیں مفہوم ہوتی ہوں اس معنی سے کہ وہ زیادہ اعم اصول کے موافق ہیں جو اصول عالم میں جاری ہیں کیمیائی مرکبات کے خواص کے باب میں بھی ایسا ہی کچھ کہا جا سکتا ہے۔ جن میں سے اکثر اُن کے عناصر کے خواص پر غور کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتے[۵۱]۔ لہذا جب ہم کہتے ہیں کہ مرکبات کی ساخت اُس کی ترکیب پر موقوف ہے تو ہم صرف اس امر پر اعتماد کرتے ہیں کہ سوائے تجربات ہذا کے واقعات کے جن کو ہم نے مشاہدہ کیا ہے اور کوئی امر مرکبات کی ساخت سے مناسبت نہیں رکھتا۔ ان دونسبتوں کے استقرائی تعمیمات کی وسعت و کثرت سے اس کی ضرورت نہیں رہتی۔

---

[۵۱] مثلاً گندک زرد رنگ ہے اور پارہ سفید نیلگوں ہے اور اس کا مرکب شنجرف ہے جسکا رنگ زرد اور نیلے رنگ کی آمیزش سے سمجھ میں نہیں آسکتا وقس علی ہذا ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کہ وہ جسکو بیکن "اصم اور اثباتی" کہتا ہے اُس کی زیادہ مثالیں دیجائیں نتائج کی خاصیت محض استقراء پر مبنی ہے - لیکن اس امر کے ثبوت میں کہ ذہن کو اس سے بہتر (توضیح کی) خواہش ہے ہمکو چاہیئے کہ اس کوشش کو ملاحظہ کریں جو علی الاتصال جاری رہی ہے کہ کیمیائی طریقے اصل حقیقت میں طبعی ہیں - طبعی طریقوں میں جو تمیزیں پے در پے آتی ہیں کم از کم بظاہر ایک دوسرے کا ضروری نتیجہ معلوم ہوتی ہیں - اُن کی ریاضی کی سمت میں جو اصول ایک کو دوسرے کے ساتھ ربط دیتے ہیں اُن کی بنا محض واقعات پر نہیں ہے بلکہ ضرورت پر مبنی ہیں جو اور کسی طرح مفہوم نہیں ہو سکتے - اس لیئے کیمیائی طریقے طبعی شرائط میں جذب ہو جاتے ہیں - یہ سچ ہے کہ اجسام میں ظہور جدید محسوس خاصوں کا جو طبعی کیمیائی ترکیب کے وسیلے سے ہے اُن کی توضیح نہیں ہوئی ہے لیکن یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ خواص ان میں صرف ہماری نسبت سے ہیں یعنی یہ ظہور موضوعی[1] (ذہنی) ہے - یا بالفاظ دیگر - درحالیکہ اجسام میں جو تاثرات واقع ہوتے ہیں وہ خالصاً طبعی ہیں - ہم مختلف طبعی تاثرات سے متاثر ہوکے ایسے احساسات کے مظہر ہو جاتے ہیں - جن کی کیفیتوں میں اختلاف ہے فی الحال اس کی بہت زیادہ اُمید نہیں ہے کہ نفسی طبعی مطابقت کو ہم درحقیقت سمجھ سکیں گے - ایک ترغیب یہ ہے کہ کیمیائی مرکبات میں جو

---

[1] موضوعی ذہنی یہاں بلکہ جملہ مقامات میں بمقابلہ معروضی یعنی خارجی کے ہے اصل مقصود یہ ہے کہ احساسات جن سے ظہور آثار کا علم حاصل ہوتا ہے وہ ذہنی ہیں خارج میں اُس کا وجود نہیں ہے مثلاً نارنج کا رنگ محض ذہنی ہے ضرور ہے کہ خارج میں کوئی امر نارنجی رنگ کے مطابق موجود ہو جو اس رنگ کے احساس کا موجب ہوتا ہے مگر اُس کا ذاتی علم ہمکو نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ظہور خاصیتوں کا ہوتا ہے جس کو کوئی ضروری ارتباط اُن کے عناصر سے نہیں ہے اُن کو موضوعی سمجھ لیا جائے یہ ایک جدید صورت نفسی طبعی مطابقت کی ہے جسکو ہم صرف دریافت کر سکتے ہیں مگر سمجھ نہیں سکتے[1] تاکہ ہم بقدر امکان اصول کیمیائی کو سمجھ سکیں نہ کہ ضرورۃً اُن کو صرف تسلیم کریں۔ یہ فائدہ محض ظاہری ہے حقیقی نہیں ہے لیکن اس طرز عمل سے یہ عیب کھلجاتا ہے کہ اگرچہ استقراء ہمکو دور تک لیجائے اور ہم اس مقدار سے کامیاب بھی ہوں مگر وہ ایک تنگ و تاریک راستہ تعقل کا ہے۔

اب ہم استقراء کی اہمیت پر عمومی خوض و فکر کرنے سے جزئی استقرائی استدلال کی طرف رجوع کرتے ہیں جس کی بنا اُس علم پر ہے جو تعلیلی نسبت کے مطلوبات کا ہمکو حاصل ہے۔ رفتہ رفتہ ہمکو معلوم ہوگا کہ وہ استدلال جو درحقیقت استقرائی ہے وہ ایسے طرق عمل میں داخل ہے جو زیادہ تر پیچیدہ اور جزواً قیاسی قسم کا ہے۔ جس پر ہم بالفعل غور کر رہے ہیں وہ اصولاً نہایت ہی بسیط ہے۔ کسی حادثے کی علت[2] اُن واقعات میں تلاش کرنا چاہیئے، مفروضہ صورتوں میں یہ حادثہ جن کے وقوع کا تابع ہے۔ تعلیلی حالات پر کامل تردیدات (طرح زوائد) کے بعد دلالت ہوتی ہے۔ وہ امور جو علت نہیں ہیں وہ طرح کئے جا سکتے ہیں کیونکہ وہ علیت کے شرائط کو اس حادثے کے متعلق پورا نہیں کرتے۔ وہ وجوہ جن سے

---

[1] یہ طرفہ واقعہ ہے کہ امر دریافت ہو جاتے مگر مفہوم نہ ہو جہاں کہیں طبعی اور نفسی تعلقات فطرت میں ہیں وہاں ایسا ہی کچھ ہے مثلاً ہم دریافت کر سکتے ہیں اتنی تعداد تموجات سے سبز رنگ کا احساس ہوتا ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیوں ایسا ہوتا ہے ۱۲۔

[2] اور یہی بعینہٖ معلول پر بھی جاری ہو سکتا ہے مگر میں بار بار اس کو اضافہ کرکے بیان کو پیچیدہ نہ کروں گا ۱۲ مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہم طرح کرتے ہیں یہ ہیں اور ہر ایک ان میں سے تعلیلی نسبت کے کسی مطلوب کی جانب اشارہ کرتا ہے جس کے ناکامیاب ہونے سے تعلیلی نسبت درمیان دو مفروض حادثوں کے باطل ہو جاتی ہے:-

۱- وہ کوئی چیز کسی حادثے کی علت نہیں ہو سکتی جس کے نہ ہوتے ہوئے وہ حادثہ واقع ہو۔

۲- وہ کوئی چیز کسی حادثے کی علت نہیں ہو سکتی جسکے ہوتے ہوئے وہ حادثہ نہ واقع ہو۔

۳- وہ کوئی چیز کسی حادثے کی علت نہیں ہو سکتی جس میں تغیرات واقع ہوں اور وہ حادثہ اپنی ذات سے قائم رہے۔ یا وہ چیز اپنی ذات سے قائم رہے اور حادثے میں تغیرات ہوں۔ یا اس کے تغیرات اس سے کوئی تناسب نہ رکھتے ہوں۔

ان کے ساتھ ہی ایک چوتھی وجہ کا اضافہ ہو سکتا ہے۔

۴- وہ کوئی چیز کسی حادثے کی علت نہیں ہو سکتی جبکہ کسی اور حادثے کی علت ہونا معلوم ہو۔

یہ آخری اصول بھی مثل اوروں کے باہمی (مشترک) تعلیلی نسبت کے مفہوم میں داخل ہے۔ لیکن اس کے عمل میں لانے کے لیے صرف حادثہ زیر تحقیقات کا ملاحظہ کافی نہیں ہے یا ایسے واقعات جو کم و بیش حادثہ زیر تحقیق کے عدم وقوع کی حالت میں موجود تھے۔ ہم سابق کی تعمیمات کی طرف بھی۔ حوادث کے باہمی ارتباط کے لحاظ سے رجوع کرتے ہیں۔ تعمیمات مذکورہ اس لیئے نہیں استعمال کیئے جاتے کہ ان سے ارتباط زیر بحث کی توجیہ ہو گی نہ قیاساً ان سے اس کا استخراج ہوتا ہے بلکہ صرف اس لیئے کہ متبادل شقوق حادثہ موجودہ کی توجیہ کے خارج ہو جائیں۔ اور ہمکو صرف اُسی ایک کے پہچاننے پر مجبور کریں جس کو ہم بالآخر تسلیم کریں گے۔ اس حد تک وہ استدلال جو طرح زوائد کے وجوہ پیدا کرتا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بذات خود استقرائی ہے[1] ۔ لیکن یہ بالتخصیص کسی علم کے آخری منازل سے تعلق رکھتا ہے ۔ کیونکہ دوسری تعلیلی ارتباطات کے دریافت کرنے کا یہ مقدمہ ہے اگرچہ بالفعل موجودہ تحقیقات کا ذریعہ ہے ۔

---

[1] وجوہ مذکورہ بس سے جو طرح کے متعلق ہیں اور جن پر استقرائی طریقہ مبنی ہے پہلا مل کے طریق توفیق کی بنیاد ہے اور دوسرا طریق تبائن کی اور پہلا اور دوسرا ملا کے اوسکے متحدہ طریق جمع و تفریق (توافق) وتبائن کی بنیاد ہے اور تیسرا طریق تخمین الوصف بالوصف کی اور چوتھا طریق بقایا کی بنیاد ہے ۔ یہ سب بالکلیہ عام ہیں اور ایسے طور سے بیان کیے گئے ہیں جو اُس صورت میں ٹھیک اُترتے ہیں جبکہ علت کے مفہوم میں ہر ایک ایسی چیز داخل ہو اور کوئی شے زائد اور فضول نہو جس کی کسی اثر کے حدوث میں ضرورت ہے ۔

جو تشریحات اس باب میں بیان ہوئے ہیں وہ حتماً و جزماً صرف علت محصلہ سے متعلق نہیں ہیں لیکن ایک نکتہ اہم بائیسویں باب میں بیان ہوگا جہاں علت غیر متکافیہ کی اور تعلیلی نسبتوں کی بحث ہے ۔ جبکہ علت غیر متکافیہ کی تحقیق مقصود ہو تو اور اصول کی ضرورت ہوگی مثلاً ہم کہہ سکتے ہیں جس صورت میں اگر معین تعداد شرائط کی خارج کردی جائے تو اس کے ساتھ ایک اثر کا وقوع بھی موقوف ہوجائے اگرچہ باقی شرائط موجود رہیں لیکن جب اُس تعداد کو برقرار کردیں تو بغیر شرائط کے جو باقی رہے تھے اس صورت میں معدوم ہوں اور حدوث اثر کا نہ ہو تو امر اول کو ہم علت اُس اثر کی کہہ سکتے ہیں ۔ علت اس صورت میں صرف موقوف علیہ لابدی ہے لیکن مختلف وجوہ سے لابدیت کسی خاص شرط کی ہے جسکو ہم تحقیق کرنا چاہتے ہیں ۔ حکیم لوئز نے اپنی کتاب منطق مقالہ دوم باب ہشتم میں عنوان استقرار کلیہ بذریعہ ادراک میں اس قسم کے اصول کے بیان پر کچھ توجہ کی ہے فصل ۲۶۱ میں یہ بیان کیا ہے کہ دورکن ۳ و ۸ میں کس درجہ کا تعلق ہے یہ کس طرح کے مشاہدوں سے معلوم ہوسکتا ہے باعتبار سلسلہ وقوع واقعات زیر بحث یہ فصل کتاب مذکور کی استقرائی استدلال کی ماہیت کے باب میں قابل ملاحظہ ہے اور یہ اصول مقاصد علت میں داخل ہیں اگرچہ بعض مشکوک ہوں ٹھیک اُسی طرح جیسے معلم اول نے مقاصد کو ملاحظہ کیا جن میں سے اکثر عمل کی صورت میں صادق آتے ہیں ۔ مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



یہ صاف ظاہر ہے کہ ہم ان اصول کے استعمال کو کام میں نہیں لا سکتے جبکہ حادثہ زیر تحقیق کا تصور صاف طور سے ہمکو نہ حاصل ہوا ہو اور اُن واقعات کو معلوم نہ کیا ہو اور اُن میں باہمی امتیاز نہ کر چکے ہوں جنکے ہوتے ہوئے حادثہ مذکور کا وقوع یا عدم وقوع ہوتا ہے۔ اور اگر یہ سب کچھ ہو جائے۔ تو پھر اُن کا استعمال بہت سہل ہوگا جیساکہ بیکن نے خیال کیا تھا کہ وہ ایسا کر سکتا ہے۔ استقرائی استدلال جو بذریعہ حروف تہجی کے علامتوں میں بیان کیئے گئے ہیں جس میں ایک حرف واسطے حادثہ مبحوث عنہ کے اور حروف اُن حالات کے لیئے جن میں علت کی تلاش کیجاتی ہے[۱] ہیں ان علامتوں سے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ کام ہوگیا اور اس سے استقرائی تحقیقات کی مشکلات کے بارے میں بالکل غلط خیال پیدا ہوتا[۲] ہے۔ حقیقت

---

(۱) رسالہ عقل و معقول (بھی مثل باب مذکور حاشیہ سابق) میں بعض ضوابط علت اور معلول پر حکم کرنے کے متعلق ہیں اگرچہ وہ ضابطہ اولی نہیں ہیں بلکہ مشتق اور ثانوی (یعنی فروع جو اصول سے نکالے گئے ہیں) مگر بہت ہی اہم اور ضروری ہیں مثلاً وہ جس میں چند اشیاء سے وہی معلول پیدا ہوتا ہے۔ لہذا ان اشیاء میں کوئی امر مشترک ہے جو درحقیقت علت ہے اس صفت مشترک کو ہم دریافت کرلیں۔

حروف کا استعمال بطور علامات اگر اپنے مفہوم تک محدود رہے تو اس میں مجھکو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مگر ضرور ہے کہ ہم ملاحظہ کریں کہ ہم اُن کو کس نہج سے استعمال کرتے ہیں۔ مل نے جو ان کو استعمال کیا ہے اور اُسی کی تقلید جیون اور فولر وغیرہ نے بھی کی ہے اس میں دو نقص ہیں۔ مل بڑے حرفوں کو مقدمات یا علل کے لیئے اور مطابقہ چھوٹے حرفوں کو توالی یا معلولات کے لیئے استعمال کرتا ہے۔ اس طرح بڑے اور چھوٹے حرفوں کی تعداد برابر رہتی ہے۔ لیکن جب ہم

---

[۲] ان علامتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ استقرائی تحقیق بالکل ہی آسان ہے حالانکہ وہ سخت دشوار گزار راستہ ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



یہ ہے کہ استقرائی استدلال صورۃً نہایت ہی سیدھا سادہ ہے۔ لیکن مناسب مقدمات کا دریافت کرنا بہت سخت کام ہے۔ ہیوم نے بہت خوب کہا ہے اُن ضابطوں کے بارے میں جو اُس نے علت اور معلول پر حکم لگانے کے لیئے بیان کیئے ہیں۔ اس ماہیت کے عام ضابطوں کا

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

کسی واقعہ لا کو فرض کرکے اوس کی متبادل علتیں ا ب ح دھٹراتے ہیں اس صورت میں معلولات کی وہ تعداد ہمارے پاس نہیں ہے جو کہ علتوں کی ہے۔ طریق بقایا میں یہ صورت خاص پیدا ہوتی ہے۔ اس صورت میں مجموعًا ایک تعداد بطور علل کے مفروض ہے معلولات کی تعداد زیادہ ہو یا صرف ایک ہی جس کی خاص کمیت یا درجہ ہو۔ اور اس مجموع سے ہم کسی ایک کو جو کسی مخصوص معلول کی علت نہیں ہے اگرچہ دوسروں کی علت ہو خارج کرتے ہیں (یا اگر کمیت یا درجے کا سوال ہو تو ہم اُن کو خارج کردیتے ہیں جن کا مجموعی اثر ہم کو معلوم ہے کہ اُس سے مختلف ہے جس کی توجیہ ہمارا مقصود ہے کہ وہ بقایا جز کی توجیہ نہیں کرتے) لہذا جداگانہ علامتیں اثر (یا اجزائے اثر کے لیئے) مطلوب ہیں وہ اثر جو مختلف واقعات سے پیدا ہوا ہے اور ان متعدد واقعات سے صرف ایک معلول کی علت تلاش کرنا ہے (یا جز) اسی طرح جداگانہ علامتیں علتوں کے لیے ہونی چاہئیں دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مل نے بڑے اور چھوٹے حروف جو مطابقت رکھتے ہیں استعمال کیئے ہیں مثلاً ا ب ج اور اُن کے بعد ا ب ح وغیرہ۔

برڈلا اپنی کتاب اصول منطق میں یہ اشارہ کرتا ہے کہ حروف ایسے واقعات کے لیئے لکھے گئے ہیں جو ہمارے سامنے حاضر ہوں قبل اس کے کہ ہم قوانین استقرا کو اُن پر جاری کریں لہذا اُنکی علامتوں سے یہ مراد نہ لینا چاہیے کہ ان کو کوئی تعلق ہے کہ ان کی علت کیا ہونا چاہیے مگر اس مطابقت حرفی سے ایسا ظاہر ہوتا ہے۔ واقعات نفس الامری کو جنکی علامتیں یہ تجویز کیگئی ہیں ابتدائے حال میں اس سے سروکار نہیں ہے کہ وہ اور واقعات کے ساتھ ہیں یا اُنسے جدا ہیں نہ اس سے مطلب ہے کہ اُن کے اسباب کیا ہونگے اس کا پہلے ہی سے اعلان کیا جاوے۔ اس مضمون کے متعلق بوسنکوٹ کی منطق مقالہ دوم باب ۲ جلد دوم صفحہ ۱۲۳ بھی دیکھنا چاہیے مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ایجاد کرنا بہت ہی آسان ہے۔ لیکن ان کا عمل میں لانا انتہا سے زیادہ دشوار ہے۔ اس کا ملاحظہ کرنا بہت ہی سہل ہے کہ اگر منجملہ تردیدات متبادلہ ا ب ح د .... غ علت لا کی ب ح د .... غ نہیں ہے تو وہ ضرور ا ہے۔ اور یہ ملاحظہ کرنا سہل ہے کہ اگر ج کا وقوع بغیر لا کے ہو تو یہ اس کی علت نہیں ہو سکتی لیکن یہ ثابت کرنا کہ ج کا وقوع بغیر لا کے ہوتا ہے اور یہ ثابت کرنا کہ ب د .... غ کے خارج کرنے کا کیا سبب ہے۔ اور ب ج د .... غ کو دریافت کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ اور کوئی شق ممکن نہیں ہے یہ امور انتہا سے زیادہ دشوار ہیں۔ ان عملوں کے بارے میں باب آئندہ میں کچھ کہا جائیگا یہاں ہم اس صورت استدلال سے بحث کرنا چاہتے ہیں جو انفصالی قسم کا ہے اور علامتوں کے ذریعے سے اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

لا کی علت یا ا ہے یا ب یا ج یا د .... یا غ

لہ ب یا ج یا د .... یا غ نہیں ہے۔

∴ یہ ا ہے۔

اس حجت میں مقدمہ صغریٰ جزءاً جزءاً ثابت کیا جاتا ہے بذریعہ شرطیہ حجت کے جو کہ وجوہ بالا سے ایک نہ ایک کی تردید پر مبنی ہے یا ان ضابطوں پر جنسے علت اور معلول پر حکم کیا جاتا ہے۔

اگر ب علت ہوتا لا کی تو جب لا موجود ہوتا یہ بھی موجود ہوتا لیکن اس صورت میں یہ نہیں ہے۔

اگر ج علت ہوتا لا کی تو یہ موجود نہوتا جب لا ہوتا لیکن اس صورت میں ایسا نہیں ہے۔

وقس علیٰ ہذا۔ یا اگر کوئی اس کو پسند کرے تو وہ حجت کے اس جز کو قیاسی صورت میں لا سکتا ہے۔ کوئی شے علت لا کی نہیں ہو سکتی جس کی عدم موجودگی میں لا موجود ہو ب ایسی چیز ہے جسکی عدم موجودگی میں لا موجود ہوتا ہے کوئی شے علت لا کی نہیں ہو سکتی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جس کے تغیرات کو لا سے واسطہ نہود کے تغیرات کو لا سے کوئی واسطہ نہیں ہے ؛
بے شک یہ ممکن ہے کہ ب ح د ..... ع سب طرح
کر دیئے جائیں یا یہ ثابت کر دیا جائے کہ ان میں سے کوئی لا کی
علت نہیں ہے اُسی اصول کے استعمال سے یا مقدمہ کبریٰ سے۔
اس صورت میں صغریٰ حجت منفصلہ مجموعاً ثابت ہو سکتا ہے نہ جزواً
جزواً لیکن یہ کسی وجہ سے ضروری نہیں ہے اور فی الواقع غیر معمولی
ہے اور حجت کی ماہیت پر موثر نہیں ہے۔ استقرائی استدلال کی
صورت بیانی میں مل نے صرف اسی صورت پر خوض کیا ہے۔ یہ بھی
ممکن ہے (اور اس کو مل نے قطعاً بیان نہیں کیا) کہ ہم مقدمۂ صغریٰ
مذکورۂ بالا کو مجموعاً ثابت نہ کر سکیں تو ہماری حجت کی یہ صورت ہو گی :-
لا کی علت یا آ ہے یا ب یا ج یا د .... یا غ۔
یہ ج یا د ..... یا غ نہیں ہے۔
∴ یہ ا یا ب ہے
یا یہ نہیں ہے د یا ع
∴ یہ ہے ا یا ب یا ج ....

اس صورت میں درجہ عدم تعین کا حسب صورت بیانی جو کہ تمام
تحقیقات تک باقی رہتا ہے بہت بڑھا ہوا ہے۔ اس تحلیل سے یہ بطور
کافی واضح ہے کہ تمام استقراء کی بنا استصحاب فطرت پر ہے۔ کیونکہ حجت
منفصلہ کے صغریٰ کے ثبوت میں ایک اصل کی طرف رجوع کرتے ہیں
اگر استصحاب فطرت کا انکار کیا جائے تو وہ اصل خاک میں ملجاتی ہے۔
یہ بے شک ضرور نہیں ہے کہ کسی جزوی تحقیق میں واقعات اُس شعبے
سے جس میں بحث ہو رہی ہے تجاوز کر کے استصحاب کو اُس کے
ماوراتک وسعت دیں۔ مثلاً جب ہم سرطان (مرض) کے اسباب کی تحقیق میں

---

[1] مثلاً زید کو بخار آیا اس کے اسباب کو ماحول سے تجاوز کر کے چاند گرہن
یا دیگر اسباب سماوی تک لیجائیں ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مصروف ہوں یہ کافی ہے کہ سرطان اُن شرائط کے استصحاب کا تابع ہو جو اُس کے وقوع سے تعلق رکھتے ہیں اور میری تحقیقات میں یہ واقعہ کہ بجلیاں از خود بلا کسی تعین کے کیوں گریں اُس کو خارج نہ ہونا چاہیئے۔ کوئی وجہ اس کے تسلیم کرنے کی کہ سرطان اپنے وقوع میں بعض شرائط کا تابع ہے جو وجہ بجلیاں گرنے سے کبھی متعلق ہوسکتی ہے یا کسی اور چیز سے جس کا ذکر کیا جائے اگر میں اصل استصحاب کو تسلیم کرتا ہوں تو مجھکو چاہیئے کہ از روئے منطق اسکو کلیتہً تسلیم کروں اس کے ساتھ ہی یہ قول بھی صحیح نہیں ہے کہ جملہ استقرائیات کا یہ مقدمہ کبریٰ ہے کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ استقرائی حجت اپنی صورت کے اعتبار سے قیاس ہے اور ہم یہ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ غیر ممکن ہے کہ دیکھا جاوے یہ اصل کسی استقرائی حجت کا مقدمہ کبریٰ بن سکتی ہے بہ حیثیت مجموع استدلال۔ اگرچہ اس کے جزوی استعمال سے کسی حجت کا مقدمہ کبریٰ پیدا ہو سکے جسکے ذریعے سے ہم مقدمۂ صغریٰ کا کوئی جز کسی حجت منفصلہ میں ثابت کرتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ فطرت یکساں ہے یا (چونکہ ہم فطرت کو مشکل سے حد اوسط بنا سکتے ہیں جو بمعنی فطرت مجموعی حیثیت (عالم) سے کسی جزئی موضوع پر محمول نہیں ہوسکتا) یہ کہ جملہ حوادث فطرت میں یکساں قوانین کے تابع ہیں۔ اب حجت کو اس طرح جاری کرینگے سرطان ایک حادثہ فطرت کا ہے۔ فلہذا یہ یکساں قوانین کی متابعت سے حادث ہوتا ہے مگر اس صورت میں ہم نے کوئی ترقی نہیں کی جہاں پہلے تھے وہیں رہے۔ کیونکہ یہ تو اس کی علت کو تلاش کرتے وقت مسلم تھا یا ہم مقدمۂ کبریٰ کو اس صورت میں رکھیں۔ ہر نسبت علت و معلول کی جو کہ درمیان ایک اثر اور دوسرے اثر کے مشاہدہ ہو وہ کلیتہً درست ہے اور پھر ہم صغریٰ کو اس طرح استعمال کریں نسبت درمیان ا اور لا کے نسبت علت اور معلول کی ہے درمیان ایک اثر اور دوسرے اثر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کے جو کہ مقررہ صورتوں میں مشاہدہ ہوئی ہے - اب ہم صورت قیاسی سے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ یہ کلیتہً درست ہے (اگرچہ یہ نتیجہ پہلے ہی سے ضمناً علت اور معلول کے مفہوم میں داخل ہے) لیکن پورا مسئلہ تنقیح طلب مقدمۂ صغریٰ میں بطور مصادرہ کے ہے کیونکہ جو ہمکو ثابت کرنا ہے وہ ٹھیک یہ ہے کہ ا کی نسبت لا سے وہ نسبت ہے جو علت کو معلول سے ہوتی ہے بلا قید وقت و اتفاق - کیونکہ صورت استدلالی جس سے اس کا ثبوت دیا گیا ہے - جو کہ استقرائی استدلال ہے - اُس کے متعلق کچھ بھی نہیں کیا گیا - اور ہر کوشش جس سے استقرائی استدلال کو قیاسی صورت میں تحویل کریں اس طور سے کہ اصول استصحاب فطرت کو مقدمۂ کبریٰ بنایا جائے اسی طرح ناکامیاب ثابت ہوگی ؎

اب اس کی تصریح باقی ہے کہ چند مثالوں سے اس بحث کی حقیقت ثابت کی جائے کہ استقرائی نتائج بذریعہ حجت منفصلہ شقوق متبادلہ کو باطل کرکے ثابت کیئے جاتے ہیں ؎

۱ - گرگٹ (یا قلموں) کے رنگ بدلنے کی قوت ماحول کے رنگ کے موافق رنگ تبدیل کرنے کی بخوبی مشہور ہے - یہ قوت کچھ گرگٹ پر منحصر نہیں ہے بلکہ مثلاً اکثر مینڈک بھی ایسا ہی کرتے ہیں - سوال یہ ہے کہ اس تبدیلی کی علت کیا ہے - پہلے ہمکو یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ یہ تبدیلی کسی نہ کسی طرح ماحول کے رنگ کے باعث سے ہوتی ہے - اس سے ضمناً معلوم ہوا کہ پہلے استقرار ہو چکا ہے - کیونکہ جب تک صرف یہ مشاہدہ کیا جاتا کہ مینڈک وقتہً فوقتہً رنگ بدلا کرتے ہیں تو یہ بالکل معلوم نہ ہوتا کہ اس تبدیلی کو کس چیز سے ربط ہے - مشورہ ایسا ہونا چاہیئے جو کسی عالم علم حیات کے ذہن میں آئے - (اس لیئے کہ جو لوگ شگون اور فال لیا کرتے ہیں وہ اعتبار سے خارج ہیں - لوبی نے نہایت متانت سے تحریر کیا ہے کہ دن دوپہر کو مینڈک کا رنگ بدلنا اور اسی قسم کے واقعات سے یہ بدفال لی جاتی ہے کہ مصیبت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



آنے والی ہے لیکن اس کا ثابت کرنا سہل ہے کہ یہ آثار ایسے اوقات میں بھی ظاہر ہوئے ہیں جب کوئی مصیبت نہیں آئی ) عالم حیوانات جو مشورہ دے سکتا ہے منجملہ اُن کے اس حیوان کی غذا کی ماہیت ایک ہے یومیہ اوقات اور فصول سال دوسرا۔ ضیاء شمس کی تیزی تیسرا۔ وقس علیٰ ہذا ۔ لیکن جب یہ ثابت ہوگیا کہ مینڈک اپنی غذا کو بدلتا رہتا ہے اور رنگ نہیں بدلتا رنگ کا بدلنا کس وقت یومیہ اور فصل سال پر موقوف نہیں ہے نہ روشنی کی تیزی کے درجے پر تو ان تینوں احتمالوں کو طرح کردیں گے ۔ اور علیٰ ہذا القیاس جملہ احتمالات سے قطع نظر کی گئی صرف ایک باقی رہگیا کہ رنگ کی تبدیلی ماحول کے رنگ پر موقوف ہے ۔ اس نتیجے کو بڑی قوت حاصل ہو جائے گی اگر کوئی شخص مینڈک کو اس حالت میں رنگ بدلتے دیکھے کہ اُس کا مقام بدل دیا جائے کیونکہ تمام شقوق سے ایک یہ شق باقی رہجائے گی جس میں شرائط کی تبدیلی بالفعل عمل میں لائی گئی ہے ابتدائی استقرائی حجت کہ رنگ کا بدلنا اُس زمین کے گرد و پیش پر موقوف ہے جہاں وہ حیوان بالفعل ساکن ہے اب اس پر غور کرنے کی ضرورت نہیں رہی ہم اُس چیز کو ٹھیک ٹھیک جاننا چاہتے ہیں جسپر رنگ کا بدلنا منحصر ہے ۔ مختلف رنگوں کے ساتھ اُس زمین کی امتزاجی کیفیت حرارت و برودت کے اعتبار سے ہے لیکن یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ رنگ کے فعل مکرر کو ٹمپریچر سے کوئی واسطہ نہیں ہے ۔ یہ فرض کرکے ۔ درصورت عدم موجودگی دیگر شقوق کے ۔ کہ یہ رنگ ہی پر موقوف ہے ہم یہ سوال کرسکتے ہیں کہ کس طریق سے مختلف رنگوں کی شعاعیں اس حیوان پر موثر ہیں ۔ لارڈ لسٹر نے ثابت کیا کہ یہ اثر آنکھوں کے ذریعے سے پہنچتا ہے ۔ کیونکہ ایک نمونہ رینا ٹمپوریریا کا جس کی آنکھیں نکال لیگئیں تو پھر ماحول کے رنگ میں تبدیلی کرنے سے حیوان کے رنگ پر کچھ اثر نہوا ۔ اس طرح وہ شق جو اور وجوہ سے بھی غیر معقول نہیں ہے کہ اثر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جلد بدن کے ذریعے سے پہنچتا ہے خارج ہو گئے جو اصول یہاں جاری کیا گیا ہے وہ یہ ہے کوئی چیز ایسی واقعات کی علت نہیں ہو سکتی جن کے موجود ہوتے اثر کا وقوع نہیں ہوا۔ اس نتیجے کی تائید اس واقعے سے ہوئی کہ دوسری انواع میں جو باقاعدہ طور سے اسی طرح کی تبدیلی رنگ کا اثر ظاہر کرتے ہیں ایسے افراد پائے گئے جن میں قوت درستگی رنگ کے موافق ماحول کے موجود نہیں ہے۔ لیکن جب اُن افراد کا امتحان کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ فاقد البصر ہیں۔ اب بھی سوال ہو سکتا ہے کہ آنکھ میں مختلف شعاعوں کی تحریک کے وصول ہونے سے رنگ کی تبدیلی کس طرح ہوئی۔ شاید اس صورت میں دو شقیں قابل غور ہیں ایک یہ کہ مینڈک کو ماحول کے رنگ کا شعور ہوتا ہو یا انعکاسی فعل کے آلات (پرزے اوسکے جسم میں) موجود ہوں۔ اس دوسرے شق کی اس واقعے سے تائید ہوتی ہے کہ ایک مینڈک جس کی بصارت دور کر دی گئی تھی۔ اُس نے بھاگ جانے کی سخت کوشش کے بعد گہرا رنگ ہلکے میں تبدیل کر لیا لیکن آدھ گھنٹے میں اگرچہ وہ براق روشنی میں رکھا گیا تھا پھر دوبارہ ایسا سیاہ ہو گیا جیسے کوئلہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ رنگ کا انفعال بغیر اس کے کہ رنگ کا شعور ممکن ہے لہذا شعور رنگ کو حدوث فعل مکرر کی شرائط سے طرح کر دیا اس اصول پر کہ ایسا واقعہ جسکے عدم وقوع کی حالت میں بھی کسی اثر کا وقوع ہو وہ واقعہ اس اثر کی علت نہیں ہو سکتا ہم کو ایک مشترک حالت کلی تلاش کرنا چاہیئے ایک اندھے مینڈک میں جو رنگ بدلتا ہو جب بھاگنے کی سخت کوشش کر چکا ہو اور ایک معمولی مینڈک میں جو ماحول کے بدلنے سے رنگ بدلتا ہو اور ممکن ہے کہ ہمکو یہ افراعصاب کے متاثر ہونے میں دریافت ہو جو آنکھ پر روشنی کی تاثیر سے و نیز سخت کوشش سے پیدا ہو سکتا ہو جب تک کوئی اور ہیئت جو دونوں صورتوں میں مشترک ہو بتائی جائے تو ہمکو اصول مذکورہ کی بنا پر اوسکو قبول کر لینا چاہیئے لیکن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اس کی تائید نظام اعصاب کے فزیالوجیائی فعل سے بھی ہوتی ہے جو اثر النعکاسی تعمیر میں ظاہر ہوتا ہے یہ اس سے بھی مناسبت رکھتا ہے کہ جب وہ تحریک برطرف ہوگئی تو مینڈک نے ایسے رنگ کی جانب رجوع کیا جو ماحول کے ساتھ موافقت نہ رکھتا تھا۔ لیکن اس حیوان کا رنگ مختلف قسم کی عصبی تحریک سے کس طرح متاثر ہوتا ہے؟ مینڈک کی جلد میں مختلف رنگوں کے چھوٹے چھوٹے دانے پائے گئے جسکا انتظام اس طور کا تھا جو کہ ان دانوں میں مختلف درجوں کے ارتکاز سے پیدا ہوتا ہے۔ آخری ربط رنگ کے فعل مکرر کا مینڈک میں ان رنگین دانوں کی موجودگی سے زیادہ ترقیاس ہے بہ نسبت استقراء کے۔ کیونکہ عضلات کے انقباض وانبساط میں اعصابی باہر جانے والی رو جو شرکت کرتی ہے وہ معلوم ہے اور اسی طرح یہ واقعہ کہ اندر آنے والی اعصابی رو باہر جانے والی عصب کی تاثر کو منتقل کرتا ہے معلوم ہے اور یہ ہم نے ابھی ثابت کیا کہ رنگ کا تغیر اندرونی عصبی تحریک سے ملحق ہے۔

۲۔ اب ہم ایک سیدھی سادی مثال لیتے ہیں جس میں تعمیم نہیں ہے یا بالکل کم ہے۔ کیونکہ استقرائی استدلال کسی ایک واقعہ جزئی کی علت دریافت کرنے کے لیئے کام میں لایا جاسکتا ہے جس طرح کسی کلی واقعے کے لیئے کام میں لایا جاتا ہے۔ اور یہ ضرور نہیں ہے کہ تحلیل کو اس درجہ وسیع کیا جائے کہ عام نتیجہ اس سے ممکن ہو (جسکو باب آئندہ میں ہم بیان کریں گے) فرض کرو کہ ایک مبتدی کو اپنی بائسیکل سے ایک ناخوشگوار آواز بائسیکل کے دوڑنے کے وقت نکلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے وہ اس کی علت دریافت کرنا چاہتا ہے۔ ہم مبتدی اس لیئے فرض کرتے ہیں کیونکہ جسکو مزاولت ہے اُس کی نسبت یہ خیال ہوسکتا ہے کہ اُس نے استقراء کے ذریعے سے معلوم کرلیا ہے کہ اس قسم کا شور زنجیر سے پیدا ہوتا ہے اور دوسری طرح

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کا ستور بیرنگوں سے اور یہ علم جو پہلے سے حاصل ہے اُس کو صورت جزئیہ پر منطبق کرنا قیاس ہے۔ اس مسئلے میں شقوں کا تعین جن میں علت کو تلاش کرنا چاہیئے نسبتہً سہل ہے۔ کیونکہ شور ایسے کسی پرزے میں پیدا ہوگا (یا چند میں) جو کہ یک لخت سخت نہیں ہیں۔ فرض کرو کہ اس کل کے کسی پہیئے کے دھرے کے ہتوں میں یا موڑ میں یا سرے کے ہتوں میں یا پاؤں دان کے دستوں میں یا قبضے میں یا پیچھے کی طرف چلانے کی روک (بریک) میں یا کاٹھی (بیٹھک) کی کمانیوں میں سوار کو جو کچھ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ کونسا پرزہ (ساکن) رکا ہوا ہے اور آواز نکل رہی ہے اور کونسا چل رہا ہے اور آواز نہیں ہوتی۔ اگر پہیّوں آزادانہ حرکت میں آواز بند ہو جاتی ہے تو کسی پہیئے کے دستے سے نہیں پیدا ہوتی کیونکہ پہیئے اب بھی چل رہے ہیں اور یہ شور کی علت نہیں ہے کیونکہ اُس کے ہوتے ہوئے اثر کا وقوع نہیں ہوتا نہ قبضے کے دستوں میں ہے اس کا بھی سبب وہی ہے جو ابھی کہا گیا کیونکہ پرزہ بھی اب چل رہا ہے اگر سرے کو گھمانے سے بھی آواز نہیں ہوتی یا گوشوں کے موڑنے میں وہ اُسی اصول پر سرے کے بیرنگ کو بھی چھوڑ سکتا ہے اگر ایک ایک پیڈل کو حرکت دینے سے ہوتی ہے تو پھر کسی پاؤں کے دستے سے نہیں پیدا ہوتی کیونکہ ہر پیڈل کو روک دینے پر بھی پیدا ہوتی ہے اور وہ علت نہیں ہو سکتا جسکے نہ موجود ہوتے ہوئے کوئی اثر واقع ہو۔ اسی طرح اگر وقوع ہوتا ہے تبر اس کے کہ پیچھے چلانے کی بریک روکی جائے یا جب وہ اپنے بار کو کاٹھی سے ہٹائے تو پھر ان میں سے کسی مقام میں اس کی پیدائش نہیں ہوئی اب صرف دو شقیں باقی ہیں ممکن ہے کہ دھرے کے دستوں کی کاجی میں یا قبضے کے ڈھیلے پن سے جو کھلتا بند ہوتا ہے۔ چونکہ ان دونوں شقوں میں فیصلہ کرنا ہے وہ اُتر پڑے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اور پچھلے پہیے کو پاؤں کے ذریعے سے پھرا کے سُنے اب وہ قیاسی استدلال کرتا ہوگا اس اصول پر کہ آوازیں جہاں سے نکلتی ہیں جب اُس کے قریب ہو تو بخوبی سنائی دیتی ہیں اور ان میں تمیز ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں تعمیم کی مشکل اس سے پیدا ہوتی ہے کہ اثر زیر بحث کو اور کسی اثر سے جو اس کے مماثل ہے اور مختلف اسباب سے پیدا ہوا ہے تمیز کیا جائے۔ اگر اس بائسیکل کے ہر پرزے سے مختلف قسم کی آوازیں نکلیں تو بہ سہولت امتیاز ہو سکتا ہے کہ فلاں پرزے سے آواز نکلتی ہے خواہ وہ اسی بائسیکل سے مخصوص ہو۔ یا وہ آوازوں کے اختلافات کو ملاحظہ کر سکے گو کہ ایک ہی سی ہوں کہ یہ آواز آگے سے آتی ہے اور یہ عقب سے دہنی طرف سے یا بائیں طرف سے ممکن تھا کہ (اگرچہ ابتداً نہ جانتا ہو کہ کس سمت سے آتی ہیں اُن کی صفتوں میں فرق کر سکتا ہو کہ کس قسم کی آواز ہے) کہ استقراء کے ذریعے سے یہ تعمیم کر سکے مذکورۂ بالا طریق سے کہ فلاں آواز سامنے والے دھرے کے ہتھوں سے آتی ہے اور فلاں آواز بائیں جانب کے پاؤں دان (پیڈل) سے نکلتی ہے اور مزید تجربے سے اسی طرح استدلال کرنے سے یہ ثابت ہو سکے کہ یہ صفت آواز کی تیل کی کمی سے ہے اور یہ طرز آواز کا کسی گولی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے ہے۔ لیکن جب تک کہ اثر زیر تحقیق پر یہ تحلیل جاری نہ کی جائے تو ممکن ہے کہ یہ اثر اور آثار کے ساتھ خلط کر دیا جائے جو درحقیقت یکساں نہیں ہیں اور بداہتہً غلطی اس لیئے واقع ہوگی کہ حالات موجودہ میں تعمیم کر لی جائے۔ اس لیئے اُس کو صورت جزئیہ میں ایک خاص نتیجے کو کہ خاص سبب کی طرف منسوب کرنے پر قناعت کرنا ہوگی۔ بہرطور یہ امر تعلیماً مفید ہے کہ استدلال انفصالی میں شقوں کے طرح کرنے کا طریق جو یہاں استعمال کیا گیا ہے وہ ایسا ہے جو عام نتیجے کے قایم کرنے کے لیئے مستعمل ہوتا ہے۔ کیونکہ بالفرض مبتدی نے اس آواز میں کوئی ذاتی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



خصوصیت نہیں معلوم کی جو کسی معلوم اصول سے کسی خاص مبدء سے مربوط ہو سکتی ہے تو وہ پھر رجوع کرے گا مبدء کے دریافت کرنے کی جانب اس غیر مستقیم طریقے سے یہ ثابت کریگا کہ جو مبدء ممکن الانتساب ہیں اُن میں سے کوئی ایسا نہیں ہے سوا ایک کے جنکی طرف علت و معلول کے تعلق کی مناسبت سے واقعات اس انتساب کو جائز قرار دیں ۔

پروفیسر ویسمین کا نظریہ انفصال مادۂ جرثومی بخوبی معلوم ہے۔ کیسات تولید مثل خواہ نباتی ہوں خواہ حیوانی اور اجزاء جسم سے متعدد اختلاف رکھتے ہیں اور بالتخصیص جبکہ کیسات اجزاء جسمی نمو اور تقسیم کی حالت میں ایک ہی قسم کے کیسات پیدا کرتے ہیں یعنی اُس جزو بدن سے جن سے اُن کا تعلق ہو لیکن کیسات تولیدی ہر قسم کے کیسات پیدا کر سکتے ہیں جو کہ نظام عضوی کی ترکیب میں داخل ہیں نہ محض ایک ہی جزو بدن کے۔ جب اُس کا فعل اس قسم کا ہے تو لامحالہ وہ تولیدی کیسات بھی پیدا کریں گے تاکہ آئندہ نسل کے لیئے بکار آمد ہوں۔ ویسمین کے نزدیک مسلم ہے کہ تولیدی کیسات یا مادۂ جرثومی کا جب تدرج واقع ہوتا ہے تو وہ اپنا ایک جز ابتدا ہی سے علیحدہ کرتا جاتا ہے تاکہ ایک مرتبہ اور فعل تولید کی غرض پوری ہو۔ اور یہ جواب تک مادۂ جرثومی ہے گویا نظام عضوی کے نمو تدرجی سے علیحدہ رہتا ہے اور وہ متضاد مادہ غیر تولیدی سے متاثر نہیں ہوتا جن میں کیسۂ تولیدی کی تدرجی تکوین ہوتی رہتی ہے اور چونکہ ہر نسل میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے لہذا مادۂ جرثومی علی الاتصال علی الاطلاق باقی رہتا ہے جس سے موافق اُس کی رائے کے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو خصوصیتیں کوئی فرد اپنے زمانۂ حیات میں کسب کرتی ہے اور وہ نوع میں موجود نہیں ہے اُس کے موالید میں منتقل نہیں ہوتیں کیونکہ وہ خصوصیت جو خالصاً کسبی ہے وہ صرف بدن کے جزو غیر تولیدی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



میں رہتی ہے اور مادۂ تولیدی اُس سے ابتدا ہی سے علیحدہ رکھا گیا ہے اور اُس سے متاثر ہونا ممکن نہیں ہے۔ وہ اثر جو مادۂ جرثومی تک پہنچتے ہیں صرف اُنھیں سے نسلوں پر اثر پڑ سکتا ہے اور اُن میں تغیرات کا باعث ہو سکتے ہیں اُن سب میں قابل اعتبار دو تولیدی کیسوں کا مخلوط ہو جانا جو عند التناسل واقع ہوتا ہے (کیونکہ یہ نظریہ صرف مبتازوہ سے تعلق رکھتا ہے جن کی پیدائش توالد سے ہوتی ہے) کیونکہ مادۂ جرثومی اوم (بیضہ) کا دوسرے مادۂ جرثومی سے ملجاتا ہے جس میں کم و بیش مختلف توارثی استعدادیں موجود ہوتی ہیں اور ایک طور کا کسر و انکسار واقع ہوتا ہے اور اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک جدید فرد کی تکوین ہوتی ہے جو والدین سے کسی ایک کے ساتھ بھی ٹھیک مشابہت نہیں رکھتا لیکن یہ خود رو تغیرات حسب محاورۂ ڈارون انتخاب طبعی کے عمل کرنے کے لیے مواد فراہم کرتے ہیں۔ ڈارون خود ہی یہ یقین رکھتا تھا کہ خصوصیات مکسوبہ بعض صورتوں میں توارثی ہو جاتے ہیں اور یہ بہت مشکل ہے کہ ترقی کرنے والے تغیرات نوعیہ کی توجیہ صلاحیت ماحول سے کلیتہً ہو سکے جب تک کہ اس عامل کا اثر (جسکو لامارکیین[۵۱] عامل) کہتے ہیں تجویز نہ کیا جائے۔ یہ مسئلہ علمائے حیات میں مدت سے متنازعہ فیہ رہا۔ اور اس کا قطعی فیصلہ استقرائی اصول سے شہادت کی بنا پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اکثر واقعات کی توجیہ دونوں پہلوؤں سے ممکن ہے۔ ایک اہم تحقیقات اس مضمون[۵۲] پر ایک سلسلہ تجربات کا ہے جو کہ گنی پگس[۵۳] پر کیا گیا تھا جو تیس برس تک

---

۵۱ کیونکہ لامارک نے (۱۷۴۴ء ولادت۔ ۱۸۲۹ء وفات) ایک نظریہ قائم کیا تھا کہ تغیرات نوعیہ توارث اور فراہمی آثار استعمال و عدم استعمال آلات بدن پر بہت کچھ موقوف ہیں۔

۵۲ یہ تحقیقات جی آر۔ ادمنس سے لی گئی ہے اُس کی کتاب ڈارون و ما بعد ڈارون سے ۱۲۔

۵۳ گنی پگ ایک قسم کے چھوٹے قد کے سور ہوتے ہیں ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



برون سیکوارڈ کے زیر تحقیق رہا اور دوسرے دو تین علمائے طبیعین نے اسکو زیادہ مدت تک جاری رکھا - اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اتنائے مدت تجربات مذکورہ میں بعض گنی پگس میں بعض تغیرات واقع ہوئے جن کا سبب یہ تھا کہ ماں باپ کے نظام اعصابی میں کچھ نقصان پہنچائے گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ بعض حیوانات میں صرع کا مرض ظاہر ہوا جو ان کے والدین کے فقرات ظہر یا عصب کو نقصان پہنچانے سے پیدا کیا گیا تھا۔ اس صورت میں ایک واقعہ قابل توجیہ تھا اور سبب کی تلاش انھیں حالات میں کرنا چاہیئے جسکا مصروع نسل پر اثر تھا۔ برون سیکوارڈ نے اس کو اس نقصان کی جانب منسوب کیا جو والدین سے کسی کو پہنچایا گیا تھا۔ لیکن اس کا کوئی دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ دیکھا جائے کہ اس سے یہ اثر کس طرح پیدا ہونا ممکن تھا سوا اس کے کہ یہ توجیہ درصورت عدم موجودگی کسی اور سبب کے مجبوراً تسلیم کرلی جائے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ صرع کسی اور پیدائشی نقصان پر موقوف تھی جسکو اس تجربے سے جو والدین پر کیا گیا کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن صرع آپ سے آپ گنی پگس میں پیدا ہوتے ہوئے نہیں معلوم ہوئے۔ اور اس واقعے کی عدم مظنونیت کے علاوہ اس اتفاق کی بنا پر ہم توقع کر سکتے ہیں کہ اگر مادۂ جرثومی کے کسی پیدائشی تغیر کی وجہ سے اس صورت میں ایسا وقوع ہوا تو اور صورتوں میں بھی ہونا چاہیئے۔ وسیمین نے یہ مشورہ دیا کہ اسکی وجہ والدین کا نقصان پہنچنا نہ تھا بلکہ کسی اور جرثوم صغیر نامعلوم کے باعث سے تھا جو کہ اس شگاف میں داخل ہوگیا تھا جہاں نقصان پہنچایا گیا تھا جس نے والدین سے کیکو صرع میں مبتلا کیا اور اور بیضوں یا اسپرمٹوزہ (نطفے) کو عارض ہو کے نسل میں بھی اس مرض کو پیدا کیا۔ لیکن اس مشورے کے خلاف ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ معتدبہ تعداد ایسے جرثومات صغیر کی موجود ہو جسکا ہمکو علم نہیں ہے لیکن اگر یہ جرثوم صغیر صرع کا گنی پگس میں موجود ہے تو اس کو غالباً اور موقعے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بھی بدن میں داخل ہو جانے کے بل سکتے ہیں لیکن کسی اور طرح ان جانوروں کو عارض ہوتے ہوئے معلوم نہیں ہوئے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صرع پیدا ہو سکتی ہے (اور ظاہراً منتقل بھی ہو سکتی ہے) بغیر شگاف کے اس طرح کہ سر پر ایک چوٹ ہتوڑے سے لگائی جائے اس صورت میں جرثومات صغیر کی عدم موجودگی قطعی ہے۔ ویسمین کا جواب الجواب یہ ہے کہ چوٹ کے صدمے نے صوری اور فعلی تغیرات جسمی اور اہم الدماغ کے مرکز میں پیدا کیئے جو کہ بعینہ وہی اثر ہے جو کہ جرثومات صغیر اور صورتوں میں پیدا کرتے ہیں اور اس سے صرع عارض ہوتی ہے لیکن یہ تغیرات بیضہ یا نطفے میں داخل نہ ہونگے جیسا کہ جرثومات صغیر کے متعلق تصور ہو سکتا ہے پس یہ مرض اولاد میں بلا سبب مذکور کے پیدا ہوگا۔ مزید براں ایسی صورتیں (اگرچہ واقعات ایسے جلی اور اس طرح ثابت نہیں ہیں) جن میں دوسرے امراض جو والدین کو جسمانی نقصان پہنچا کے پیدا ہوئے تھے اولاد کو عارض ہوئے وہ ایسے امراض سے تھے جو جرثومات سے پیدا نہیں ہو سکتے اور ویسمین کی رائے کے موافق یہ تجویز کہ نقصان کے صدمے سے عموماً نظام اعصابی میں ضعف پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ممکن ہے کہ اولاد ضعیف پیدا ہوئی ہو اور اُن پر مرض کا اثر فوراً ہو سکتا ہو اس سے اس کی توجیہ نہیں ہو سکتی کہ جو امراض والدین کو ہوئے اسی قسم کے اولاد کو بھی ہوں اس حد تک یہ فرضی شق کہ والدین کے نقصان پہنچنے سے اولاد میں مرض کے پیدا ہونے کو منسوب کیا جائے خارج ہو جاتی ہے۔ لیکن ویسمین کے پاس ایک آخری حجت مفروضہ لامارک کے خلاف موجود ہے کہ اگر والدین کو نقصان پہنچانے سے صرع عارض ہوئی چاہیئے کہ اولاد میں یہ مرض درصورت عدم موجودگی نقصان کے خود اولاد میں واقع نہ ہو۔ لہذا یہ ثابت کرنا ضرور ہوگا کہ اعصابی فتور (زخم) جو والدین میں صرع کا سبب بیان ہوا ہے اسی سے صرف صرع منتقل نہیں ہوا اس کا رومنس نے یہ جواب دیا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کہ صرع اچھی طرح منتقل ہوسکتی ہے کیونکہ اگر کافی امتحان کیا جائے (جو کہ اس صورت میں نہیں ہوا) ممکن ہے کہ بدنی فتور کسی عصب میں ہوں جس کی شناخت نہیں ہوسکتی۔ تاہم وہ تسلیم کرتا ہے کہ کل بحث کا نتیجہ یہ ہے برون سیکوارڈ کے نتیجۂ توجیہ کو لامارک نے کی ہے اگرچہ ثابت نہیں ہوئی مگر اُس کی تردید بھی نہ ہوسکی۔ جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ اعلیٰ درجہ کی خصوصیت رکھتے ہیں اور بہ شکل مکسوبہ خصوصیات کے منتقل ہونے کا اثباتی ثبوت دینے کے لیئے کافی ہیں۔

یہ مثال اس لیئے انتخاب کی گئی کہ اس سے یہ امر بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ کسی نتیجے کا استقرائی ثبوت اس پر مبنی ہے کہ شقوق تردیدی طرح کردیئے جائیں[1]۔ رومینس کی کتاب کا پورا باب اس مقصد سے مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔ اور واقعات کے معلوم ہونے سے علم حیات کا جاننے والا صرع کے ظہور کا سبب دوسری یا مابعد کی گنی پگس کی نسلوں میں بیان کرسکے گا۔ ایسا سبب جو واقعات اور ویسمین کے نظریۂ اتصال مادۂ جرثومی سے مناسبت رکھتا ہو۔ لیکن اس سے اس مثال کی قدر کو بحیثیت طریقۂ استدلال استقرائی کے کچھ گھٹاتا نہیں ہے بے شک یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے استدلال میں اگر مقدمات جھوٹے ہوں تو جھوٹے نتائج نکلیں گے لیکن اس کا ظاہر کردینا لازم ہے کہ عمل طرح شقوق واسطے استخراج علت کے ہے یہ ضرور تھا کہ محض وجوہ تردیدی

---

[1] رومینس کے الفاظ ایک اور تجربہ کی نسبت جو گنی پگس پر کیا گیا "فلہذا طبعی طور سے مفروضہ توارث کا مظنہ بہ نسبت اتفاق محض ایک جانب یا انتقال جراثیم دوسری جانب کے کمتر ہے"۔

---

لیکن مجھکو امید ہے کہ میں نے دونوں شقوں کو توضیح ہذا کی کماحقہ خارج کردیا۔ ڈارون و مابعد ڈارون صفحہ ۱۱۹۔

الفاظ خط کشیدہ مصنف کتاب کے ہیں ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کی جانب رجوع کرنے سے زیادہ تر کچھ کیا جاتا جس کا ذکر اس باب کے آغاز میں آچکا ہے۔ بعض نتائج کا استخراج ضرور تھا جو کہ اس شق کے تسلیم کرنے سے نکلتے ہیں جس کے لیئے زیادہ غوض و فکر کی ضرورت تھی بہ نسبت اس کے کہ یہ کہہ دیا جاتا کہ اگر یہ علت ہوتی صرع کا ظہور ہوتا جہاں اس کا وجود نہ تھا یا نہ ظہور ہوتا جہاں اس کا وجود تھا۔ اس طرح احتجاج کیا گیا تھا کہ صرع جرثوم صغیر کی جانب منسوب نہیں ہو سکتی کیونکہ اور امراض کا بھی منتقل ہونا اسی کے مثل واقع ہوا ہے جس کا پیدا ہونا کسی جرثوم صغیر سے ممکن نہ تھا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس صورت میں ہم اس اصول بسیط کو جاری کر رہے ہیں کہ وہ کوئی چیز کسی حادثے کی علت نہیں ہو سکتی جسکی عدم موجودگی میں اس حادثے کا وقوع ہوا ہو۔ کیونکہ دوسرے امراض بعینہ حادثہ صرع نہیں ہیں۔ دوسرے امراض کی شہادت بکار آمد ہونے کے لیئے یہ ثابت کرنا تھا کہ لامارک کی توجیہ جو پیش کی گئی تھی اس کی کوئی اور شق قابل تسلیم نہ تھی (بجائے جراثیم صغیر) ان امراض کے معاملے میں۔ اور اُن کی شہادت میں یہ اصل شامل تھی کہ اگر اولاد میں کسی قسم کے مرض کا ظہور ضرورۃً والدین میں اوسکے صناعی طور سے پیدا کیئے جانے کی طرف منسوب ہو تو یہ زیادہ تر معقول ہے کہ مکرر ظہور کسی اور قسم کے مرض (صرع) کا اولاد میں والدین میں اس کے صناعی طور سے پیدا کیئے جانے کی طرف منسوب کیا جائے نہ کہ کسی اور قسم کے سبب کی طرف جس کے موجود ہونے اور عمل کرنے کی کوئی شہادت نہیں ہے کہا جاتا ہے یہ اصل خود ایک اور اصل پر مبنی ہے کہ مشابہ معلولات کے بالمطابقت مشابہ علل ہوتے ہیں اور یہ سب بالآخر ہمارے تعلیلی نسبت کے فہم پر موقوف ہے لیکن جب دیکھا جائے کہ کسی مفروضہ حادثہ کسی خاص علت کی جانب منسوب کیئے جانے کے ساتھ واقعات موافق نہیں ہیں تو کم و بیش وسعت کے ساتھ فرضی نتائج کے استخراج کی اکثر ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بھی قابل ملاحظہ ہے کہ اس مثال کے بعض

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مراتب اس حجت کے محض ظنی ہیں اگر جرثوم صغیر کا داخل ہونا شگاف میں صرع کی علت ہے تو مظنون ہے کہ یہ وقوع اُس صورت میں بھی ہو جبکہ طبیعی[1] طور سے نقصان پہنچ گیا ہو اس صورت میں جہاں تک ہم سمجھ سکتے ہیں جرثوم بعینہٖ داخل ہو سکتا ہے: اس اصل کے موافق کہ مظنہ ہے کہ اس حادثے کی یہ علت نہو جو کہ غالباً بعض موقعے پر موجود پائی گئی ہے جہاں حادثے کا وقوع نہوا ہو[2] اور بالآخر رو نفس احتیاطاً یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ منسوب ہونا صرع کا اولاد میں ماں باپ کو ضرر پہنچانے کی جانب ثابت نہیں ہوا۔ کیونکہ علت ممکن ہے کہ کوئی ایسا امر ہو جو اب تک دریافت نہیں ہو سکا۔ اور اس کی وہ بات جو ابتدائے باب میں تسلیم کی گئی تھی کہ اثباتی نتیجے کا اخذ کرنا شقوق تردیدی کے طرح کی تکمیل پر موقوف ہے لیکن استقرائی صورت حجت کی اس پر موقوف نہیں ہے۔

آدم اسمتھ اپنی کتاب دولت اقوام اس مقدمے پر بحث کرتے ہوے جو کہ اشیاء کی قیمت مبلغی کے کم ہونے سے زمانۂ قدیم سے نکالا جا سکتا ہے مصنف مذکور کا منشاء یہ ہے کہ اشیاء کی قیمت مبلغی کی کمی سے علی العموم

---

[1] طبیعی سے یہاں غیر صناعی مراد ہے ۱۲۔م

[2] ارسطاطالیس نے مقالہ اولیٰ انالوطیقیا میں قیاسات موجبہ پر طولانی بحث کی ہے یعنی وہ قیاسات جن میں ایک مقدمہ یا دونوں ممکنہ یا ضروریہ ہوں اور یہ بیان کیا ہے کہ کن شرطوں سے نتیجہ امکانی یا ضروری ہوگا۔ یہاں ایک ایسی مثال لکھی گئی ہے جسکو استقراء موجبہ کہہ سکتے ہیں یہ موانات ایسے کسی محقق کے ملاحظے کے قابل ہے جو مل کی طرح خیال کرتا ہو کہ کوئی حجت استقرائی جسکو علامتوں سے تعبیر کریں (جیسے مل نے اپنے طرق استقراء کو بیان کیا ہے) چونکہ استقرائی ہے لہذا صوری ہونے میں کمتر ہے ۱۲ مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کوئی نتیجہ کسی ملک کی دولت کے متعلق نہیں نکل سکتا اگرچہ مختلف قسم کی چیزوں کی قیمت سے مقابلتہً بہت کچھ استدلال ہو سکتا ہے مثلاً غلہ یا گوشت وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ عموماً سمجھا جاتا تھا کہ مذکورۂ بالا کمی قیمت اشیا زمانۂ قدیم میں اس کا ثبوت ہے کہ جن ملکوں میں یہ امر جاری تھا اُن میں افلاس اور وحشت (بربریت) تھی۔ انھوں نے اس کے ثابت کرنے کے لیئے کہ یہ صورت نہیں ہے حسب ذیل حجت اختیار کی ہے لیکن اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ کانیں عقیم[۵۱] تھیں جنمیں تجارت کے عالم میں معدن مہیا ہوتے تھے۔ اولاً وہ کہتے ہیں کہ چین بہ مقابلہ کسی حصۂ یورپ کے زیادہ دولتمند ملک ہے تاہم قیمت فلزات نفیسہ کی وہاں بہ نسبت کسی مقام یورپ کے چڑھی ہوئی ہے۔ پس اس اصول پر کہ جب علت اور معلول کے تغیرات میں تناسب نہو تو وہ علت اس معلول کی نہیں ہو سکتی ہم کمی قیمت زر کو افلاس سے منسوب نہیں کر سکتے اس لیئے کہ بہ خلاف اس کے کمی قیمت زر موجود ہے اور افلاس نسبتہً کم ہے۔ من بعد وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ امریکہ کے دریافت ہو جانے کے بعد یورپ کی دولت میں ترقی ہوئی اور قیمت سونے چاندی کی گھٹ گئی لیکن وہ باصرار کہتے ہیں کہ ان دونوں امروں میں کوئی اتصال نہیں ہے امر اول نظام جاگیری کے زوال پر اور اطمینان عامہ کی ترقی پر موقوف ہے امر دوم زیادہ زر خیز کانوں کے دریافت ہو جانے پر۔ ان واقعات میں ربط دینے کی تائید میں وہ پولینڈ کی حالت کو پیش کرتے ہیں۔ پولینڈ سب سے زیادہ مفلس ملک یورپ کے ملکوں سے تھا جیسا امریکہ کی دریافت سے پہلے گداگری کو پہنچا ہوا تھا ویسا ہی بعد لیکن غلے کی قیمت زر (جو سب سے زیادہ مہتم بالشان پیداوار ہے) وہاں مثل اور ملکوں کے بڑھی ہوئی تھی۔

---

۵۱ ناقابل پیداوار ۱۲۔م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



افلاس کی قیمت زری کی علت ہوتی تو نہ چاہیئے تھا کہ یہ وہاں پائی جاتی جہاں قیمتیں چڑھی ہوئی تھیں۔ جانب دیگر پولینڈ میں اب تک جاگیری نظام موجود تھا پس اُس کی گداگرانہ حالت کو ان واقعات کے ارتباط سے جنکو آدم اسمتھ نے بیان کیا ہے کوئی منافات نہ تھی۔ اس ملک کے بعد افلاس میں اسپانیہ اور پرتگال کا مرتبہ تھا اور چاہیئے تھا کہ وہاں قیمتیں اُتری ہوئی ہوتیں اگر کمی قیمت اور افلاس میں ربط ہوتا بالفرض۔ لیکن یہ حالت نہ تھی قیمتیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اگر فلزات تصفیہ کے مہیا کرنے کی سہولت پر یہ موقوف ہوتا تو ایسی ہی توقع ہوسکتی تھی کیونکہ ان ملکوں کے قبضے میں امریکہ کی کانیں تھیں اس لیئے سونا چاندی اسپانیہ اور پرتگال میں کم قیمت سے خریدا جاتا تھا بہ نسبت اور کسی ملک یورپ کے پس قیمتا زری کی کمی کی علت عموماً افلاس اور بربریت نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اُن معدنوں کا عقیم ہونا ہو جن سے عالم تجارت میں سونا چاندی مہیا ہوتا ہے اور یہ استدلال استقرائی سے ثابت ہوگیا۔ آدم اسمتھ نے قیاسی دلیلیں بھی امر اخیر کے علت ہونے اور امر اول کے نہونے پر پیش کی ہیں۔ امر اول نہیں ہے اس لیئے کہ وہ مفلس ملک جو محنت اور وسائل معاش میں بہ نسبت دوسرے کے کمتر ہو وہ اتنی قیمت ایسی نسبتہً فضول چیزوں کی جیسے سونا چاندی نہیں دے سکتا بہ نسبت دولتمند ملک کے بلکہ امر آخر ہے کیونکہ قوت خرید سونے چاندی کی یعنی وہ مقدار اشیاء کی جن سے وہ خریدے جا سکتے ہیں اس پر منحصر ہے کہ اُن کے حاصل کرنے کے لیئے کیا دینا ہوگا جس سے تبادلہ ممکن ہو اور جہاں کانیں زرخیز ہیں وہاں کم مقدار محنت کی اور وجوہ معاش اُن کے حاصل کرنے کے لیئے مہیا کرنا ہونگے بہ نسبت اُن مقامات کے جہاں کانیں عقیم ہیں یعنی پیداوار بہت ہی کم ہے۔ منطقی استقرائی اور قیاسی دلیل میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



امتیاز کرے گا لیکن تحقیق کی غرض سے مسرت کے ساتھ دونوں قسموں کی دلیلیں اپنے مقصد کی تائید میں استعمال کرے گا۔

۵ - ہم آخر میں ایک مثال پورلا کمیشن رپورٹ ۱۸۳۴ء سے درباب سبب زیادتی مفلسین انگلستان جس کی اوائل صدی گذشتہ میں نہایت ہیبت ناک حالت تھی پیش کرتے ہیں جو کمشنر واسطے تشخیص علت اور تجویز علاج کے مقرر کیئے گئے تھے انھوں نے اس خرابی کو ایک اصل واقعے کی طرف حالت موجودہ میں منسوب کیا۔ یعنی اُن لوگوں کی حیثیت بلحاظ استحقاق ایسے ادنیٰ مزدوری پیشہ اشخاص سے جو مستقل محنت کے وسیلے سے کسب معیشت کرتے تھے کمتر نہیں قرار دی گئی جن کی حالۂ خیرات سے مدد کیجاتی تھی اس تنقیح کے ثبوت میں کمشنروں نے یہ دکھایا کہ اولاً یہ کہ امر زیر بحث کی جملہ صورتوں میں علت کی موجودگی پائی جاتی ہے۔ زیادتی افلاس کی ابتدا ۱۷۹۶ء سے ہے اس سال میں ایکٹ ۱۷۹۶ء جس کا یہ منشا تھا کہ کوئی شخص اعانت کا مستحق نہیں ہو سکتا جو محتاج خانہ میں داخل نہ ہو منسوخ کر دیا گیا اس وقت سے یہ رواج ہو گیا کہ حلقے کی جانب سے تمام مزدوری پیشہ لوگوں کا اطمینان کر دیا گیا کہ اُن کو ایک ہفتے وار رقم بنا بر تعداد اشخاص خاندان و قیمت نان اُنکے گھروں میں دی جائے گی اس جملہ رقم کی فراہمی مختلف طریقوں سے کی جاتی تھی بعض اوقات اجرت کے تکملے کے لیئے عطیات دیئے جاتے تھے (اس کا طبیعی نتیجہ یہ تھا اجرت کی مقدار کاشتکار اور دوسرے اجرت پر کام لینے والوں کو کم دینا پڑتی تھی لہذا یہ لوگ نفع عاجل کے خیال سے اس طرف متوجہ ہو گئے اور ضرر آجل کا اندیشہ نہ کیا جو بہت زیادہ خرابی کا موجب تھا) بعض اوقات حلقے کو ایسا کام بہم پہنچتا تھا جس میں محنت

---

۱ کمیشن محتاجین کی رپورٹ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بہ نسبت بخ کے طور پر کام لینے والوں کے مزدور کو کم ہوتی تھی اور اُجرت مساوی تھی (اس لیئے لوگ حلقے کے کام کرنے کو پسند کرتے تھے۔ کبھی عطیۂ زر بلا کسی معاوضۂ محنت کے ایسے لوگوں کو دیا جاتا تھا جو بیکار ہوتے تھے (پھر ایسے لوگ کیوں کام کی تلاش کرنے لگے) لیکن بہر صورت یہ ممکن تھا کہ ہر شخص حلقے کی امداد یا تنخواہ کا مترقب تھا جو اُس کی وجہ معیشت کے لیئے کافی ہوتی اور نیز اکثر مستقل محنت کرنے والوں کی پرورش ہوتی تھی خواہ کوئی اپنی معاش کی کوشش کرے خواہ نہ کرے۔

پس جو سبب بیان کیا گیا تھا وہ جہاں مفلس موجود تھے موجود تھا۔ لیکن یہ اس کے ثبوت کے لیئے کافی نہیں ہے کہ یہی سبب تھا۔ انسانی طبیعت جیسے اصول سے مالوف ہے اُن سے بھی اس کا ثبوت بخوبی ممکن ہے کہ یہ طریقہ محتاج کی اعانت کا احتیاج کو نہایت عجلت کے ساتھ زیادہ کردے گا بہ نسبت اس کے کہ اُس سے مخلصی کا باعث ہو لیکن یہ قیاسی استدلال اُن لوگوں کو یقین دلانے کے جو کسی نہ کسی نیت سے اُن طریقوں سے مانوس ہیں نہ جب کافی تھا اور نہ اب تک ہے۔ خواہ ترحم سے تاکہ فوری تکلیف سے سائلوں کو نجات ہو۔ خواہ اس لیئے کہ سہولت کے ساتھ مخلصی حاصل ہو سکے خواہ اس خوف کی وجہ سے اگر اعانت فوراً نہ کی گئی تو یہ ضرورت ہوگی۔ کہ مزدوروں کو زیادہ اجرت دیجائے یقین دلانے کے لیئے یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ اور کوئی سبب سوا اس کے نہیں ہے جس سے اس واقعے کی توجیہ ہو سکے اور چند اسباب بھی بتائے گئے ہیں جن سے افلاس کے بڑھنے کی توجیہ کیجائے۔ ایک یہ تھا کہ محاربۂ فرانس کے زمانے میں اور فی الجملہ اُس کے سبب سے بھی غلے کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی:۔ دوسرا سبب مردم شماری کا زیادہ ہو جانا:۔ ایک اور سبب کلوں کا جاری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہونا - جو اس زمانے میں لوگوں کی طبیعت کے بالکل خلاف تھا کیونکہ اس نے اولاً اور بداہتہً محنت کی جگہ لے لی اور کاشت کاری کی جانب سے کلوں کے جاری کرنے کے خلاف ہنگامے برپا ہوئے ۔

اس کا ثبوت ناممکن نہیں کہ ان میں سے کسی سبب کی وجہ سے کوئی شخص مفلس نہیں ہوا - بلکہ اس کا ثبوت ممکن تھا کہ افلاس جو کثرت سے پھیلا ہوا تھا ( جو کہ ایک بڑی قومی خرابی تھی اور اسکی اشاعت کو ایسی دست ہوگئی تھی ) خصوصیت کے ساتھ ان اسباب سے اس کا کوئی سبب نہیں ہوسکتا - کمشنران موصوف تین قسم کی مثالیں دے سکے جن میں افلاس جو اس قدر پھیلا ہوا تھا دوسرے مقام پر نہ تھا ان سب میں وہ سبب جو کمشنروں نے بیان کیا تھا وہ بھی موجود نہ تھا - لیکن وہ شقیں جن کا بطلان مقصود تھا موجود تھیں ۔

اوّل قسم کی مثالیں ان حلقوں سے ملتی تھیں جن میں کلیسا کی جانب سے انتخابی جلسے قائم تھے انھوں نے یہ قاعدہ جاری کیا تھا ( جو اس وقت تک قانونی تھا اگرچہ ۱۷۹۶ء سے اس کا عمل درآمد ضروری نہ تھا ) کہ جو شخص توانا و تندرست مزدوری پیشہ ہو سوا اُن لوگوں کے جو کسی محتاج خانہ میں ہوں پورا کام لیا جاتا تھا ورنہ اعانت سے انکار کردیا جاتا تھا - یہ اُن کا تجربہ تھا کہ افلاس میں فوراً اور بہت کچھ تنزل ہوگیا - اور یہ بالکل ٹھیک تھا جب اُن لوگوں نے جواب تک امداد پا رہے تھے دیکھا کہ کام کی سختی اُسی قدر ہے تو اُنھوں نے بذات خود کام کرنے کو ترجیح دی اس نیت سے کہ اس طرح مستقلانہ محنت اور خوشحالی ہے - اور وہ زیادہ محنتی اور خوشحال ہوگئے - اور جب محنتی زیادہ ہوگئے تو اُن میں کام ملنے کی صلاحیت زیادہ ہوگئی - اور دوسری طرف کاشتکار کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جب معلوم ہوا کہ حلقے کی طرف سے ناکافی اجرت کا تکملہ نہیں ہوتا جس سے اوسکو کاشت کے لئے سستے مزدور مل جاتے تھے تو وہ مجبور ہوا کہ اگر مزدوری کرانا ہے تو زیادہ اجرت دینا چاہیئے ۔

دوسری قسم کی مثالیں اُن حلقوں سے جنھوں نے اس سبب کے دفعیے کے ذریعے سے جو مفلسی کا سبب بیان کیا جاتا تھا خود افلاس کو دفع کر دیا نہیں ملیں بلکہ اُن حلقوں سے ملیں خود جن میں افلاس موجود تھا ۔ یہ مثال غیر مقیم مزدوروں سے ملیں جو ہر حلقے میں نہایت محنتی سرسبز اور روز افزوں خوشحال پائے گئے بہ نسبت اُن مزدوروں کے جو مقیم کہلاتے ہیں ۔ چونکہ حالات دو قسم کے مزدوروں کے قرین قیاس ہے کہ زیادہ مشابہ ہونگے بہ نسبت اُن کے جو جداگانہ حلقے میں رہتے ہیں ۔ ان سے وہ مثال ملی جسکو بیکن تخصیصی مثال کہتا ہے کیونکہ جب جملہ شرائط مساوات کے ساتھ موثر ہیں تو مقیم اور غیر مقیم کو خارج کر دینا چاہیئے ۔ اس فرق کا کیا سبب تھا اس کے معلوم کرنے کے لیئے اس اصل پر عمل ہوگا کہ جب کسی اثر کی عدم موجودگی میں بعض حالات موجود رہیں تو اُن کو رد کر دینا چاہیئے غیر مقیم مزدور سے وہ مزدور مراد ہے جو ایسے حلقے میں بود و باش نہ رکھتا ہو جو حلقہ اُس کی اعانت کے لیئے قانوناً مجبور ہے ۔ جب یہ مفلس ہو جائے تو ایسا شخص اُس حلقے میں منتقل ہو سکتا ہے جہاں وہ قانوناً قابل مواخذہ ہو اپنی رقوم کے بچانے کے لیئے مہتممین خواہشمند رہتے تھے کہ کوئی نہ کوئی چلا جائے ۔ دوسری جانب مزدور کے لیئے یہ انتقال مسرت کا باعث نہ تھا ۔ ایسے مزدوروں (جو معرض انتقال میں تھے) کو معلوم ہوا کہ اُن کو دو امروں سے ایک اختیار کرنا ہوگا ۔ انتقال جس کو وہ ناپسند کرتے تھے یا اپنی ذاتی محنت کے لیئے جد و جہد کرنا تاکہ بسر اوقات ہو ۔ کیونکہ اگر حلقے نے ان کی اعانت کی بھی تو وہ بہت ہی کم ہوگی ۔ وہ بھی سخت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



شرائط پر بہ نسبت اپنے مقیم ہمسایوں کے۔ تیسری قسم کی مثالیں
اُن حلقوں سے ملیں جنھوں نے یہ عام طریقہ اعانت جو ۱۷۹۶ء
میں جاری ہوگیا تھا کہ توانا تندرست لوگوں کو محتاج خانوں سے
نکال کے اعانت کیجائے یعنی وہ اسپر راضی نہیں ہوئے کہ مفلس
کی حیثیت استحقاق مثل مستقل مزدور کے ہوجائے۔ ان حلقوں
میں وسعت کے ساتھ افلاس کو ترقی دینی اور اعانت کی مدد
میں فراوانی ہرگز نہیں ہوئی جیسی اور حلقوں میں ہورہی تھی۔
ان تینوں قسموں کی مثالوں میں کمشنروں کا نظریہ درست
آیا کیونکہ جب معلول موجود نہ ہوا تو علت جو اس کے لیئے تجویز
کی گئی تھی وہ بھی نہیں پائی گئی۔ لیکن جو اور شقیں بطور نظریہ
پیش کی گئیں ان میں ایسا نہیں کہا جاسکتا۔ اگر یہ کہا جاتا کہ
غیر مقیم مزدور پیشہ لوگوں کے متعلقین کی تعداد کم تھی۔ جو کہ مشکوک فیہ
ہے تاہم مردم شماری کے زیادہ ہونے کی تخصیص اُنھیں حلقوں
سے نہ تھی جنھوں نے وہ طریق عمل جس نے ایکٹ ۱۷۹۶ء کو جائز
قرار دیا تھا اختیار کیا یا جن حلقوں نے اُس کو ترک کردیا تھا وہاں سے
جلا وطن کردیئے گئے۔ غلے کی قیمت چڑھی اور کلوں کے رواج پانے
کے اثر ہوئے۔ خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ اُن حلقوں میں بھی
جہاں وہ قانون اختیار کیا گیا اور وہاں بھی جہاں متروک ہوا اور
غیر مقیم مزدوروں میں بھی اور مقیم میں بھی عموماً ہر حلقے میں۔
المختصر کثرت افلاس کو دیکھتے ہوئے کوئی اور حالت اسکا سبب
نہیں تجویز ہوسکتی جو کہ وجوہ طرح سے جس کا ذکر اکثر ہوچکا ہے قابل
اخراج نہو۔ اور کمشنروں نے جو سبب قرار دیا تھا وہی سب پر
غالب آکے میدان میں باقی رہتا ہے۔ مع اُس مزید تائید کے
جو قیاسی استدلال سے اُس کو پہنچتی ہے اگرچہ اُس کا لحاظ
نہیں کیا گیا گو کہ وہ خود ہی تنہا یقین دلانے کے لیئے کفایت کرتا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کیونکہ یہ اکثر ہوا کرتا ہے کہ ہم بالآخر یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایک سبب جس کی طرف مسبب منسوب کیا گیا ہے اس بنیاد پر کہ اور کوئی امر موجود نہیں جس کی طرف اس حادثے کے منسوب کرنے کے لیئے واقعات سے رخصت ملتی ہے کسی مسلم اصول کے موافق جو موضوع زیر بحث میں جاری ہو ضرور ہے کہ یہ معلول اس اثر سے پیدا ہوا ہو۔ اگرچہ استقرائی استدلال سے علت کے دریافت کرنے میں جو مدد ہمکو ملی ہے اُس کے ہوتے ہوئے حجت قیاسی کا خیال بھی ہمکو نہیں آیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



# باب بست و یکم

## وہ اعمال جو گذشتہ ضوابط کے استعمال کے مبادی ہیں

وہ مبادی اعمال جو قواعد مذکورہ کے جاری کرنے سے پہلے کیے جاتے ہیں۔ باب گذشتہ میں یہ تسلیم کر لیا گیا تھا قبل اس کے کہ وہ طرز استدلال جس کی وہاں تحلیل کی گئی ہے جاری کیا جاے وہ مواد جو تجربے سے ہمکو حاصل ہوا ہے اس سے بہت کچھ کام ہو چکتا ہے۔ وہ کام اُس استدلال سے جو من بعد ہوا کرتا ہے سخت تر ہے بلاشک جب علامتوں کے ذریعے سے استدلال کو بیان کرتے ہیں تو وہ نہایت ہی آسان معلوم ہوتا ہے۔ کچھ تعجب نہیں ہے اس وجہ سے کوئی اِس میں شک کرے کہ استقرا ضرور ہے کہ کوئی مشکل کام ہو۔ اس باب کے مطالب پر غور کرنے سے یہ شک رفع ہو جائے گا۔

وہ اعمال جو مذکورہ ضوابط یا اور کوئی خاص ضابطہ جو اسی قسم کا ہو اُن کے جاری کرنے کے لیئے کیئے جاتے ہیں۔ اُن کی تنویع کسی قابل اطمینان طریقے سے مشکل ہے۔ مختلف مصنفوں نے اس طرف توجہ مبذول کرائی ہے اور ان طریقوں کے مختلف نام رکھے ہیں جو کہ بعض اوقات درحقیقت متحد ہیں۔ ہماری فہرست کا طول یا اختصار موافق اُس وسعت کے ہونا چاہیئے جس کو تجویز کرتے ہیں کہ **علم اسلوب** کہنا چاہیئے جس سے چند علوم کو تعلق ہے۔ اس سے وہ کوشش مراد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہے کہ جو تحقیق علوم کے لیے چند خاص ہدایتیں دی جائیں جو کچھ تو ملتی ہوں عام منطقی تجاویز پر اور کچھ اُن واقعات کی ماہیت پر جو مبحوث عنہ ہیں۔ تاکہ خاص مشکلات پر جو کسی علم میں پیش آتی ہیں قابو ہو جائے۔ مثلاً قصص الاصنام کے علم میں یہ حکم دینا چاہیے کہ مقابلے کا اسلوب اختیار کیا جائے اور تمام احتیاط کے ساتھ ایسے اشخاص کے تجربات فراہم کیے جائیں جو وحشی ذہن کی ترجمانی کے مشکلات کو کماحقہ سمجھ سکتے ہوں۔ مختلف اور متعدد حصص ارض کے قصوں اور رسم و رواج کو جمع کرنا چاہیے۔ علم الحیوٰۃ میں غالباً یہ بتایا جائے کہ قابل اعتماد و فاتر شمار جنس حیوانات اور نباتات کے درجۂ وسط طباعی کے دونوں جانب افراط و تفریط کے اختلافات تخمینی محفوظ ہوں اس علم میں یہ اہم امور سے ہے۔

مبادئ مخصوصہ جن کے بغیر استقرائی استدلال کسی علم میں ترقی نہیں کر سکتا بلاشک وہی شخص مقرر کر سکتا ہے جو اُس علم سے کماحقہ ماہر ہو۔ اگرچہ یہ بالکل ممکن ہے کہ جس شخص کو منطق کی مزاولت ہو فارغ التحصیل ہو مطالب از بر ہوں۔ اب وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ اوروں نے جو کیا ہے اُسکا مطالعہ کرے اُس میں بہتر استعداد ہے کہ اس جدید تربیت کے ساتھ نہ علمی تحقیقات میں مدد دے۔ تاہم اس صورت میں بھی منطق غور و خوض کے لیے ہے اُن معقولات پر جو اشیاء کے باب میں عقل نے دریافت کیے ہیں علوم متداولہ کے اسلوب کو بیان کرنا اس کتاب کے مقاصد سے بالاتر ہے اور اس کے لیے مزید علم کی ضرورت ہے۔ فہرست اعمال جو عنقریب تحریر کی جائے گی وہ حد مقررہ سے متجاوز نہیں ہے اور یہ بھی دعوے نہیں کیا جاتا کہ جو تقسیم ممکن ہے وہ یہی ہے۔

سب سے پہلے اُس کو رکھنا چاہیے جس کو تحلیل معطیہ کہتے ہیں اور یہ دو طرح سے مطلوب ہے :—

۱۔ حادثہ زیر بحث کی تعیین کرو

۲۔ جن حالات میں اُس کا وقوع ہوتا ہے اُن کا امتیاز اور شناخت کرنا یا عدم وقوع در صورت ترتب وقوع۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بہت پیشتر اس سے کہ اسباب علوم دریافت کیئے جائیں اس تحلیل کے عمل میں لانے کے لیئے ایک ابتدا کی گئی تھی اور اس کے نتائج اُن عام ناموں میں مندرج ہیں جن کے ذریعے سے لوگ اشیا اور اُن کے اوصاف اور حوادث کی صنفوں کو جدا جدا امتیاز کرتے ہیں۔ لیکن اکثر امتیازات ایسے ہیں جن کو محاورۂ عام نے فروگذاشت کیا ہے اور وہ اہم اعتبارات جن میں وہ یکساں ہیں اُن کے اعتبار سے اشیاء کے مختلف نام رکھے گئے ہیں۔ عالم مقاصد کی یکسانی قابل اعتنا نہو لیکن علمی تحقیقات کے لحاظ سے ان کا مبدء ہونا ثابت کیا جائے۔ مثلاً ایک مقنن کے لیے خرگوش اور جنگلی چوہے حشرات الارض ہیں ایک شکاری کیلیئے شکار ہیں اور عالم حیوانات کے لیئے دانت سے کاٹنے والے جانور ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اپنے مقاصد کے لحاظ سے اُن کی صفتوں سے غرض رکھتا ہے اور اُن کو علی الترتیب مختلف اقسام کے جانوروں میں ملا کے صنف مقرر کرتا ہے۔ مگر اُن کے نوعی ناموں میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے کسی خاص صنف کے ساتھ ان صنفوں سے اُن کا لگاؤ ہو۔ یا مثلاً تنفس (سانس لینا) جلنا رنگ لگنا تین طریق عمل ہیں جو عامیانہ نظر سے بالکل اختلاف رکھتے ہیں اور اُن کا وقوع مختلف تعلقات سے ہوتا ہے اور ہر ایک بجائے خود ہمارے لیئے ایک مخصوص اہمیت رکھتا ہے اور اسی لیے اُن کے نام بھی جداگانہ رکھے گئے ہیں لیکن ایک مہتم بالشان قدم کیمیا کی تاریخ میں آگے بڑھتے ہی یہ تحقیق ہوا کہ علم کیمیا کے اعتبار سے یہ تینوں طریقے ایک ہی قسم کے ہیں یعنے پہلی دو صورتوں میں ہوائے محیط کی اوکسیجن[1] کا کاربن سے مرکب ہونا اور تیسری صورت میں لوہے سے۔ ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ عامیانہ تقسیم کی جانب اعتنا نہ کی جائے بلکہ کسی ایسی یکسانی کا لحاظ

---

[1] لیکن ضرور نہیں ہے کہ اوکسیجن ہوائے محیط سے لی گئی ہو ۱۲ مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کرنا چاہیئے جو تحلیل سے دریافت ہوئی ہو ایسی اشیا میں جن کو ہم عادتاً ذہن میں علیحدہ جگہ دیتے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح ضروری ہے کہ اُن چیزوں میں امتیاز کیا جائے جن کو ہم عادتاً کسی قسم کی چیزوں میں منقسم کیا کرتے ہیں اگر ہمارا مقصود یہ ہو کہ ہم اُن چیزوں کی تحقیقات میں ترقی کریں۔ لگان کے معاملے سے ایک عمدہ مثال ملتی ہے۔ یہ نام دو مقصدوں کے لیئے مساوی طور سے مستعمل ہے وہ رقم جو کسی اراضی کے قبضے یا مکان کی سکونت کے لیئے ادا کی جاتی ہے۔ چونکہ دونوں قسم کی رقمیں اکثر ایک ہی شخص کو دی جاتی ہیں وہ جمع جو دونوں کے لیئے اکھٹا کی جاتی ہے اور کوئی اجارہ دار جس کو مکان کی تلاش ہو اس قدر رقم سکونت کے لیئے ادا کرنے کو آمادہ ہے۔ لیکن اُس کو اس سوال سے کوئی بحث نہیں ہے کہ مالک مکان یہ مقدار مکان کی قیمت کے لحاظ سے لیتا ہے یا اُس اراضی کی خصوصیت کے لحاظ سے جہاں مکان بنا ہوا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم میں سے اکثر کو اس لفظ کے دوسرے معنوں کی وجہ سے کوئی دقت نہیں ہوتی۔ لیکن کاشت کار جس کو اس پر غور کرنا ہوتا ہے کہ وہ زمین جو وہ جوتتے ہوئے ہے فی ایکر کس مقدار کی ہے اور سکونت کے لیئے کیا ادا کرنا ہوتا ہے۔ وہ اس ابہام کے معنی فی الجملہ سمجھ سکتا ہے لیکن ماہر معاشیات جو اُن اسباب پر نظر کرتا ہے۔ جس سے لگان کی تشخیص ہوتی ہے مجبور ہے کہ لگان اراضی اور کرایۂ مکان میں امتیاز[1] کرے جب تک وہ ان میں امتیاز نہ کرے گا اُس کی تحقیق میں ترقی نہیں ہو سکتی کیونکہ دونوں بالکل مختلف شرائط پر مبنی ہیں کرایہ ماورا کسی خاص اعتقاد یا تاریخ کے بالتخصیص اس پر مبنی ہے کہ ایسا ہی مکان بنانے میں کیا خرچ ہوگا اور اُس ملک کے موجودہ نرخ سود پر۔ لیکن زمین ویسی نہیں بن سکتی جیسی مطلوب ہو

---

[1] اس مثال کی اہمیت ہمارے لیئے اس لیئے کم ہو جاتی ہے کہ ہماری زبان میں دونوں کے جداگانہ نام ہیں ایک کو لگان پٹہ یا جمع اور دوسرے کو کرایہ کہتے ہیں انگریزی میں صرف لفظ رنٹ دونوں کے لیئے ہے اسلیئے یہ ابہام واقع ہوتا ہے ۱۲ مصہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اور یہ طبیعی محدود ہونا دوسرے مہیا ہونے کے اعتبار سے کسی قطعۂ اراضی کو اس کی پیداوار اور خصوصیت مکانی کے لحاظ سے ایسی قیمت لگانی بخشے جو بالتخصیص ان امتیازات سے اس کے مرجح (برتر) ہونے پر مبنی ہے۔ بہ نسبت دوسرے قطعات اراضی کے جو اعتبارات کاشت یا تعمیر کے لئے ضروری ہیں اور اس کی قیمت کے اسباب بعیدہ میں شاید وہ امور بھی ہوں جو کرایۂ مکان کے انتظام میں مؤثر ہیں فی الجملہ موثر ہوں۔

دو طریق عمل جس سے اشیاء کا مابہ الاشتراک دریافت کیا جائے جن کو ہم فروگذاشت کیا کرتے ہیں۔ اور مابہ الامتیاز اُن اشیاء میں جن کو ہم یکساں سمجھ لیا کرتے ہیں عموماً ایک دوسرے کے ساتھ شامل ہے۔ اولاً ہم ذہن میں پھر سے صنفیں مقرر کرتے ہیں اور جن میں ہم نے اس کے پہلے امتیاز کیا تھا اُن کو ایک جا کرنے میں ہم سابق کی صنفوں کو توڑتے ہیں اور اُن صنفوں کو جنمیں امتیاز ہے ایک جگہ لاتے ہیں۔ لیکن کسی مفروضہ صورت میں ممکن ہے کہ ایک اعتبار زیادہ نمایاں ہو بہ نسبت دوسرے کے اور بیکن[1] نے بیان کیا ہے کہ بعض انسانوں کو ایک قسم کے کام کی زیادہ استعداد ہوتی ہے بہ نسبت دوسری قسم کے کام کے اور اس پر اصرار کیا ہے (جیسا کہ افلاطون نے اُس سے پہلے کیا تھا) کہ ضرور ہے کہ عند التحقیقات طبیعی اشیاء کے وہ مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز ملاحظ کئے جائیں جن کو عموماً ترک کر دیا کرتے ہیں۔ تحلیل ہر عمل کی تہ میں ہے کیونکہ جب تک ہم اشیاء کے مختلف صفات کو ملاحظہ نہ کریں گے تو ہم اُس اساس کو نہیں دریافت کر سکتے جس کے اعتبار سے مقابلہ کیا جائے۔ یہ بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے کہ خواہ تحلیل کیسی ہی اہم کیوں نہ ہو لیکن جب تک کوئی جدید عمل تنویع کا نہ اختیار کیا جائے گا مفید نہ ہوگا ابتداءً ہمکو یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ کون سے حالات ہیں جن میں اس حادثے کا وقوع ہوتا ہے۔

---

[1] کتاب نوم آرگینم ملاحظہ ہو ۱۲۴

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہم نے کسی حد تک اُس کام کی ماہیت پر غور کر لیا ہے جو ان دونوں مذکورۂ بالا عملوں میں شامل ہے یعنے اُس حادثے کو کما حقہ دریافت کرنا جس کا تتبع مقصود ہے اور امتیاز اور شناخت اُن حالات کی جن میں اُس کا وقوع ہوتا ہے یا جن میں اُس کا وقوع نہیں ہوتا جب کہ اُس کے وقوع کا ترقب ہو۔ یہ اب کافی طور سے ظاہر ہو گیا کہ جب تک یہ دونوں عمل نہ کیے جائیں ہمارا یہ امید کرنا کہ ہم تعلیلی ارتباط کو استقرا کے ذریعے سے تحقیق کر لینگے بے سود ہے۔ اگر ہم کو ٹھیک ٹھیک فہم اُس حادثے کا نہو جو زیر بحث ہے یا ہم نے اُس کا کما حقہ تعین نہیں کر لیا ہے تو ہم ایسی صورت میں ایسی مثالوں کو جانچتے ہوں گے جن کو ترک کر دینا چاہیئے اور ایسی مثالوں کو ترک کرتے ہوں گے جن کا امتحان کرنا چاہیئے نتیجہ اس غلط کاری کا یہ ہوگا کہ ہم لاکی علت کی تلاش میں جو نظریہ قائم کریں گے وہ ایک اور مختلف حادثے کے وقوع کو شامل ہوگا اور اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ہم اُن واقعات سے بالکل بے خبر رہیں گے جو لا کی علت پر بہت روشنی ڈالتے ہیں۔ جن حالات میں کسی حادثے کا وقوع ہوتا ہے اُن کے شمار کرنے کی ضرورت قبل اس کے کہ یہ سوال پیدا کیا جائے کہ کس واقعے کے ساتھ تعلیلی تعلق ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی خفا ہے کہ اگر اس سوال کا جواب دینا ہے تو ہمکو اُن واقعات کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے جو عدم وقوع حادثۂ زیر بحث کی حالت میں واقع ہوتے ہیں[1]

گو کہ یہ کام نہایت ضروری ہے مگر اس کے عمل میں لانے کے لیئے کسی قسم کے ضابطوں کا تعین نہیں ہو سکتا۔ جب کسی علم سے موانست

---

[1] مقصود مصنف کا یہ ہے کہ جب ہم کسی چیز کی ماہیت کو نہیں جانتے جس کے اور خصوصیات کی تحقیق مطلوب ہے تو ہم اس کے افراد جزیہ کو کس طرح سمجھ سکتے ہیں پس ہم ایسی حالت میں محض شبہ پر کام کرتے ہوں گے کبھی ایسے افراد کو اخذ کریں گے جو درحقیقت شے مبحوث عنہ کے افراد نہیں ہیں اور کبھی ایسے افراد کو ترک کر دینگے جو فی الحقیقت مبحوث عنہ کے افراد ہیں ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہو تو اُس علم کی تحقیقات میں یہ موانست اُس کو مدد دے سکتی ہے۔ اس موانست سے اُس کو یہ ہدایت ملے گی کہ مطلوب کیا ہے اور کس طریق سے مطلوب کو پیدا کریں تاہم وہ سلیقہ جس پر کسی نئی حقیقت کا دریافت کرنا موقوف ہے اس ندراولت اور موانست سے بھی اکثر لوگوں کو نہیں آتا منطقی کا کام یہ ہے کہ اگرچہ وہ اس کے کرنے کا طریقہ نہیں تعلیم کر سکتا لیکن جو کام کرنا ہے اُس کو بخوبی سمجھا سکتا ہے اور اس غرض سے ایک دو مثالیں اور دی جاتی ہیں:۔

ایک تحقیق جو اکثر کتب استقرار میں درج ہوئی ہے حتی کہ وہ اس علم کا ذخیرہ ہو گئی ہے اس مقصد کو پورا کرے گی ویل کا نظریہ شبنم عموماً معلوم ہو چکا ہے کہ شبنم اُٹھتی نہیں ہے بلکہ گرتی ہے: ہوائے محیط ایک مقدار پانی کے بخارات کی صورت میں موجود رکھ سکتی ہے لیکن اس کی مقدار ہوائے محیط کے ٹمپریچر پر موقوف ہے اور جس قدر ٹمپریچر زیادہ ہوتا ہے اس کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اگر کسی وجہ سے ہوائے محیط دفعتہً سرد ہو جائے تو جو مقدار رطوبت کی ہوا میں ہو گی فوراً پانی ہو کے گر پڑے گی کیونکہ اس اعظم مقدار سے بڑھ جائے گی جو اس درجۂ ٹمپریچر پر ہوا میں رہ سکتی ہے سرد ہو جانا مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔ ایک معمول سے زیادہ سرد سطح سے اتصال۔ اسی سطح پر اوس بیٹھ جائے گی اور وہ سرعت جس پر کوئی سطح سرد ہو جاتی ہے چند مختلف حالات پر موقوف ہے۔ کچھ تو اُس سطح کے جوہر پر کچھ اُس سطح کی ساخت پر خشن (کھردری) سطح یا وہ سطح جس میں متعدد نوکیں ہوں مثلاً گھانس اُس سے حرارت کا انعکاس جلد تر ہو گا۔ بہ نسبت املس (چکنی سطح) کے دوسری صورت زور سے داخل ہو جانا ثقیل اور سرد رو کا: دوسری صورت انعکاس جو (آسمان) کی جانب اور وہ درجہ جس پر یہ موقوف ہے بادل کے پھیلاؤ کی ایک چادر یا اور کوئی شے جو کسی قطعۂ زمین پر پھیلی ہوئی ہو وہی عمل کرے گی اس چھوٹے سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اس کا زیادہ تر اثر اس رقبے پر ہوگا جو زمین پر ہے بہ نسبت بادلوں کے یہ بیٹھنا رطوبت کا جو ہوا میں موجود رہتی ہے۔ صرف اوس پڑنے سے نہیں معلوم ہوتا۔ جب گرم موسم پالا پڑنے کے بعد آتا ہے خصوصاً جبکہ بارش کے ساتھ ہو تو ٹھنڈی اسطح پتھر کی دیوار کی اگر اس پر روغن ہو یا اور کسی طرح مسامات نہ رہے ہوں پانی سے تر بتر ہو جاتی ہے یہ پانی اس ہوا سے نکلتا ہے جو اس کے اتصال سے ٹھنڈی ہو گئی ہے اسی طرح چشمے کا ٹھنڈا پانی جو کسی گلاس میں بھرا ہوا ہو موسم گرما میں گلاس کے باہر جو ہوا ہے اس کو سرد کر دے گا اور پانی کے قطرے گلاس کی سطح پر آجائیں گے اور جب گرم پانی گلاس میں ڈالا جائے مگر گلاس بالکل بھرا نہ جائے پانی کے ابخرے نکلیں گے اور کچھ ان میں سے اوس کی طرح گلاس کی اندرونی سطح پر جم جائیں گے پانی کی ہمواری کے اوپر جبتک گلاس کا یہ حصہ انتقال حرارت کے سبب سے اتنا ہی گرم نہ ہو جائے گا جتنا کہ نیچے کا حصہ ہے۔ ہماری موجودہ غرض اس استدلال سے متعلق نہیں ہے جس سے ویلس نے ثابت کیا ہے کہ اوس کا گرنا اس ربط پر موقوف ہے جو کہ ہوا کے ٹمپریچر اور اس جسم کے ٹمپریچر پر ہے جس پر اوس پڑتی ہے مع اس درجۂ نشف (میزان) ہوا کے جو اس وقت ہو۔ لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ کبھی ایسا نکر سکتا اگر وہ مذکورۂ بالا وجوہ کو ملاحظہ نہ کرتا اور مواد اور ساخت اجسام کو جس کا اثر سطحی ٹمپریچر پر ہے یا صاف ہونا یا بادل سے گھرا ہونا ان راتوں کا جنمیں اوس پڑنے کا نظنہ تھا اور حالت ہوا کی اور دیوار جب کہ رطوبت سے وہ تر تیر ہو گئی وغیرہ اس کا مشاہدہ بے سود تھا کہ ایک جسم پر زیادہ اوس پڑی اور دوسرے پر کم جب تک ان کی خشونت اور ملاست پر نظر نہ ہو تی اور اس کے ساتھ ہی اس کے جوہر پر۔ اور یہ کہ بعض راتوں میں بہت اوس پڑی اور بعض راتوں میں بالکل نہیں پڑی جب تک سیرالی ہوا کے محیط کی نہ معلوم ہو تی مع اس کے ٹمپریچر کے۔ اور مثل اس کے ضرور تھا کہ اس کو صحیح تصور اس چیز کا ہوتا جس کو اوس کہتے ہیں تاکہ اسکی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تحقیقات کا قصد کرتا۔ ایسے مرد و مرطوب دن آتے ہیں جب ہر چیز سیل جاتی ہے کیونکہ مرطوب کی ہوا میں معلق رہتا ہے یہ کچھ مناقی طبیعت نہیں ہے اگر یہ بھی ویسے ہی حادثے کی نظر سے دیکھا جائے جیسا کہ اوس ہے اگر دیواروں سے پانی ٹپکتا یا گلاسوں میں رطوبت کے قطروں کا جمنا ایسی چیزوں سے قطع نظر کیجائے لیکن اس غلط کاری سے طالب تحقیق مطلب کے سراغ سے دور جا پڑے گا۔

بعض قسم کے پانیوں سے شفائے امراض کے آثار ظاہر ہوتے ہیں آنکھ کے ذریعے سے اُن میں کوئی امتیاز نہیں ہو سکتا۔ آنکھ سے تو پانی کی قسموں میں امتیاز نہیں ہو سکتا اور اگر ذائقے میں کچھ فرق ہو مگر کسی صریح اور دوامی قاعدے سے مزوں کی خصوصیت کو بعض مخصوص عارضی شکایات میں اُن کی تاثیرات سے ربط دینا غیر ممکن معلوم ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ اس تحقیق میں کوئی ترقی نہیں ہو سکتی جب تک مختلف امراض اور ان کی علامات کا بیان مع اس خواص العضوی تعلقات کے جو اُن امراض میں شامل ہیں: اور پانی کی کیمیائی تحلیل تاکہ ہر خمیر و ترکیبی کا جدا جدا علم ہو اور وہ مختلف تناسبات جن سے کہ وہ مرکب ہیں جملہ جزئیات کے ساتھ علیحدہ علیحدہ معلوم نہ ہوں۔ نظریۂ علم جراثیم کا بیان ممکن نہ تھا جب تک کہ جراثیم خود نہ پائے جاتے۔ ایسے چھوٹے جرم کہ جب تک نہایت قوی خوردبین نہ بنائی جاتی تو اُن کی موجودگی سے آگاہی نہ ہوتی اور جب سنا جاتا ہے کہ معالج نے کسی خاص مرض کے جرثوم کو علیحدہ کر لیا اُس وقت سمجھ میں آتا ہے۔ کے قوانین استقراء کا استعمال بغیر ابتدائی عمل تمیز حالات کے کسی اثر خاص کے دریافت کرنے کے لیئے کیسا ناممکن تھا۔ یا فرض کرو کہ قطع نظر خواص العضوی اسباب مرض کے اُس کی سرایت عموماً یا خصوصاً کسی خاص موقعے میں تحقیق طلب ہے مثلاً وہ مرض ملیریا ہے۔ مدتوں سے یہ مانا جاتا ہے کہ ملیریا زمین کے ابخرات سے عارض ہوتا ہے اور یہ صحیح ہے کہ جو اضلاع مرطوب ہیں وہاں ملیریا پایا جاتا ہے اور جو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



لوگ ایسی زمین سے جہاں دلدل رہتی ہے صحیح سویرے یا سرشام اپنے آپ کو بچاتے رہے اُن میں ملیریا میں مبتلا ہونے کی صلاحیت کم تھی لیکن جب یہ دریافت ہوا کہ مرطوب اضلاع میں ایک خاص نوعیت کے مچھر بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور کسی نے اس واقعے کو مرض کی سرایت سے ربط دے دیا اُس وقت سے غلط خیالات کا بطلان اور صحیح قانون کا تعین ہو گیا۔

بتصرۂ مذکورہ سے ذہن دوسرے ابتدائی عمل کی طرف مبادرت کرتا ہے یعنے تحریر[1] مفروضات اس مسئلے کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے کہ آیا منطق سے ایسے قواعد کا تقرر ہو سکتا ہے جن سے مفروضات کا بنانا ایک نظم خاص سے ممکن ہو لیکن ما در ا اس صریح اور عام تصور کے کہ مفروض چاہیے کہ اُن اصول کے منافی نہو جن کو عقل ضروری تجویز کرتی ہے منطق سے اس باب خاص میں کچھ زیادہ خدمت نہیں ادا ہو سکتی جس قدر عمل تحلیل کے لیئے ممکن ہے۔ یہ مفروض بالکل غیر معقول ہے کہ اگر بینک کی کتابوں (بہی کھاتہ) میں کوئی اختلاف واقع ہو تو بینک کا محرر اس موقعے پر تجویز کرے کہ دو اور دو پانچ کے جمع ہوتے ہیں۔ لیکن بڑے مینجر پر ایک قلیل مقدار کے سرقے کا اقبال اگرچہ غالباً ایک احمقانہ مفروض ہے مگر منطقی قواعد سے غیر معقول نہیں ہے۔ بے شک اس پر اصرار کیا جا سکتا ہے کہ فرشتوں کی مداخلت کا مفروض[2] گو کہ فرشتوں کا وجود محال نہیں ہے لیکن کسی واقعے کی توجیہ کے لیئے مناسب نہیں ہے اور یہ مسلم ہے کہ کیونکہ حوادث کو ایسے اسباب کی طرف منسوب کرنا جن کے دریافت کرنے کا ہمارے پاس

---

[1] واضح ہو کہ لفظ تحریر یہاں خاص اصطلاح ہے جو کہ علم مناظرہ سے مستعار لی گئی ہے یعنے مفروضات کی نظم و ترتیب۔

[2] کیونکہ علوم تجربی کا ایک مسلمہ ہے کہ جن امور کو ہم خود حواس سے معلوم نہ کر سکیں تجربیات میں ان سے قطع نظر کرنا چاہیئے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کوئی دسیلہ نہیں ہے مفید ہوگا۔ کیونکہ ایسے مفروضات کے واقعات سے جانچ کرنا ناممکن ہے۔ صریحاً یہ زیادہ قرین عقل ہے کہ توجیہ کے طبعی اسباب کو جنھیں ہم دریافت کر سکتے ہیں اختیار کرتے رہیں اس امید سے کہ اُن کو عام اصول سے اور قابل مشاہدہ آثار کے ساتھ ربط دے سکیں گے نہ کہ اس امید سے دست بردار ہوں اور ابتدا ہی سے ایسی تاثیر کی جانب رجوع کریں جن کے وجود کا ادراک تجربے کی حد کے ماورا ہے اور اُسکی جانچ امکان سے باہر۔ اگرچہ ہم از روئے منطق محال نہیں کہہ سکتے (لیکن علوم تجربیہ میں غیر مسلم ہے) کیونکہ طبعی ترتیب کو کسی ایسی شئے پر موقوف کرنے سے جو ماورائے طبیعت ہو توجیہ ناممکن ہو جاتی ہے کیونکہ مخصوص طبیعی حادثے کا حوالہ محض ایسے طبیعی حوادث سے ہونا چاہیئے جو اس سے مقدم ہوں۔ تاہم منطقی وجوہ سے علوم تجربیہ کے خلاف ہے: یعنے اس کا خلاف علوم تجربی ہونا اس وجہ سے نہیں ہے کہ ہم کو کوئی خاص علم اس خاص شعبے کا حاصل ہے جس کا یہ مفروض ہے بلکہ اُس عمومی مقصد کے اعتبار سے جو کہ علوم تجربیہ سے ہے اور اُن منطقی شرائط کا بھی علم ہے جن سے وہ مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ اور شاید مل کے ذہن میں یہی امر تھا جب اُس نے کہا تھا کہ "بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جو مفروض حقیقتہ علمی ہے اُس کے لیئے یہ مقدر نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ مفروض ہی رہے بلکہ ایسا ہو کہ مشاہدہ کئے ہوئے واقعات سے مقابلہ کرنے پر یا تو ثابت ہو جائے یا باطل ہو جائے" اُس کی یہ ماہیت ہونا چاہیئے کہ قابل مشاہدہ واقعات۔ اگر ہم اُن کو دریافت کر سکیں۔ یا اُس مفروض کو ثابت کر دیں یا باطل کر دیں[1] ایسی تاثیر کی جانب رجوع کرنا ہو

---

(۱) واقعات کسی مفروض کو اپنی موافقت سے صرف نہیں ثابت کرتے بلکہ جیسا ہم نے ملاحظہ کیا ہے کہ مفروض کی نقیض کو بلکہ ایسی تمام شقوں کو جو مفروض کے ساتھ تقابل رکھتی ہیں باطل کر دیں ۱۲ مصم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جیسے ایک فرشتے کی مداخلت۔ یا صنف[1] نظام عضوی کی تاثیر مجموعی حیثیت سے کسی جزئی نظام عضوی کی نشوونما میں جسکے موجود ہونے کی ہمارے پاس کوئی مستقل شہادت موجود نہیں ہے اور جسکی ماہیت ہم اس طرح دریافت نہیں کرسکتے جس سے بطور استدلال قیاسی ہم یہ نتیجہ نکال سکیں کہ اگر وہ موجود ہوں تو ان پر کس طور سے عمل کرنا چاہیئے کیونکہ ایسے اسباب کی تاثیر ہر واقعے کے ساتھ مساوی مناسبت رکھتی ہے۔ نہیں ان سے اس کی توضیح نہیں ہوسکتی کہ واقعات اس طرح کیوں ہیں اور دوسری طرح کیوں نہیں ہیں۔ اس لیے کہ کانٹ نے کہا جب ہم اشیا کی علتوں کو تلاش کریں تو تاثیرات الٰہیہ کا استثنا کرنا چاہیئے اور نیوٹن نے جب لیپلیس کے میکانیہ سماوی کو دیکھ کے کہا کہ اس میں خدا کا ذکر کہیں نہیں ہے تو اس نے جواب دیا کہ اس مفروض کی ضرورت[2] نہیں ہوئی۔ چاہیئے کہ مفروض کی ایسی ماہیت ہو کہ واقعات جو مشاہدہ کیے جائیں وہ یا تو اس مفروض کو ثابت کریں یا باطل اور اس شرط پر بنا کرنا کہ مفروض سے بالآخر ایسا ہی ہوگا غیر ممکن ہے۔

ہم مستقبل کا ذکر ان معاملات میں نہیں کرتے بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ کتنے زمانے تک ایک مفروض کے لیے مقدر ہے کہ وہ مفروض کی حیثیت سے قائم رہے اور اس کی علمی حیثیت میں کوئی نقص نہ ہو؟

علوم تجربیہ کا یہ مسلمہ ہے کہ بالآخر روئے زمین پر حیات فنا ہوجائیگی انسانی ذہن کے لیے جس تاریخ تک کہ کوئی مفروض ثابت یا باطل نہو مفروض

---

[1] یہ ایک قدیم مسئلہ حکمائے مشائین کی طرف اشارہ ہے جو اس کے قائل تھے کہ نظام عضوی کا کمال یہ ہے کہ اس میں ایسی صلاحیت پیدا ہو کہ عقل فعال کی طرف سے اس پر نفس کا فیضان ہو ۱۲ ہم

[2] معاذ اللہ یہ کلمہ گستاخانہ سوائے دہریئے کے کسی کی زبان سے نہیں نکل سکتا۔ خدائی تاثیر فرض نہیں ہے بلکہ علت العلل وجود اشیا کی ہے۔ یہی کہنا کافی ہے کہ علوم تجربیہ میں اسباب محسوسہ سے بحث کی جاتی ہے ۱۲ ہم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہی رہے گا۔ ہم یہ نہیں مانتے کہ اُس کی علمی حیثیت جس وقت کہ وہ مفروض وضع کیا جائے اُس کی آئندہ حقیقت سے اندازہ کی جائے یعنے جبکہ یقین کے ساتھ وہ تحقیق ہو جائے چند سال یا چند کرور سال پہلے یا بعد۔ ڈارون نے کتاب مبدء انواع میں لکھا ہے چونکہ لطفے سے اکثر کم وبیش وضاحت کے ساتھ صنف کے کمتر متغیر اور قدیم مورث کی ساخت[۱] نمایاں ہوتی ہے ہم یہ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ قدیم اور نابود شدہ صورتیں کیوں اکثر بڑے ہونے کی حالت میں اُس قسم کی موجودہ انواع سے مشابہت رکھتے ہیں اگاسائر یقین کرتا ہے کہ یہ کلی قانون فطرت ہے اور ہم امید کر سکتے ہیں۔ کہ زمانہ مابعد میں اس قانون کی حقیقت ثابت ہو جائے گی۔ بہرصورت یہ صرف اُن صورتوں میں سچا ثابت ہو سکتا ہے جن میں قدیم حالت صنف کے مورث کی بالکل محو نہیں ہوئی ہے یا یہ کہ پے در پے اختلافات کا ابتدائی زمانہ نمو میں تراکم واقع ہوا یا ایسے اختلافات کی توریث بالنسبت بیشتر ہو گئی بحثی قبل اس کے کہ اُس کا ظہور پہلے پہل ہوا۔ اس کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ قانون ممکن ہے سچا ہو لیکن اس وجہ سے کہ طبقات الارض کے آثار زمانۂ قدیم میں بہت دور تک نہیں جانے ممکن ہے کہ قانون مدت مدید تک یا کبھی برہانی طور سے ثابت نہو سکے لیکن یہ کہ قاعدۂ زیر بحث ایک کلی قانون ہے ایک علمی[۲] مفروض ہے جو

---

[۱] علم حیات میں یہ مانا گیا ہے کہ جانوروں کے مورث اولاً ایک سادہ اور بسیط صورت میں تھے اور پیچ در پیچ تغیرات اور خصوصیات مرور ایام سے بسبب تاثیر ماحول کے پیدا ہوتے گئے مثلاً ابتدا میں ایک مضغہ تھا پھر وہ مشکل ہوا ہاتھ پاؤں پر پرزے نکالے اور جس قدر زمانہ زیادہ ہوتا گیا تغیرات زیادہ ہوتے گئے پس جس قدر قدیم زمانہ مانا جائے اور ان میں وہ موجود فرض کیے جائیں تو اُن میں تغیرات کم ہوئے ہوں گے اور قریب بساطت کے ہوں گے فافہم ۱۲

[۲] یعنے برہانی طور سے ثابت نہیں اور جب تک ایسا نہو کلی قانون فطرت کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مفروض ضرور ہے کہ قابل تعقل ہو مسلمات اساسی کے ساتھ اُس علم کے جس نے یہ مفروض وضع کیا ہے مناسبت رکھتا ہو مگر ہم ان قیود سے علمی مفروض کی آزادی کو محدود نہیں کر سکتے۔ اہم یہ ہے کہ مفروضات کی جانچ میں احتیاط کرنا چاہیئے نہ کہ اُن کے بنانے میں۔ ہر لاطائل وہم کی اشاعت ضروری نہیں ہے کہ کوئی شخص ایسے مفروض کو نہ اختیار کرے جس کو معاصرین لاطائل کہہ دیا کریں۔ ڈارون نے کہا کہ میں نے کثرت سے مفروضات بنائے اور ترک کیئے جن کے اظہار میں مجھکو شرم آتی تھی اُس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اُن کو بناتے ہوئے میں شرماتا تھا۔ بہترین قابو مخیلہ کی بے اعتدالی پر خاص معلومات سے ہوتا ہے۔ جو شخص کسی شعبہ فطرت کے باب میں زیادہ معلومات رکھتا ہے وہ بہت جلد سمجھ سکے گا کہ کون سے مفروضات اس شعبے میں احمقانہ ہیں جیسا کہ اس قسم کے عملی معاملات میں جیسے قانون کا وضع کرنا بہترین نقاد کسی مسودہ قانون کے وہ لوگ ہیں جو ایسے امور کا تجربہ رکھتے ہیں جن کے متعلق وہ مسودہ قانون بحث کرتا ہے[1]۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ ہر تعلیلی ربط ابتدائے حال میں ایک مفروض کی صورت میں ذہن کے سامنے آتا ہے جس ذہن میں سب سے پہلے وہ خطور کرے۔ مفروضے کا بنانا کبھی بہت ہی سہل ہوتا ہے لیکن ثبوت ممکن ہے کہ بہت دشوار ہو۔ اگر ہم کو ٹھیک ٹھیک معلوم ہو کہ فلاں راز سے کون کون آگاہ تھا جس راز کا افشا ہو گیا ہے تو یہ کہنا سہل ہے کہ اُن میں سے کسی نے افشا کیا ہو گا۔ اس حد تک کوئی مفروض نہیں ہے۔ مفروض یہاں سے شروع ہو گا۔ جب ہم اس افشا کو امتحاناً اُن میں سے ایک شخص سے منسوب کریں۔ اس کا اشکال کچھ کم نہیں ہے لیکن صحیح جانچ اس کی ممکن ہے کہ غیر ممکن ہو درانحالیکہ اس صورت میں جمیع شقوق ہمارے سامنے ہیں اور مطلقاً اُن میں سے کوئی اس قابل نہیں ہے کہ واقعات اُس پر چسپاں

---

[1] کیونکہ یہ بدیہی ہے کہ جن کو علم تھا وہ ہی بیان کر سکتے ہیں ۱۲ مصہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہوں۔ کیونکہ سوال صرف یہ ہے کہ حادثہ لا کو متعدد شرائط ا ب ج سے ایک کے ساتھ ربط دینا چاہیئے
اس کے بارے میں ہم کو کافی طور سے یہ معلوم نہیں ہے کہ حادثہ مذکورہ ان میں سے کسی ایک
کے ساتھ مربوط نہیں ہو سکتا لیکن عموماً ایسا ہوتا ہے کہ وہ واقعات جس کو کوئی مفروض
مرتب کرنے والا ہو وہ کم و بیش وقت سے فراہم ہوئے ہیں اور اس جہت سے اس کی
ترتیب ایسی سہل نہیں جیسے دو حدوں ا اور لا کو جوڑ دینا۔ فرض کرو کہ مسئلہ یہ ہے
کہ افعال حواریین کو کس نے تصنیف کیا اگر یہ کتاب جیسا کہ بالفعل موجود ہے
اور اگر دفاتر سے معلوم ہوتا ہے کہ سنٹ پولوس کے سفر میں اُن کے ہمراہیوں سے
جو لوگ تھے اُن میں سے کسی نے لکھی تھی تو سہل ہے کہ لوقا کو مصنف قرار دیں یا سیلاس
کو اگرچہ یہ فیصلہ کرنا نہایت دشوار ہے کہ ان میں سے کون تھا اور اگر ضرورۃً ایسا
نہو بلکہ کتاب اُس کے مابعد کے عہد کی ہے اور اس میں چند شخصوں کی تصنیف
شامل ہے تو مفروض کا بنانا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسا مفروض جو اس معاملے
کی شان کے لائق ہو۔ ایک تعداد کثیر سے واقعات مساوی نسبتوں کے ساتھ
جمع کرنا ہوتے ہیں اور جن مسلمات کی بنا پر ہم اُن میں ربط دیں چاہیئے کہ باہمدگر
مربوط ہوں تاریخی تنقید میں اکثر ایسے مسائل درپیش ہوتے ہیں جن میں
کوئی مفروض اشکال سے خالی نہیں ہوتا اگرچہ بلاشک ہر مسئلے کا ایک حل
ہونا چاہیئے لیکن بعض تفصیلوں سے ناواقف ہونا اور غالباً نادرست سوانح اور
اوروں کے جو ہم تک پہنچے ہیں ہم کو ہمیشہ کے لیئے اس کی دریافت میں
ناکام رکھتے ہیں۔ خوض نظر اور ذکاوت مورخ کی ایسی صورتوں میں مفروضات
کے وضع کرنے اور ان کے جانچنے میں ظاہر ہوتی ہے۔ بے شک دونوں عمل بالکل
علیحدہ نہیں رکھے جا سکتے۔ کیونکہ نفس الامری واقعات کی تفصیلیں جب کثرت سے ہمارے
پیش نظر ہوتی ہیں تو ایسے مفروض کا وضع کرنا جو اُن سب کے مناسب ہو گویا کہ اُس کی
جانچ ہے پس جو تاریخ کے باب میں درست ہے جس میں بالجملہ[1] ہمارا یہ کام ہے

---

[1] بالجملہ اس سبب سے کہ مورخ کو اکثر اصول۔ سیاسی قانونی معاشرتی یا اقتصادی پھر دریافت کرنا ہوتے ہیں
اور جس قدر ہم قدیم عہد کے واقعات اور اُن کے باہمی اضافات کو زیادہ سمجھتے ہیں اُسی قدر تاریخ ترقی کرتی ہے۔
ولیم ٹیل پر اب ہمارا اعتماد نہیں ہے نظریہ حکومت آبائی نے ہماری نظر میں نسبت تعلقات ریاست عہد قدیم اور افراد ریاست کے تغیر پیدا کر دیا ہے ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کہ واقعات کو مسلمہ اصول کے موافق تحقیق کریں وہی علوم تجربی کے باب میں بھی درست ہے جن میں اصول کی تعیین تجربے سے تحقیق کیئے ہوئے واقعات کے موافق کرنا ہوتی ہے اور یہ تجربی تحقیق کا صحیح بیان ہے۔ تجربی مفروضات میں اکثر ذہناً جدا گانہ (اگر یہ توضیح مقبول ہو) واقعات کا جوڑ لگانا علت اور معلول کی حیثیت سے نہیں ہوتا بلکہ بقدر اور کثیر آثار کی بذریعہ ایسے اصول کے جو واقعات سے مناسبت تام رکھتے ہوں ایک نظام تا بینی میں بنے جاتے ہیں لہذا جب مفروضات کو وضع کرتے ہیں ضرورت ہوتی ہے کہ واقعات کو جدید طریقوں سے ملاحظہ کر کے تصور کریں اور صرف یہ تصور کافی نہیں ہے کہ بعض واقعات مربوط ہیں بلکہ کیونکر اور کن اصول کے موافق مربوط ہیں اور اس طرح ایک کلی انقلاب ہمارے اندر نظر میں ہوتا ہے جو نظر واقعات پر پڑتی ہے۔ کیونکہ کسی واقعے کا سمجھ لینا کوئی آسانی سے سمجھ میں آنے والی چیز نہیں ہے جیسا کہ عبارت میں اُس کو ادا کرنے سے بعض اوقات یہ سمجھا جاتا ہے کہ آسان ہے ایک معنی سے واقعات کا فہم سخت[۱] ہے اور ایک معنی سے لزم اُن کا تحقیقی فہم سخت ہے۔ لیکن وہ جسکے ہم واقعہ کہتے ہیں استدلال اور ترجمانی کا معاملہ ہے جو کبھی عدم شعور کے ساتھ اور کبھی غلطی کے ساتھ ہو جاتا ہے لیکن دوبارہ[۲] ترجمانی کا محل باقی رہتا ہے

---

[۱] سخت ہے کسی بات کا کہنا اور اُسکے معنی سمجھ لینا اور امر ہے حقیقت شے کا سمجھنا اور امر ہے چاند اسی طرح زمین پر گر رہا ہے جس طرح سیب شاخ سے ٹوٹ کے زمین پر گرتا ہے کہدینا سہل ہے۔ لیکن متعدد ذاتی اور کتابی تجربوں کے اور اُن علوم کے اکتساب کے بعد جو اس کے سمجھنے کے لئے درکار ہیں یہ امر ذہناً محقق ہو سکتا ہے۔ ایک مدت علم ہندسہ بسیط اور علم مثلث اور علم السکون اور علم الحرکۃ کے سمجھنے کے لیئے درکار ہے مقصود میرا تحقیقی فہم سے ہے ورنہ اس زمانے میں بچے بھی تقلیداً اس مسئلے سے واقف ہیں ۱۲

[۲] اگلے وقتوں میں اس کو اس طرح بیان کیا تھا کہ دلیل کے بطلان سے مدلول کا بطلان نہیں ہوتا ممکن ہے کہ ایک واقعہ سچا ہو مگر ہم چند دلیلیں جو اس کے ثبوت میں پیش کریں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جو کہ ہمارے اور معلومات سے موافقت رکھے اور جس حد تک کہ واقعات اس کی اجازت دیتے ہیں کہ دوبارہ تحقیق کی جائے واقعات نرم ہیں مثلاً کوپرنیکس کے عہد سے پیشتر اس کو ایک واقعہ کہہ سکتے تھے کہ سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہے (اگرچہ بعض یونانیین قدیم نے اس میں کلام کیا تھا) لیکن یہ صرف چند ظہوروں کی ترجمانی تھی جن کو اب ہم اس تعلیم سے جو ہم نے پائی ہے کہ وہ ظہور اب اس واقعے کے مناسب معلوم ہوتے ہیں کہ زمین آفتاب کے گرد گھومتی ہے غلط ہے اسکو واقعہ کہہ سکتے تھے کہ انواع حیوانات ثابت اور مستقل ہیں صورت یہ ہے کہ بچوں کا پیدا کرنا ایسے ٹھیک اندازے سے ہوتا ہے کہ جس نسل کو جی چاہے دیکھو بادی الرائے میں یہ مقولہ بالجملہ عملی مقاصد سے صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن ہم کو معلوم ہوا ہے کہ یہ استقلال مقابلتہً کسی درجہ تغیر سے ایک مدت مدید تک مناسب[۱] معلوم ہوتا ہے۔ یہ مثالیں اس بات کے ثبوت کے لیئے کافی ہیں کہ واقعات معلومہ کی نسبت جب کوئی جدید نظریات اختیار کیئے جاتے ہیں تو وہ نئی صورتوں سے ظاہر ہوتے ہیں نیز

بعد جدید نظریات یا مفروضات جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں۔ اپنے تاثیرات میں بہت دور پہنچتے ہیں بہ نسبت دوسروں کے۔ کیونکہ بعض زیادہ عمومیت رکھتے ہیں اور واقعات مختلفہ کی بعد اد کثیر پر جاری ہوتے ہیں۔ اُن کے داخل ہونے سے علوم کی ترقی میں ایک نیا دور شروع ہو جاتا ہے اور ہیویل نے اس کو بہ نسبت اور اعمال کے جو استدلال استقرائی سے تعلق

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ اس سے واقعہ ثابت نہو سکے بہر طور ہمکو پھر کوشش کرنا چاہیئے کہ عمدہ دلیل حاصل ہو جائے ۱۲

[۱] مصنف کا مقصود یہ ہے کہ یوں تو بظاہر گھوڑے سے گھوڑا اور گدھے سے گدھا پیدا ہوتا ہے لیکن خفیف تغیرات بھی جاری رہتے ہیں اور ایسا تغیر عظیم کہ ایک نوع میں ایسا تغیر ہو کہ بالکل جدید نوع معلوم ہو یہ زمانہ دراز میں ظہور پذیر ہوتا ہے ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



رکھتے ایسے مفروضات کے وضع کرنے کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے
اُس نے بلاشک یہ مانا ہے کہ یہ استقراء کا ایک قدم ہے اور علوم استقرائیہ
کی تاریخ اسی مفروضات کے مہیا کرنے اور اُن پر غور کرنے اور اشاعت دینے
سے مراد ایسے مفروضات ہیں جو ایک دوسرے کے بعد آئے ہوں
اور اُن میں ہر لاحق اپنے سابق سے جملہ واقعات علم کے ساتھ زیادہ مناسبت
رکھتا ہو۔ اُس نے لفظ مفروض کو اس باب میں زیادہ نمایاں طور سے نہیں
استعمال کیا۔ اُس نے مفاہیم کہنے کو ترجیح دی اور وہ جسے وہ اجتماع واقعات
بذریعہ مخصوص مفاہیم کے کہتا ہے وہ اُس کی نظر میں استقراء کا جوہر ہے
جدید مفہوم بہر طور جبکہ اولاً اختیار کیا جائے تو وہ ہمیشہ ایک مفروض ہوتا
ہے اور مقبولہ مبلغ علم کے کسی جز میں اُس کا انقلاب واقعات کی ترتیب
میں اعلیٰ درجے کی کامیابی حاصل کرنے سے ہوتا ہے اجتماع کے عمل
کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اپنی ماہیت میں مفروضات کے بنانے سے
علیحدہ کوئی کام ہے بلکہ یہ اُسی کی ایک مخصوص اور اہم صورت ہے۔
جہاں کہیں مفروض بعوض صرف واقعات کو ربط دینے کے کسی ایسے طریق
سے جو کم و بیش معروف ہے اور جس سے ہماری نظر واقعات کے متعلق
قریب قریب وہی رہتی ہے جیسے پہلے سے بھی کوئی ایسا امر شامل ہو جس سے
ہماری نظر میں ایسا تغیر واقعات میں پیدا ہو جائے جس کا اثر دور تک
پہنچتا ہے مثلاً اس تجویز نے کہ ملیریا کی سرایت انوفیلس (قسم مچھر کی) کے
کاٹنے سے ہوتی ہے کوئی زیادہ تبدیلی ہمارے نزدیک اس جانور کی
ماہیت کے مفہوم میں نہیں پیدا کی (اگرچہ اس نے ہمارا رخ عملی طور سے اس جانور
کے متعلق بدل دیا جو انوفیلس کی تعداد کے لیے کسی طرح مفید نہیں ہے)
نہ اس مرض کے مفہوم کے سمجھنے کے لیے کوئی جدید طریقہ نکالا اس لیے
کہ جرثومی مفہوم مرض کا اکثر بخاروں پر جاری ہو چکا تھا۔ بلکہ پہلی تجویز کہ
مرض موقوف ہے یا پیدا ہوا ہے موجودگی یا کثرت سے بعض مخصوص
مضر قسم کے جراثیم کے جو خون میں پیدا ہو جاتے ہیں اس سے انسان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کے خیالات میں امراض کی ماہیت اور اُس کے طریق سرایت اور صفت علاج میں عظیم تغیر پیدا کیا۔ اس اجتماع کی نسبت وضع مفروضات سے جو زیادہ عمومیت رکھتا ہے ہمارے پاس ایک مثال اُس مشکل کی ہے جس سے صحیح امتیاز مختلف اعمال فکریہ کا ہو سکے جن کو منطقیین نے مبادی استقراء میں شمار کیا ہے (اگرچہ وہ کسی طرح تابع نہیں ہیں) اُن ضابطوں کے استعمال کے لیئے جن پر استقرائی استدلال مبنی ہے ہم نے باب گذشتہ میں جن کی جانچ کی تھی ؛

ایک کسی قدر غیر مفید بحث درمیان ہویول اور مل کے پیدا ہوئی کہ اجتماع واقعات استقراء میں کیا کام کرتا ہے۔ ہویول یہ کہتا تھا کہ یہ استقراء ہے مل کہتا تھا کہ اس کو استقراء کہنا درست نہیں ہے۔ مل بظاہر اس خیال کا کچھ اثر تھا کہ استقراء کے لیئے ضرور ہے کہ اُس سے کوئی قضیہ کلیہ ثابت ہو درحالیکہ یہ ممکن ہے کہ واقعات کی بندش ایک جدید مفہوم سے کی جائے۔ اس طرح کردہ ایک مختلف روشنی بنے ملاحظہ ہوں اور اُن کی ازسرنو ترجمانی (توضیح) ہو اگرچہ بظاہر تعمیم نہو اُس نے بظاہر یہ بھی تجویز کیا تھا کہ جملہ اعمال فکریہ میں کسی چیز کو جس سے عام نتائج تک رسائی ہو بذریعہ امتحان جزئی واقعات کے استقراء نہ کہنا چاہیئے۔ الا وہ جس کو حجت یا استدلال کی صورت میں لاسکیں اور یہ سب اعمال استقراء کے توابع ہیں۔ لیکن وہ اعمال فکریہ جو استقرائی ضوابط کے جاری کرنے سے پہلے اس معنی سے توابع نہیں ہیں کہ اُن کی اہمیت دوسری مرتبہ پر ہے بلکہ شاید یہ مناسب ہوگا کہ استقراء کو مجموعی حیثیت سے اور اُس چیز کو جو محض استدلالی ہے علیحدہ علیحدہ تمیز کریں۔ ہم ہویول کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں کہ استقراء یعنی مجموعی عمل فطرت کی ترجمانی جس کو وہ اجتماع واقعات کہتا ہے ایک ایسا عمل ہے جس کی اہمیت اول درجے کی ہے جس کے لئے اعلیٰ درجے اور منتخب قوتیں ذہن کی درکار ہیں بہ نسبت استدلال استقرائی کے۔ اور ہم مل کے ساتھ اتفاق کریں گے کہ یہ استدلالی عمل نہیں ہے لیکن استقراء سے استقرائی عمل ہماری مراد ہے تو ہمکو کہنا پڑے گا کہ یہ اجتماع واقعات زیادہ تر ضروری ہے تاریخ علوم تجربی میں بہ نسبت استقراء کے۔ کیونکہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اکثر ہم میں سے۔ جیسا کہ بیکن نے صحیح کہا تھا۔ اُن ضابطوں کے استعمال کرنے پر قرار کریں گے جن کے لیئے مل نے استقراء کے نام کو مخصوص کیا ہے اسکے لئے معمولی ذہانت درکار ہے اگرچہ اُن ضابطوں کا بیان ہم کو نہ پہنچا ہو لیکن چند ہی اشخاص جدید مفہوم پیدا کر سکیں گے جو ایک مجموعہ (جم غفیر) واقعات کی تدوین اور عقلی تالیف کے لیئے درکار ہیں۔

مثال جس سے یہ بحث سمجھ میں آئے کہ اجتماع کیا ہے۔ قدما نے اولاً یہ خیال کیا تھا کہ سیارے زمین کے گرد دائروں میں حرکت کرتے ہیں یعنے (مدارات دائرہ ہیں یا دوری ہیں) جب اور مشاہدے ہوئے تو اُن سے ثابت ہوا کہ ایسا نہیں ہے اُن کو یہ معلوم ہوا کہ مرکز اُن دائروں کے جن پر سیارات حرکت کرتے ہیں وہ ایک دائرے کے محیط پر حرکت کرتے ہیں یہ دائرے محض جو خیالی مدار نہیں ہیں بلکہ طبیعی وجود جرم رکھتے ہیں اور یہ اجرام گرداگرد متحرک ہیں اور اس (کرہ) جرم کا ایسا نصف قطر اور ایسی رفتار ہونا چاہیئے جس سے سیارے کی رفتار کا اندازہ ہو سکے جو بیرونی دائرے میں جڑا ہوا[1] ہے جس سے اس سیارے کا مدار پیدا ہوتا ہے۔ یہ مفروضہ زیادہ پیچدار ہوتا گیا جس قدر مجموعہ مشاہدات نسبت حرکت سیارات کے بڑھتا گیا اور اگرچہ یہ مفروض سورج کے مرکز فرض کرنے اور زمین کو مرکز فرض کرنے پر برابر طور سے جاری ہو سکتا ہے لیکن کپلر کو اس سے زیادہ قابل اطمینان نظریئے کی تلاش تھی۔ بعدہ بہت سی قوتوں کے جانچنے اور رد کرنے پر جو مشاہدات کے مطابق نہ تھے آخر کار اُس نے سیارہ مریخ کے باب میں دریافت کیا جو کہ اُس کی تحقیقات کا پہلا مفروض تھا۔ کہ اُس کا مدار بیضوی ہے اور یہ آفتاب کے گرد حرکت کرتا ہے اور آفتاب اُس بیضوی کے ایک فوکس

---

[1] مسئلہ قدیم ہیئت یونان و ہند و عرب کا یہ ہے کہ سیارے ایک بالنسبت چھوٹے کرے میں جڑے ہوئے ہوتے ہیں اس کرے کو فلک تدویر لکھتے ہیں اور فلک تدویر کے مرکز ایک اور کرے کے محیط پر حرکت دوری کرتے ہیں اس دوسرے کرے کو فلک حامل یعنے حامل التدویر کہتے ہیں ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



میں واقع ہے۔ پس اس صورت میں بیضوی وہ مخصوص تصور ہے جو ایک وحدت میں تمام مشاہدات کو جو مریخ کے مقامات کے متعلق کیے گئے ضبط کر دیتا ہے۔ جب ایک مقام علیحدہ مانیں ضرور ہے کہ کسی قوس یا اس قوس (بیضوی) کے محیط پر ہو کیونکہ جو نقطہ فرض کیا جائے اُس میں سے قوس گذر سکتی ہے مگر اُس کو اسی قوس کی تلاش تھی جو کل مقامات (سیارہ) میں گذرتی ہو اور اُس کو معلوم ہوا کہ وہ بیضوی ہے۔ بلاشک اس دلیل میں انفصالی قیاس نہیں ہے۔ اور قوسیں رد کر دی گئیں۔ اس لیئے کہ مشاہدے نے اُن کو باطل کر دیا مگر بیضوی کو قبول کر لیا کیونکہ مشاہدات اس کے موافق ہیں نہ اس سبب سے کہ کسی اور قوس سے مطابقت نہیں ہو سکتی اگر بیضوی اس سے پہلے ذہن میں آجاتی تو اور قوسوں کا امتحان نہ کیا جاتا۔ اعلیٰ درجہ کی قوسیں ایسی ہیں کہ وہ بھی بیضوی کے مثل مشاہدات پر ٹھیک اُترتیں اور اگر وہ کپلر کے ذہن میں ہوتیں تو شاہد وہ بیضوی کو ترجیح دینے کے لیئے کوئی اور سبب سوا اس کے کہ بداہتہً اس کو بسیط ہونے کی جہت سے ترجیح ہے نہ بتا سکتا۔ یہ قابل ملاحظہ ہے کہ اس معاملے میں سب سے مشکل بیضوی کی جانب ذہن کا منتقل ہونا تھا نہ کہ اس کی مطابقت مشاہدات کے ساتھ امتحان کرنا۔ ہر شخص جس نے ریاضی میں ضروری مزاولت کا اکتساب کیا ہے یہ کر سکتا تھا جب کہ پہلے بیضوی کا تعقل ہو گیا ہو۔ اور ایسا اکثر واقع ہوتا ہے۔ اگرچہ ہمیشہ نہو جبکہ مخصوص تصور تعلیلی نسبت کا ہو۔ نہ دوامًا۔ کیونکہ بعض اوقات ایسی ہی مشکل یا اس سے زیادہ تصور کی جانچ میں پڑتی ہے نہ اُس کے تعقل کرنے میں۔ اس کی جانچ میں ممکن ہے کہ اُس کے نتائج بوسیلہ بعض دقیق محاسبہ ریاضی کے استخراج کئے جائیں جیسا کہ نیوٹن کے مسئلہ جذب میں ہوا۔ یا کسی تجربے کی تجویز جس سے ہمکو معلوم ہو کہ نظری نتائج ہمارے تصور (مفہوم) کے اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس صورت میں کمال قوت اور جودت ریاضی کی مطلوب ہے۔ لیکن استدلال کی صورت قیاسی ہو گی۔ لیکن اگر ایسا بھی ہو تو داخل کرنا مخصوص اور مناسب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تصور کا بہت کچھ ہے جدید تصورات کمتر ہوتے ہیں۔ استقرائی استدلال اگر مواد عمدہ درست کرکے دیا جائے تو آسان ہے۔

ایک عمدہ مثال اس کی کہ استقرائی تحقیقات میں جدید مفروض سے کیا کام نکل سکتا ہے نظریہ اوکسیجن سے ہم پہنچتے ہے اس کو ہیوٹل سے مستعار لیا ہے اُس کی تصنیفات میں ایسی بہت سی مل سکتی ہیں۔ ایک زمانے میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ قابل اشتعال اجسام اس وجہ سے مشتعل ہوتے ہیں کہ اُن میں ایک ایک قسم کا جوہر موجود ہے جو جلتے وقت نکل جاتا ہے۔ یہ فرضی جسم فلوجسٹن ناریہ کہلاتا تھا اور یہ خیال بالکل قرینِ عقل تھا کہ جب کبھی آگ جلتی ہو تو ہوا میں اس کو نکلتے ہوئے دیکھنا ممکن ہے جب یہ معلوم ہوا کہ ایک ہوا (یا جیسا کہ اب ہم کو کہنا چاہیے گیس) ہے جن میں اجسام فوراً جلنے لگتے ہیں اور ایک اور گیس ہے جس میں بالکل نہیں جلتے۔ یہ تصور کیا گیا تھا کہ ہوا ایک بہت کم مقدار ناریہ کی اپنے حجم کے تناسب سے جذب کرسکتی ہے پہلی گیس میں یہ خیال کیا تھا کہ ناریہ بالکل نہیں ہے اُس کو خالی از ناریہ ہوا اور دوسری قسم میں یہ سمجھا گیا تھا کہ تا حد امکان ناریہ سے مملو ہے اور اس کو اسی لئے مملوء الناریہ کہتے تھے۔ ناریہ کے نظریئے کو اس دریافت نے صدمہ پہنچایا کہ جب کسی جسم کی تکلیس کی جاتی ہے یا خاکستر بنایا جاتا ہے ایک بند برتن میں تو وزن اس خاکستر کا جسم کے وزن سے جو قبل جلنے کے تھا زیادہ ہو جاتا ہے اس کی توجیہ اس طرح کی گئی کہ ناریہ ایک ایسا جوہر ہے جو بالطبیعت خفیف[1] ہے اس وجہ سے جب وہ نکل گئی تو جو جسم اب باقی رہ گیا وہ بالنسبت

---

[1] حکمائے قدیم نے خفت اور ثقل کے دو دو درجے قرار دیئے تھے مطلق اور مضاف۔ خاک ثقیل مطلق باقی ثقیل مضاف ہوا خفیف مضاف اور نار خفیف مطلق۔ اس لیئے عالم میں ان اجسام کے خیر یعنے طبیعی مقام اسی ترتیب سے تھے جو ہم نے بیان کیئے یعنے زمین سب کے نیچے اُس پر پانی جو بہ نسبت اُس کے ہلکا تھا پھر ہوا جو پانی سے ہلکی تھی اور نار میں بالکل وزن نہ تھا پھر جسم کی دو قسمیں قرار دی گئیں قابل الوزن جیسے پتھر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بھاری ہے۔ یہ رائے ہندی الرائے میں خوشنما معلوم ہوتی ہے جب ہم کو یہ خیال آتا ہے کہ شرارے اوپر کی طرف اُڑ کے جاتے ہیں تاہم درحقیقت بالنسبت مسئلہ جذب کے بڑی مشکلوں کا سامنا پڑتا ہے۔ فرانسیسی بڑے ماہر کیمیا لوئزیر نے ایک نیا مفہوم ان واقعات کے متعلق پیدا کیا۔ اُس نے یہ تصور کیا کہ جب کوئی جسم جلتا ہے تو جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ ایک جوہر خفیف بالطبع ہے اُس سے نکل کے ہوا میں داخل ہوتا ہے اور اس لیئے جو باقی رہ جاتا ہے وہ نسبتہً بھاری ہوتا ہے بلکہ ایک بالطبع ثقیل جوہر ہوا سے نکل کے جلنے والے جسم میں مل جاتا ہے جلنا درحقیقت ایک ایسا عمل ہے جسکو کیمیائی ترکیب کہنا چاہیئے اور لوئزیر نے اپنے نظریئے کی تائید میں یہ ثبوت دیا کہ جب کسی بند ظرف میں کسی جسم کی تکلیس کی جاتی ہے تو اُس کے بند ظرف میں جو ہوا تھی وہ اُسی مقدار سے ہلکی ہو جاتی ہے جس مقدار سے خاکستر کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ شاید یہ مشاہدہ قطعی فیصلہ نہ تھا اگر ناریہ اپنی طبیعی خفت (ہلکے پن) کو ہوا میں بیتی گئی ہوتی لیکن جدید طریقہ فہم واقعات نے عام مسئلہ جذب سے زیادہ تر مطابقت کی وہ جوہر جو ہوا سے جلتے وقت نکل جاتا ہے اُس کا نام اُس نے اوکسیجن رکھا اور اب اوکسیجن خالی الناریہ ہوا کی قائم مقام ہوئی جبکہ حلوالناریہ ہوا بعوض اس کے کہ وہ ناریہ سے بالکل بھرپور سمجھی جاتی ایک جداگانہ جوہر سمجھی گئی اوکسیجن کے ماوراجس میں صلاحیت اُس کیمیائی ترکیبات[1] کی نہیں ہے جو جلنے میں شامل ہیں۔ اس جوہر کا جدید لقب ازوت قرار پایا اور من بعد نطروجن کہا گیا۔ لوئزیر نے پھر یہ ثابت کیا کہ اوکسیجن ہوا سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور دوسرے جوہروں کے

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کویلہ۔ پانی۔ ہوا۔ وغیرہ دوسرے غیر قابل الوزن جیسے حرارت کہربائیہ وغیرہ یہ اب بھی کم وبیش جاری ہے ۱۲۔

[1] وہ کیمیائی ترکیبیں جو جسموں کے جلتے وقت واقع ہوتی ہیں اُنھیں کیمیائی ترکیبوں کو دوسری حیثیت سے جلنا کہتے ہیں ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کیمیائی ترکیب سے ملتی ہے نہ صرف جلنے میں بلکہ اُس عمل میں بھی جو ہم سب سے تعلق رکھتا ہے یعنے تنفس (سانس) یا زنگ لگنے میں یعنے لوہے کا اوکسیجن سے مرکب ہونا ایسے مرکب کو اوکسائیڈ کہتے ہیں۔ لوہے کو پانی کے اندر بھی زنگ لگتا ہے اس لیئے کہ اوکسیجن پانی میں موجود ہے۔ اور اسی طرح اُس کا جدید مفہوم کہ جلنا درحقیقت کیمیائی ترکیب ہے درمیان ایک جوہر کے جو ہوائے محیط میں ہے جس کو وہ اوکسیجن کہتا تھا اور جوہر اُس جسم کا جو کہ جلا اس واقعے نے جدید مفہوم سے اُن عملوں پر برابر روشنی ڈالی جو بادی الرا میں جلنے سے کس قدر بعد[1] رکھتے ہیں۔ اس مثال میں گویا وہ موجود ہے جس کو اجتماع کہتے ہیں دو قسم کا۔ اولاً اس حد تک کہ کثیر تعداد ایسے واقعات کی جو جلنے سے متعلق ہیں وہ سب مربوط اور مضبوط ہو گئی اس جدید مفہوم کے ذریعے سے کہ جب کوئی چیز جلتی ہے تو کیا ہوتا ہے۔ ثانیاً اس حد تک کہ یہی مفہوم ثابت کیا گیا کہ اور آثار پر جاری ہو سکتا ہے جس طرح جلنے پر اور لہذا یہ جملہ آثار ایک ہی توجیہ کے تحت میں لائے گئے جلنے کے ساتھ۔ شاید ایک اور مثال اُس تغلیب اور ارتباط کے قوت کی جو ایک جدید اور مناسب مفہوم میں متعدد واقعات پر عمل کرنے کی ہوتی ہے یعنے نظریہ ارتقائے علم الحیوۃ میں یا تغیر انواع بذریعہ طبیعی توالد کے ہم کو اس وقت اس مسئلے سے کوئی بحث نہیں ہے کہ اُن تغیرات کے تعین کے لیئے سوائے انتخاب طبیعی کے اور کوئی امر موثر نہیں ہے نظریہ انتخاب اُس طریق کا نظریہ ہے جس سے تغیرات بے شک پیدا نہیں ہوئے بلکہ قائم ہوئے ہیں جب کہ ایک بار اُس کا ظہور ہو گیا ہو اس نظریئے سے ہمکو یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ ہر نسل میں افراد کے رنگ قد ساخت وغیرہ

---

[1] یعنے تنفس جلنا زنگ لگنا بظاہر کیسے مختلف واقعات ہیں کسی کو دوسرے سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا گو کہ علماً یہ سب ایک ہی مفہوم میں داخل ہیں یعنے اوکسیجن کا عمل کیمیائی سے دوسرے جسم کے ساتھ مرکب ہو کے اوکسائیڈ بنانا ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بہ نسبت اپنے ماں باپ کے مختلف ہوتے ہیں۔ بعض ان اختلافات سے اُس ذی حیات کے لیئے اُن حالات میں جن میں وہ جی رہے ہیں مفید ہوتے ہیں اور یہ ذی حیات جن میں یہ اختلافات واقع ہوئے دوامی جہد للبقا میں جو عالم میں سائر و دائر ہے اس جہت سے اپنے حریفوں سے زیادہ کامیاب ہیں پس وہ افراد جن میں ایسے اختلافات واقع ہوئے ہیں جو اس ماحول میں صلاحیت حیات کی رکھتے ہیں زندہ رہیں گے اور اُن میں تناسل ہوگا۔ اور اُن کے کم نصیب حریف جو اس صلاحیت سے بہرہ یاب نہیں ہیں فنا ہو جائیں گے۔ اور اس سبب سے حالات ماحول کے مطابق نوعیں بن جاتی ہیں اور محفوظ رہتی ہیں جن حالات میں اُن کو زندگی کرنا ہے۔ علمائے علم الحیوٰۃ اس مسئلے میں کلیتہً متفق نہیں ہیں کہ جس حد تک مختلف نوعیں نباتات اور حیوانات کی جن میں صلاحیت ہے اور یا جس حد تک جنمیں صلاحیت ہے اُنکی توجیہ صرف نظریہ انتخاب طبیعی سے ممکن ہے اگرچہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسئلہ ارتقاء اصول انتخاب طبیعی کی کامیابی کی قوت سے ظفریاب ہوا ہے اور اُس کو آگے جانے کی راہ ملی ہے۔ اسی نظریئے سے متعدد صورتوں میں ساخت و شعور حیوانی اور رنگوں میں صلاحیت ماحول کی ثابت ہوئی لیکن مسئلہ ارتقاء انواع یا تناسل کے ساتھ تغیرات کا وقوع جو مقابل اس نظریہ کا ہے کہ انواع ابتداء خلقت سے مستقل اور غیر متغیر ہیں انتخاب طبیعی کا طرداً و عکساً ملزوم نہیں ہے یعنے اس پر منحصر نہیں ہے کہ ارتقائی طریق عمل صرف یہی ہے اور کچھ نہیں ہے۔ واقعات کے جملہ صنفوں میں اس مسئلے کی وجہ سے ایک معقول باہمی ارتباط پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے ذریعے سے مختلف اور پیچ در پیچ بستیں مشابہت اور عدم مشابہت کی ایک جنس کے مختلف انواع میں اور ایک گھرانے کے مختلف اجناس میں اور ایک مرتبے کے مختلف گھرانوں وغیرہ میں واضح ہو جاتی ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک ہی ساخت کا خاکہ اکثر صورتوں میں کیوں مشاہدہ ہوتا ہے جس میں ساخت کے کسی جزء کا فعل معدوم ہو گیا ہے یا بالکل بدل گیا ہے۔ اور کیوں ایسا ہے کہ جہاں کہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اُن کی زندگی کسی فعل کا وقوع چاہتی ہے ایسی صنفوں میں جو از روئے فلسفہ۔ تشریح الابدان ایک دوسرے سے اور اعتبارات سے بہت بعد رکھتی ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ فعل مختلف وسیلوں سے پورا ہوتا ہے۔ جیسے کیڑوں اور چڑیوں کے بال و پر چمگادڑ کا بھلّی کا سا باز و اور اُڑتی مچھلی کے پچھنے۔ اور اسی سے توضیح ہوتی ہے مختلف سلسلوں کے متحجرات کی اور واقعات علم نطفے کے ساتھ مطابقت ثابت ہوتی ہے اس لیئے کہ ذوی الفقرات کے نطفوں کا بروز تدریجی ہوتا ہے جس سے امتیازات نوعی نمایاں ہوں اور ابتدائی مراتب میں مختلف جنسیں اور رہط کے نطفوں میں امتیاز بہت ہی کم ہوتا ہے کیونکہ جو ہیئتیں اثنائے بروز تدریجی میں ایک بسیط ساخت کو بہت مدت کے بعد دفعتہً عارض ہو گئی ہیں اُن کا ظہور ہر فرد مابعد کے نشو و نما میں دیر میں ہوتا ہے جبکہ صنف ہذا میں اتلاف ہو اور زیادہ بسیط ساخت کو اس حال میں عارض ہوتا ہے۔ اس سے جغرافی تقسیم کے واقعات کی بھی توضیح ہوتی ہے اس طرح سے کہ اتحاد اُس رقبے کے ساکنوں میں جن میں کوئی جغرافی حاجب نہو زیادہ ہوتا ہے اور حاجب کے دونوں طرف کمتر اور وہ حاجب جس کے جانبین میں امتیاز زیادہ نمایاں ہو وہ ہر قسم کے عضوی نظام یکساں نہیں ہے بلکہ ہر قسم کے لیئے ایسے امتیازات ہیں جو موثر طور سے جلا وطن کے مانع ہوتے ہیں۔ بلند پہاڑوں کے سلسلے بری حیوانات کے لیئے آب شیریں کی مچھلیوں کے لیئے عمیق سمندر آب شور کی مچھلیوں کے لیئے وقس علیٰ ہذا۔ یا مثلاً ایسے واقعات کہ جہاں کہیں اس کی شہادت ملتی ہے کہ بعض رقبات اراضی کے مدت تک دوسرے رقبات اراضی سے جدا رہے ہیں وہاں ہم عجیب و غریب کثرت نادر انواع[1] کی پاتے ہیں اور ان انواع سے نادر اجناس پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ جملہ واقعات اور ان کے مثل اور بہت سے جن کے لیئے قدیم مفروض پیدائش انواع مستقل غیر متغیر پر بنا کرنے سے نہ کوئی سبب بتایا جا سکتا نہ کوئی اقتضا یہ

---

[1] رومینس کی کتاب ڈارون و مابعد ڈارون ۱۲ مصر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



سب مفروض تغیرات تناسلی کے ساتھ مسلسل اور مربوط ہیں اور ایک مفہوم سے یہ جملہ نتائج منضبط ہیں۔

اب ہم بعض اہم اعمال جن کے بغیر استقرائی استدلال ایسی قوت نہیں رکھتا کہ علوم استقرائیہ کو چلا سکے۔ ایک یا دو اور بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ مشاہدہ اور تدوین واقعات کا ذکر جنداں ضروری معلوم نہیں ہوتا: تاہم وہ جو کام کرتا ہے اُس کا جز و صغیر نہیں ہے قبل اس کے کہ ہم اس قابل ہوں کہ یہ بتلائیں کہ کون سے آثار و حوادث میں تعلق علت و معلول کا ہے اس کے ساتھ ہی وہ ہے جس کا ذکر استطراداً[1] ہو چکا ہے یعنے تجویز تجربات جس سے اس کی جانچ ہو سکے کہ فلاں حادثہ موجود ہے یا غیر موجود متغیر ہے یا مستقل جیسا کہ ہونا چاہیئے اگر ہم نے اُس واقعے کو واقعہ زیر تحقیق کا سبب قرار دیا ہے مثلاً یہ خیال کیا جائے کہ ارواح کا کھٹکھٹانا حقیقتہً[2] جوڑوں کے چٹخانے سے ہوتا ہے تو یہ ضرور ہوگا کہ نہ صرف یہ ثابت کیا جائے کہ ہر شخص یہ شور و غل اس طریقے سے پیدا کر سکتا ہے بلکہ ایسے شرائط تجویز ہوں گے کہ یقیناً کہ جب جوڑ چٹخائے جائیں تو ممکن نہیں ہے جب تک کہ یہ اثر نہ پایا جائے اور دیکھا جائے کہ ارواح اب بھی کھٹکھٹاتی ہیں۔

---

[1] دوسرا طریق عمل محاسبہ تعلیمی جس کا ذکر وہاں ہوا تھا اُس مرتبہ اس کے بعد آتا ہے جس کا تعلق علم کے اُس مرحلے سے ہے جہاں قیاس استدلال کا زیادہ کام پڑتا ہے بہ نسبت جاری کرنے اُن ضابطوں کے جن کی بحث گذشتہ باب میں ہو چکی ہے ۱۲ مصر

[2] پوڈمور کی تاریخ روحانیات زمانہ متاخر ۱۲ مصر

روحانیات کے اعمال ایک تپائیہ کی میز پر چند شخص روح کے انتظار میں ساکت و صامت بیٹھتے ہیں تھوڑی دیر میں اگر عمل کامیاب ہوا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میز حرکت کر سکتی ہے اور سوالات کیئے جاتے ہیں ایک پایہ اُٹھتا ہے اور گرتا ہے یہ ایک کھٹکا ہوا یہ جواب نہیں کے سمجھا جاتا ہے (دیکھو کتاب اصطلاحات علم نفس) تین کھٹکے 'ہاں' کی جگہ اس طرح کھٹکوں کی ایک الف بے بنالی ہے۔ جیسے ٹیلیگراف میں ہے اور جواب حاصل کیے جاتے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



معدودات کا جمع کرنا اور اُس کی تفتیش اور جدولی صورت میں لانا یا قوسوں میں دکھانا اکثر تحقیقات کے عمدہ مبادی سے ہے اس ضابطے کے جاری کرنے کے لیئے کہ ایسی کوئی شئے کسی متغیر حادثے کی علت نہیں ہو سکتی جس میں تناسب تغیر نہ پیدا ہو ؛

اس موضوع بحث پر اس قدر بیان کافی ہے علوم کی تحقیقات میں اور بہت سے کام ہیں علوم کی ترقی کے لیئے جن کی اہمیت بہت زیادہ ہے لیکن یہاں ہم کو صرف اُنھیں اعمال سے تعلق تھا جو بطور مقدمات اور مبادی استدلال استقرائی کے سمجھے جاتے ہیں۔ ترجمانی فطرت کے لیئے منتخب و مسلمہ اصطلاحات کا مہیا ہونا بہت بڑی بات ہے مگر وہ استقرائی استدلال سے مخصوص نہیں ہے۔ اور تجرید کا ذکر مبحث تحلیل و مفروضات اور وضع تصورات میں آچکا ہے تجرید سے ہماری مراد ہے بعض مخصوص ہئیتوں کو ذہناً کسی موجود خارجی سے علٰحدہ کر کے تصور کرنا وہ ہئیتیں جو وجود خارجی میں اور وصفوں کے ساتھ مرکب ہیں۔ یہ ایک ہیئت اور دوسری ہیئت میں تعلق کا تلاش کرنا ہے عینی مجموعے واقعات آناً فاناً متغیر ہوتا رہتا ہے۔ پس جب تک ہم اس کے ٹکڑے ٹکڑے علٰحدہ نہ ملاحظہ کریں گے ہم نہیں معلوم کر سکتے کہ اس مجموع کی ایک حالت سے دوسری حالت میں کس چیز سے کس چیز کا تعین ہوتا ہے۔ ہر حد کلی میں کسی نہ کسی درجے کی تجرید ہے لیکن علوم میں ہم اُس چیز کو توڑ کے علٰحدہ کرتے ہیں جس کو روزمرہ حیات میں شئے واحد سمجھتے ہیں اور اس جزر پر حالت انفرادی

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ میں اور بہت سے طریقے حاضرات ارواح کے ہیں جو ایشیا میں جاری ہیں بعض طریقے یورپ اور امریکہ میں مگر حقیقت حال کی نسبت نہ یقین ہے نہ شک ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



میں غور کرتے ہیں۔ یا اس کو مجرد ملاحظہ کرتے ہیں وہ چیز جو اب تک خصوصیت کے ساتھ نہ دیکھی گئی تھی نہ اُس کا امتیاز کیا گیا تھا جو کسی نسبتہً عینی مفہوم کی مجموعی فطرت میں شامل تھی ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



# باب بست و دوم

## غیر متلازم تعلیلی اضافیتیں

اب تک جو کچھ کہا گیا ہے کہ استقرار کے ذریعے کسی حادثے کے سبب کا تعین کیا جائے اس جملے میں یہ مان لیا گیا ہے کہ جو کچھ سبب ہو وہ حادثۂ مذکور سے تلازم رکھتا ہے یعنے صرف یہی نہیں ہے کہ جب سبب موجود ہو تو وہ حادثہ واقع ہو بلکہ یہ بھی کہ جب حادثے کا وقوع ہو تو سبب ضرور ہی موجود ہوگا اس طرح کہ تم اطمینان کے ساتھ کسی ایک سے دوسرے پر استدلال کر سکتے ہو جیسے علم ہندسہ میں تم ایک ہی طور سے استدلال کرتے ہو کہ اگر مثلث کے زاویے برابر ہوں یہ واقعہ ہے تو مثلث متساوی الاضلاع ہے اور اگر مثلث متساوی الاضلاع ہے یہ واقعہ ہو تو مثلث متساوی الزوایا ہے۔

لیکن ہم اکثر اس صورت میں بھی ایک شئے کو دوسری کی علت کہتے ہیں جہاں ایسا تلازم کسی طرح حاصل نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ شراب خواری جرم کی علت ہے اگرچہ اکثر لوگ مست ہو جاتے ہیں مگر ان سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوتا[1] اور اکثر لوگوں سے جرم کا ارتکاب ہوتا ہے بغیر اس کے کہ شراب پیے ہوں اور استقرائی استدلال کی بعض مثالوں میں جو گذشتہ باب میں لکھی گئی ہیں جو علت دریافت ہوئی ہے وہ تلازم نہیں رکھتی پیدائش

---

[1] بجائے شراب خواری کے دوسرا جرم مثل زنا و قتل عمد وغیرہ ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



صرع جو گنی بگیس میں ظاہر ہوئی۔ اُس کی نسبت ثابت کیا گیا کہ ماں باپ کو ایسا زخم عارض ہونا جو صرع کا موجب ہو اُس کی علت تھی لیکن اس کا دعویٰ نہیں کیا گیا کہ صرع جو اس واسطے سے ماں باپ کو عارض ہوئی دوامًا اُس کا یہ اثر ہو کہ اولاد کو صرع عارض ہو۔

یہ کہا گیا تھا کہ استقرائی ثبوت کسی حادثے کی علت ہونے کا علت کی تعریف (حد) پر مبنی ہے کیونکہ کوئی چیز جس کا تعلق کسی حادثے سے اس طرح کا ہو جس پر علت کی تعریف صادق آتی ہو اُس حادثے کی علت نہیں ہو سکتی اور یہ کہ جملہ شقوق ممکنہ کے اسقاط یا طرح کرنے کے بعد کسی حادثے کی علت کا ثبوت ہوتا ہے۔ تعریف میں علت کی یہ مان لیا گیا تھا کہ حادثے کو مستلزم ہو۔ یہ ماننا کہ غیر مستلزم سببی نسبتیں بھی ہیں اس وجہ سے ظاہراً اُس استدلال کو نادرست کر دیتا ہے جو اس مسئلے پر چلتا ہے کہ علت و معلول میں جانبین سے تلازم ہوتا ہے۔

اس مشکل پر نظر کرنا ملتوی کیا گیا تھا کچھ تو اس لئے کہ موضوع بحث کے بیان میں ناواجب پیچیدگی نہو: لیکن اس لیئے بھی کہ نسبت سببی درحقیقت اور اپنے ٹھیک معنی سے وہی ہے جس میں تلازم ہو اور بغیر اُس کے پہلے سمجھے ہوئے غیر متلازم تعلیلی نسبتیں ہمارے ذہن نشین نہیں ہو سکتیں۔ بیان صحیح یہ ہے کہ کسی چیز کے سبب کے مقرر کرنے سے یہ مقصود ہے کہ ہر امر ضروری بیان کیا جائے اور جو چیز معلول کے وجود کے لیئے ضروری نہو اُس سے قطع نظر کی جائے۔ تاہم ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک ہم (اگر ٹھیک ایسا ہی کریں) اگر ہمارا مقصد علت کی تلاش سے یہ ہو کہ ایسی چیز جس سے معلول پیدا ہو سکے یا جو اُس کی پیدائش کو مانع ہو۔ اور اگر کوئی شئے اُس کے وجود کے لیئے ضروری ہو جو کسی شئے کی ایک خاصیت ہے اور دوسرے طور سے فضول ہے تو اس ضروری خاصیت کا بیان بے کار ہو گا جب تک کہ ہم اُس فضول شئے کا بیان نہ کریں جس کی یہ خاصیت[1] ہے

[1] مثلاً سمندر بھین کی بنا وٹ کا یہ خاصہ ہے کہ اس سے سیاہی کے نشان جلد سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اگرچہ ہماری ایسی عملی غرض اس خاصیت سے نہو جو اس چیز میں ہے ہم کو اس موثر کی ضرورت ہے اس اثر کے لیے بغیر اس چیز کے جانے ہوئے جس میں یہ خاصیت ہے بہ مشکل کہا جا سکتا ہے کہ ہم اس معلول کی پیدائش کو سمجھتے ہیں مثلاً دور سے سنا بعض تموجات کے بذریعہ ہوا جو بسہولت متکیف ہو سکے منتقل ہونے سے ہوتا ہے یعنے بذریعہ واسطۂ ملائم ہوا کے۔ ضروری ملائمت ہوا کی ایک خاصہ ہے ہوا کا۔ لہذا ہم ہوا سے دور کی آواز سنتے ہیں اگر درمیان شئے متموج اور آلۂ سماعت کے خلا واسطہ ہو تو آواز کے منتقل ہونے کو مانع ہوگا یہ سچ ہے کہ ماوراء خاصۂ ملائمت کے ہوا امر سماعت میں بالکل فضول[1] ہے پس عین ہوا نہیں بلکہ مجرو یہ خاصہ ہوا کا منجملہ اسباب متلازم ہے جس سے دور کی آواز مسموع ہوتی ہے۔ مگر ملائمت مجرد کوئی شئے نہیں ہے جس کو واسطہ قرار دیں جو کہ ملائمت محض ہو اور کچھ نہو[2] ہم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیا شئے ہے جس میں ضروری خاصہ ملائمت ہے جو کہ درمیانی فاصلہ سامع اور مسموع میں واسطہ ہے اور جب تک اس شئے کا علم نہو جس میں یہ خاصہ ہے واسطۂ ملائم کو دور کر کے عدم مسموعیت کا ثبوت دے سکتا ہے

---

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ مٹ جاتے ہیں اگر کسی شخص کی انگلیوں میں سیاہی کے داغ ہیں تو اس کو یہ بتانا زیادہ مفید ہوگا کہ ایک ٹکڑا سمندر پھین کا لے لو بہ نسبت اس کے کہ اس کی بناوٹ بتائی جائے کہ اس کے ریشے اس قدر باریک ہوتے ہیں جس سے انگلیوں سے سیاہی کے داغ مٹ سکتے ہیں ۱۲ مص

[1] یعنے مقصود بالذات ملائمت ہے نہ ہوا لیکن ہوا میں ملائمت ہے لہذا ہوا بھی ایک معنی سے مقصود ہوگئی ۱۲ ز

[2] ٹھیک ایسا ہی واقعہ ہے کہ اثیر کا مفہوم ملائمت محض ہے اس کے سوا ہم کو کچھ معلوم نہیں جس سے اثیر کا مفہوم کافی نہیں ممکن ہے اسی وجہ سے لارڈ سالسبری کو اپنے خطبے میں بحیثیت صدر برٹش ایسوسیشن اکسفورڈ ۱۸۹۴ء اس کے بارے میں یہ کہنا پڑا کہ اثیر محض فاعل نحوی فعل تموج کا ہے ۱۲ ز

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کیونکہ اس کو اُس چیز کا علم ہی نہوگا جس کو وہ دور کرے ؛

ہم اس مثال کو کسی قدر طول دے کے بیان کریں گے۔ استقرائی طور سے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ درمیانی ہوا آواز کے انتقال کی علت ہے۔ بے شک بطور استقراء ایک مشہور تجربے کے ذریعے سے اس کا ثبوت دیا گیا۔ اور اگر بیان میں زیادہ دقت نظر سے کام نہ لیں تو یہ سچ ہے کہ ہوا کی موجودگی سے یہ استدلال ہوسکتا ہے کہ آواز منتقل ہوتی ہے اور التزاماً آواز کے منتقل ہونے سے ہوا کے واسطہ ہونے پر استدلال ہوتا ہے۔ لیکن کوئی استدلال بالکل سالم نہیں ہے۔ پہلا امر ثابت ہوتا ہے مگر بعض تخصیصات (شرائط) کے ساتھ کہ مسافت تناسب حدت آواز سے زائد نہو وغیرہ۔ امر دوم ممکن ہے کہ بالکل درست نہو آواز کا انتقال پانی سے بھی ہوسکتا ہے آلۂ دور گو ٹیلیفون[۱] کی مدد سے خلا میں بھی اور اس صورت میں باعث یہ ہے کہ ملائمت سوائے اتصال ہوا کے اور طریقے سے بھی مہیا ہوسکتی ہے ہم نے دیکھا کہ ماورا خاصۂ ملائمت کے ہوا فضول ہے لیکن ہم ملائمت محض کو نہیں حاصل کرسکتے۔ اب ہم کو دریافت ہوا کہ سوائے ہوا کے اور ملائم واسطے ہیں[۲]۔ اب ہم کو معلوم ہوا کہ اور بھی ملائم (لچکدار) واسطے ہیں جو اس کام میں آسکتے ہیں اور لچک اُسنے بھی مہیا ہوسکتی ہے اور جو شے مطلوب ہے وہ لچکنے والا واسطہ ہے اور اس ضرورت کو مختلف چیزیں پورا کرسکتی ہیں۔ یہ سب شقیں ہیں اور کوئی ان میں متلزم معلول کو نہیں ہے کیونکہ معلول ان میں سے کسی کی مدد سے پیدا ہوسکتا ہے لہذا وقوع (اثر معلول کا) کسی ایک کو بمقابلہ دوسرے کے اپنے پیدا کرنے کے لیئے ترجیح نہیں دے سکتا۔ لیکن اُس کا مشترک خاصہ یعنے لچکدار واسطے کا پیدا ہونا اس سے ضرور استلزام ہے آواز بغیر اس کے منتقل نہیں ہوسکتی

(۱) ہوا کی لچک ٹیلیفون میں بھی کام آتی ہے مگر نہ علے الاتصال۔ موجودہ مقصد کے لیئے ضرور نہیں ہے کہ سامان تجربہ مسئلہ ہذا کی تفصیل سے بحث کیجائے ۱۲ مص

۲ نہ کسی شعبے میں جو محض ریاضی کے اکتساب سے متعلق ہے اور نہ منطق سے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



پس ایک ایسی علت جس سے استلزام ہو ہمیشہ موجود ہوتی ہے لیکن صرف اُس کا بیان تعلیماً مفید نہیں ہے۔ اور اکثر اُسی کا علم مقصود نہیں ہوتا اس کے چند وجوہ ہیں ؛

اولاً یہ کہ مقصود کسی علم کا یہی ہے کہ قطعی قضایائے کلیہ دریافت کیئے جائیں اگرچہ یہ قضایا اکثر علوم میں علت اور معلول کی نسبتوں کو شامل ہوتے ہیں لیکن جب علم ترقی کرتا ہے تو اُس کے مسائل کسی مفروضہ اثر کی علت کو تحقیق کرنے کے ماورا ایک مختلف صورت اختیار کرتے ہیں ممکن ہے کہ ہم ایسے اثر سے ابتدا کریں جو مقابلتہً بسیط معلوم ہوں اور جب ہم آگے بڑھیں تو ہم کو معلوم ہو کہ اثر متعدد شرائط پر موقوف ہے جو باہم مرکب ہیں جن میں سے ہر شرط متعدد طرق سے پوری ہو سکتی ہے لیکن کوئی اُن میں سے ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ بہت کچھ فضول اور غیر متعلق مواد نہ ہو اثر زیر بحث کے پیدا کرنے میں۔ ہر ایک اُن میں کسی امر عینی کو عارض ہے یا اس میں کوئی خاصہ کسی شئے عینی (کسی شئے موجود فی الخارج) کا متضمن ہے مثل ہوا کی لچک کے انتقال آواز کی صورت میں۔ جن شرائط کو پورا ہونا چاہیئے اُن کا ذکر تجریدی صورت میں بغیر اُس چیز کو بتائے ہوئے کہ جس میں وہ شرائط متحقق ہیں تعلیم کے لیئے مفید نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ اثر مطلوب کیونکر پیدا ہوگا تاہم ہر شئے یا حادثے کا بیان جن سے وہ شرائط متحقق ہو سکتے ہیں غیر متناہی اور بے فائدہ کام ہے۔ پس ہم مسئلے کی صورت کو بدل دیتے ہیں اُس اثر کو ایک مرکب ملتف نتیجہ تصور کر کے جس کے متعدد شرائط ہیں ہم یہ کوشش نہیں کرتے کہ کونسے مجمع اشیاء یا حوادث سے نتیجہ مطلوب پیدا ہوگا نہ یہ کہ کن خواص و اعراض پر اُس کی پیدائش موقوف ہے بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ اصل فعل مختلف اشیاء یا حوادث میں کیا ہے جس کے ذریعے سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



وہ مخصوص شرط جو کہ تحقق اثر کے لیئے ضروری ہے ان سب[1] میں موجود ہے۔ ایک ملتف اثر کی علت جو متلازم ہو بجائے اُس کے ہم موضوع تلاش اُس اصل کو قرار دیتے ہیں جس اصل کے موافق ایک خاص قسم کی شئے یا حادثہ تاثیر کرے۔ ہمارے مسئلے کے بیان کی بہتر صورت یہ ہے کہ ہم قوانین فطرت کو تلاش کرتے ہیں نہ کہ اسباب کو۔ مثلاً سوال کیا جائے کہ موسمی ہواؤں کا سبب کیا ہے یعنے وہ منتظم اور موقت ہوائیں جو التزاماً بعض ممالک میں ایک حصہ سال میں کسی سمت خاص کی جانب چلتی ہیں اور دوسرے حصہ سال میں ٹھیک اُس کی مقابل سمت میں؟ اگر ہم کہیں کہ وہ ہوائے محیط کی دباؤ کے تقسیم پر جس کی تبدیلیاں موقت ہیں موقوف ہیں تو ہمارا جواب تعلیمی اعتبار سے بہت عمدہ نہیں ہے کیونکہ ہم درحقیقت یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کونسے حوادث اُن ملکوں میں ہوتے ہیں جن سے یہ تفاوت پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ حوادث جن سے تعین اس اختلاف کا اور سمت کا موسمی ہواؤں میں ہوتا ہے متعدد ہیں اور بدلا کرتے ہیں۔ واقعی ترکیب اُن کی سال بسال اور مقام بمقام بدلتی رہتی ہے اور اس تبدیلی سے نتیجے میں فرق پڑتے ہیں۔ پس یہ بہتر ہے کہ صرف ان حوادث کے انواع کو لیں، مثلاً آفتاب کی قوت کے فرق کو کسی مقام میں اُس کی شعاعوں کی مختلف سمتوں کی وجہ سے سمندر سے ابخرات کیونکر اوٹھتے ہیں۔ ابخرات کس طرح ایک جزو حرارت کو شعاعوں سے جذب کر لیتے ہیں۔ گرم پانی سرد پانی کے ساتھ کس طرح دورہ کرتا ہے۔ زمین کس طرح آفتاب

---

[1] ہم اُس صفت مشترک کو دریافت کرتے ہیں جو جملہ اشیا میں موجود ہے جو اثر زیر بحث میں مفید خیال کی جاتی ہیں مثلاً بعض قسم کے بخار کے لیئے کنین بھی مفید ہے نیم کی پتیاں بھی مارفیہ بھی ست گلو بھی پس دیکھنا چاہیئے کہ وہ صفت مشترک ان جملہ اشیا میں کیا ہے جو بخار کے علاج میں مفید ہے معلوم ہوا کہ وہ صفت تلخی مزہ ہے پس جس چیز میں یہ صفت پائی جائیگی وہ علاج کے لیئے مفید ہوگی ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کی حرارت کو جذب کرکے محفوظ رکھتی ہے ہوا حرارت سے کیونکر پھیلتی ہے
ہوائے محیط کا دباؤ کن اصول سے مختلف پھیلاؤ کی حالتوں میں تاثیر
کرتا ہے۔ وغیرہ۔ اس صورت میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ جب کسی مجموعۂ حوادث کا
وقوع ہوتا ہے تو ایک مخصوص مرکب (ملتف) نتیجہ ضرور پیدا ہوتا ہے۔
اگر آفتاب سمندر پر گذرتا ہوا کسی براعظم کے اندر دور تک مسافت
طے کرے تو ہوائے موسمی پائی جائیگی۔ کیونکہ گرمی اور جاڑے کی حرارت کا
فرق براعظم کے اندر بہ نسبت سمندر کے بہت زیادہ ہوگا۔ اس
طریق کی وجہ سے کہ رطوبت ہوا کی ایک جزو حرارت کو نشف کرلیگی
اور پانی کی موجیں ایک جزو حرارت کو لیجائینگی یہ کچھ ایسا زیادہ نہیں
ہے۔ لہذا جب تابستان ختم ہوتا ہے تو براعظم کے اندر کی ہوا زیادہ گرم
ہوگی اور بہ نسبت سمندر کے اوپر کی ہوا کے زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی
اور جاڑے کے ختم پر یہ زیادہ سرد ہوگی اور زیادہ سکڑی ہوئی ہوگی
پس ایک وقت ہوا کا بہاؤ براعظم کے اندرونی سمت میں ہوگا محیطی
ہوا کے دباؤ کے موافق اور ایک وقت میں ساحل کی سمت میں ہوگا۔
آفتاب کے ارتفاع کی متابعت سے تاثیر کے طریقے یا اصول زمین
یا سمندر پر علے الترتیب اس کی حرارت کی تاثیر ہوا کے پھیلاؤ کا نابرابر
ہونا وغیرہ ان سب کا ظہور صرف ہوائے موسمی کے ظہور سے نہیں ہوتا
جبکہ تفصیلیں ان آثار اور اشیاء کے اصول فعل کی تاثیر کو نمایاں کرتے ہیں
مثلاً ایک سلسلۂ جبال کو جو مثل دیوار کے حائل ہے مرطوب ہوا پر اس کا
کیا اثر پڑتا ہے۔ ہوائے موسمی کے سبب کو بیان کرنے کے لیئے اس طرح
کہ کوئی امر کم و بیش نہو اس کے یہ معنے ہیں کہ ہم آفتاب کا ذکر نہ کریں
اس لیئے کہ جو شئے مقصود ہے وہ صرف حرارت ہے نہ سمندر کا ذکر کریں
کیونکہ محض اس کا سیلان اور انجرات پیدا کرنا مطلوب ہے اور جھیل اگر
بڑی ہو تو اس سے بھی وہی کام ہوسکتا ہے نہ کسی اور اشیاء عینی کا ذکر
کیا جائے جو مطلوبہ طریقے سے تاثیر کرتے ہیں صرف ان کی اس تاثیر سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



غرض ہے اگر ہم اس حد کی تجرید تک نہ جائیں تو ہم کو اسباب کے بیان میں اُن مبادی کو ذکر کرنا ہوگا جو نظری طور سے زائد ہیں اور اس صورت میں بھی کوئی خاص ہوائے موسمی منتخب کر لیجائیگی یہ فرض کر کے کہ اس کے بیان میں وہ جملہ امور آجائیں جو اُس کی پیدائش کے لیئے مطلوب ہیں۔ مسئلے کا تجزیہ کرنے سے سادگی اور صفائی زیادہ ہو جاتی ہے اور پھر اُن اصول کو ڈھونڈھنا جن کے موافق کسی خاص قسم کے اشیاء خاص حالتوں میں تاثیر کرتے ہیں آسان ہو جاتا ہے پھر ہم یہ دکھا سکتے ہیں کہ ہوائے موسمی ایک ملتف نتیجہ متعدد اشیا کے مختلف حالتوں میں تاثیر کرنے کا ہے اور یہ موافق اُن اصول عملی کے ہے جو ہمارے قوانین سے ظاہر ہوتا ہے

پس یہ ایک وجہ ہے کہ جو ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ ہمیشہ سبب متلازم کسی معینہ اثر کا نہیں ہوتا۔ اثر زیر بحث بہت ملتف ہوتا ہے اور اپنے وقوع کے مختلف اوقات میں ہر طرح کی تبدیلیاں اُس میں ہوا کرتی ہیں یہ تبدیلیاں اس وجہ سے ہوتی ہیں کہ وہ اشیاء یا حوادث جو اُس کی پیدائش کا تعین کرتے ہیں اُن میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اشیاء یا حوادث کی تمام ماہیت کو اُس کے وقوع سے تعلق نہیں ہے جن کی تاثیر سے اُس اثر کا وقوع ہوتا ہے بلکہ صرف بعض مخصوص خاصیتیں یا طرق فعل اور یہ ممکن ہے کہ اصول فعل کو جو اُس کو شامل ہے چند طرح سے صورت بیان میں لائیں جن سے مشترک نتیجہ نکلتا ہوا ملاحظہ ہو۔ جہاں کہیں یہ ممکن نہو کہ اثر کو ایک ضعف اشیاء یا حوادث عینی کی طرف منسوب کریں کہ یہ مجموع اُس کا سبب ہے جن کی نسبت ہم صرف یہی نہ کہیں کہ اگر وہ سب موجود ہوں تو اثر بھی موجود ہو بلکہ یہ بھی کہہ سکیں کہ اگر اثر موجود ہو تو اُن کا موجود ہونا بھی ضروری ہے ان قوانین یا اصول فعل سے بے شک استقرائی طور سے ثابت ہو سکتا ہے ٹھیک اُسی طرح جیسے سببی تعلق درمیان دو اثروں ا اور لا کے ثابت ہوتا ہے۔ جس طرح ہم حجت لا سکتے ہیں کہ ا سبب لا کا نہیں ہو سکتا اگر ا کا وقوع ہو جبکہ لا غیر موجود ہو یا جبکہ ا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



غیر موجود ہو جبکہ لا کا وقوع ہو۔ اسی طرح ہم احتجاج کر سکتے ہیں کہ ایک قانون یا اصل فعل کا بیان درست نہیں ہو سکتا اگر نتائج اُس سے اس طرح نکلیں جیسا کہ بیان کیا گیا ہے جو کہ درحقیقت نہیں پیدا ہوئے یا وہ نتائج نہ نکلیں جو کہ پیدا ہوئے یہاں یا وہاں کوئی وجہ نظریہ کے قبول کرنے کی نہیں ہے سوا اس کے کہ واقعات کسی اور مجوزہ نظریئے کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے اُس صورت میں ہماری حجت استقرائی ہوگی ؛

ایک اور وجہ اُسی واقعے کے لیئے یہ ہے کہ عملی اغراض سے اس کا معلوم کرنا زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ کن وسیلوں سے کوئی مخصوص نتیجہ پیدا ہوگا بہ نسبت اس کے کہ کن وسیلوں سے یہ نتیجہ پیدا ہوا ہے۔ ہم گذشتہ کو نہیں بدل سکتے آئندہ پر قابو رکھ سکتے ہیں۔ وہ وسیلے جو کسی خاص نتیجے کے پیدا کرنے کے لیئے بنائے گئے ہیں ممکن ہے کہ اُس میں بہت کچھ ایسا مواد شامل ہو جس کو اُس نتیجے کی پیدائش سے کوئی تعلق نہیں ہے اور چونکہ یہ غیر متعلق مواد مختلف موقعوں پر مختلف ہے لہٰذا وسیلوں کا انتخاب ممکن ہے۔ وسیلوں کا انتخاب بے شک مفید ہے لیکن کوئی چیز ان وسیلوں سے نتیجۂ زیر بحث کا سبب کہا گیا ہے تو اصطلاح سبب کا استعمال صحیح معنے میں نہیں ہوا ہے کیونکہ یہ تو ممکن ہے کہ ہم حجت کو آگے بڑھائیں کہ وسائل کو علت قرار دیں اور نتیجے کو معلول کہیں لیکن حجت کو عقب کی طرف نہیں لیجا سکتے کہ نتیجے کو معلول قرار دیں اور ان مخصوص وسائل کو علت لیکن اس کا کوئی معتد بہ نفع نہیں ہے جبکہ ہماری غرض اس سے کم متعلق ہو کہ گذشتہ موقع پر مخصوص نتیجہ کن وسیلوں سے حاصل ہوا تھا بہ نسبت اس کے کہ زمانہ آئندہ میں انھیں وسیلوں سے مخصوص نتیجہ کیونکر حاصل ہوگا۔ بہت سے اشتہاروں میں جو ہے مار دواؤں سے ہم کو صرف یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ کس دوا سے چوہے فنا ہو جائیں گے اور ہم استقرائی طریقے سے زہروں کی آزمائش کریں گے کہ فلاں زہر موثر ہوگا۔ ہم کو اس کی کوئی پروا نہ ہوگی کہ اور زہروں سے بھی ایسا ہی اثر ہوگا۔ اور یہ ضرور نہیں ہے کہ صرف اسی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مخصوص زہر سے جو ہے فنا ہو سکتے ہیں بالفاظ دیگر یہ کہ ہم کو چوہوں کی موت کی علت متلازم معلوم کرنے کی خواہش نہ ہوگی۔ بے شک جب اثر ایسے عام طریقے سے بیان ہو تو علت متلازم نہیں دی جا سکتی۔ جیسا کہ مل نے کہا ہے موت کے مختلف اسباب ہیں اگرچہ اس کی مراد انسانوں سے تھی لیکن چوہوں پر بھی وہی حکم جاری ہو سکتا ہے۔ لیکن موت ہمیشہ ایک ہی طور سے واقع نہیں ہوتی اور ڈاکٹر یا کارونر[1] کو یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ اور موت کے مختلف علتوں کا ایک ہی اثر نہیں ہوتا اگر کسی شخص کو گولی ماردیں یا اس کا سر کاٹ ڈالیں تو دونوں کا مختلف اثر ظاہر ہو سکتا ہے یا اگر کسی بیل کو گڑانے سے ماریں یا زہر دے کے ماریں تو وہ مساوی طور سے خوراک کے لیئے نہیں کام آ سکتا۔ جونہیں ہماری غرض موت کی تخصیص سے متعلق ہونے لگتی ہے تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اس خاص قسم کی موت[2] جس سے ہم کو بحث ہے اس کے اسباب کم ہوتے جاتے ہیں۔ اور جب ہم اس بحث شدہ کی تخصیص کو مفصل کرتے ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک خاص قسم کی موت کا ایک ہی مخصوص سبب ہو سکتا ہے۔ لیکن از بسکہ اس تفصیل میں بہت کچھ ایسا ہے جس کی کچھ اہمیت نہیں ہے تو ہم ایک حادثے کے جزئیات سے اس طرح بحث کریں گے کہ حوادث فی الجملہ اختلاف رکھتے ہیں اور یوں کہیں گے کہ ایک معلول کی چند مختلف علتیں ہیں اور یہ بھول جائیں گے کہ ان مختلف علتوں میں جو فرق ہیں وہ غیر متعلق حالات ہیں اور ہمارے بیان میں متعلق واقعات کے ساتھ اس طرح مخلوط ہو کے داخل ہو گئے ہیں کہ اس کا جدا کرنا دشوار تھا لیکن دوسرے اعتبار سے اس اثر خاص کے پیدا کرنے کے لیئے فضول ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں کہ

---

[1] ایک اہل کار کا نام جو انگلستان میں موت کا سبب دریافت کرنے کے لیئے معین ہے ۱۲

[2] حتیٰ کہ ایک خاص قسم کی موت کا ایک ہی سبب باقی رہجائیگا اثر کی عمومیت کے ساتھ موثر کی عمومیت اور خصوصیت کے ساتھ خصوصیت ملزوم ہے مصنف نے اسکو خود ہی بیان کیا ہے ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



نتائج میں جو فی الجملہ فرق ہے اُس سے موافقت رکھتے ہیں اگرچہ فرق قابل التفات نہیں ہے۔ پس اس صورت میں کہ ہماری تلاش اُن وسائل سے متعلق ہے جو عموماً کسی اثر کے پیدا کرنے کے لیئے فی الواقع مطلوب ہیں جن کی مخصوص صورت کی طرف ہم کو التفات نہیں ہے یہ دوسری وجہ ہے کہ تعلیلی نسبت جو ہم قائم کرنا چاہتے ہیں اُن میں اکثر تلازم نہیں ہوتا۔

ثالثاً اکثر صورتیں ایسی ہوتی ہیں جہاں ہماری غرض زیادہ تر یہ ہوتی ہے کہ ایک اثر سے دوسرے اثر پر استدلال کریں جو اس کی علت ہے نہ کہ علت سے اُس اثر کی موجودگی پر جو کہ معلول ہے۔ مثلاً ممکن ہے کہ ایک ہی مرض کی متبادل علامتیں ہوں: اس لیئے کہ مرض کا اثر کسی حد تک اختلاف عمر یا ذکوریت وانوثیت یا نسل کی جہت سے مختلف ہو۔ یہاں امر اہم یہ ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ اگر علامات خاص کا ظہور ہو تو ضرور ہے کہ ان علامات کے مرض کی موجودگی نے پیدا کیا ہو اور یہ واقعہ کہ مرض ممکن ہے کہ موجود ہو اور علامت نہ ظاہر ہو یہ ثانوی امر ہے اور ایسا امر کہ اگر ہم کو یقین ہو سکے کہ کوئی اور علامت جو مثل علامت مذکورہ کے نمایاں اور صریح ہو ظاہر ہو سکتی ہے بعوض علامت اول کے تو پھر یہ اختلاف بالکل غیر اہم اور ناقابل التفات کہا جائیگا ایسی صورت میں ہماری خواہش یہ ہوگی کہ درمیان مرض اور علامت کے ایک تعلیلی نسبت ثابت کریں اگرچہ اس صورت میں بھی درمیان علت ومعلول کے تلازم کا ثبوت نہ ہوگا۔ بلکہ اس وقت میں بھی تلازم میں ناکامی ہوگی اس سبب سے کہ وہ جو علت سے مسمّٰی ہے ممکن ہے کہ موجود ہو بغیر اُس کے جس کو معلول سے مسمّٰی کیا ہے۔ اگرچہ وہ جس کو معلول کہا ہے موجود نہیں ہو سکتا بغیر اُس کے جس کو علت کہا ہے درحالیکہ اُن صورتوں میں جس کی بحث گذشتہ فصل میں ہے وہ جس کو علت کہا گیا ہے اُس نے ہمیشہ اُس چیز کو پیدا کیا جس کو معلول کہا گیا ہے لیکن وہ جسے معلول کہا ہے ممکن ہے کہ موجود ہو بغیر اُس کے جس کو علت کہا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



رابعاً ہماری تحقیقات اکثر علت یا معلول کے دریافت کی جانب متوجہ ہوتی ہے کسی حادثہ واحد میں۔ واحد سے یہاں مراد شاذ نہیں ہے بلکہ ایک جزئی معینہ صورت مقصود ہے۔ مثلاً ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ قوانین غلہ کی منسوخی کا کیا اثر ہوا یا کسی خاص حادثہ ریلوے کا کیا سبب تھا یا مرض وبائی کا۔ یہ ظاہر ہے کہ جو نسبت ہم ایسی صورتوں میں قائم کیا چاہتے ہیں وہ ایسی نسبتیں ہیں جن میں تلازم نہیں ہے۔ قوانین غلہ کی منسوخی ایک تدبیر تھی جو ایک نہایت پیچیدہ معاشرتی اور اقتصادی حالت میں جاری کی گئی اور جس قدر نتائج کا سوائے اس تدبیر کے اور بہت سے امور پر موقوف ہونا بتایا جائے مگر کوئی یہ دعوے نکریگا کہ وہی تدبیر اور حالتوں میں ویسا ہی اثر پیدا کرے گی۔ ممکن ہے کہ بجائے اس سوال کے یہ کہا جائے کہ اس منسوخی نے سلطنت متحدہ میں کیا اثر پیدا کیا یہ سوال زیادہ علمی ہے کسی طریقے سے قوانین غلہ عمل کرتے ہیں۔ اس آخر سوال کا جواب ایک یا زیادہ قضیہ کلیہ کی صورت میں دیا جا سکتا ہے لیکن پہلے سوال کا جواب ایک تصدیق مخصوص (جزئی) ہوگی۔ کیونکہ عملاً غیر ممکن ہے کہ وہ تمام شرائط بیان کیے جائیں جن سب نے منسوخی کے ساتھ متحد ہو کے وہ نتائج پیدا کیے جن سے منسوخی کا اثر نمایاں ہوا اس طرح کہ ہم ایک قضیہ کلیہ اس صورت کا نہیں قائم کر سکتے کہ قوانین غلہ کی منسوخی قوانین غلہ مع متابعت ان شرائط کے ہمیشہ وہی اثر پیدا کرتی ہے جو اثر سلطنت متحدہ میں ۱۸۴۶ء سے ہم اس منسوخی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص بنا بر امور مذکورہ کہے کہ منسوخی قوانین غلہ سے ملک کی آبادی زیادہ ہوگئی یا گھٹ گئی یا قدیم یونیورسٹیوں کو کم قوت کر دیا یا پادریوں کے فرقے کے (غیر متاہل ہونے کو لازم کر دیا تو اس شخص کے قول سے یہ نہ سمجھا جائیگا کہ اس کے یہ معنے ہیں کہ ایسی منسوخی ہمیشہ ان میں سے کوئی اثر پیدا کرے گی یا ان آثار کا ظہور ہمیشہ منسوخی قوانین غلہ کے باعث سے ہوگا۔ بلکہ صرف یہ معنے ہیں کہ سلطنت متحدہ کی تاریخ میں اگر قوانین غلہ بحال خود نافذ رہتے اور سب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



چیزیں مساوی حالت پر رہتیں تو یہ اثر اسی درجے کے ساتھ واقع ہوتے۔ اس طرح جب ہم کسی خاص اثر کی علت کو تحقیق کرتے ہیں تو ویسا ہی ہوتا ہے: ممکن ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ سبب متلازم چیچک کا موجودگی ایک خاص جرثوم کی ہے جب کہ خون میں کافی قوت ہو۔ لیکن جب ہم کسی خاص حالت کو جس میں یہ مرض پھیل جائے تحقیق کرنا چاہیں تو امور مذکورہ کے سوا اور بعض امور کی ضرورت ہوگی۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کونسی خاص احتیاط کی فروگذاشت ہوئی کہ اگر وہ احتیاط عمل میں آتی تو سرایت مرض کو مانع ہوتی یا کس خاص طریق سے کسی جوار میں مرض متعدی ہوا مثلاً یہ کہا جائے کہ ایک خانہ بدوش مشترک مکان سکونت میں آکے سو رہا تھا۔ یا ٹیکا لگانے میں کمی ہوئی تھی۔ لیکن یہ نہیں خیال کیا جاتا کہ ایک خانہ بدوش جو چیچک میں مبتلا ہو اور وہ کسی عام مکان سکونت میں سو رہے تو اس جگہ سے ممکن نہیں کہ چیچک نہ پھیلے یا یہ کہ چیچک کا پھیلنا کبھی نہیں واقع ہوتا جب کہ یہ باعث نہ ہو۔ ٹیکے کا ناکافی تعداد سے ہونا اگرچہ جہاں ایسی ناکافی کمی ہوئی وہاں کبھی معتد بہ سرایت مرض کا وقوع نہیں ہوا۔ مگر ممکن ہے کہ ایسا ہو اور پھر بھی مرض اس کے بعد نہ پھیلے جب تک کہ متعدی[1] ہونے کا کوئی سبب نہ واقع ہو۔ اسی طرح حادثۂ ریلوے کی صورت میں سوال یہ ہے کہ کس خاص فعل یا ترک سے جس کا کوئی شخص ذمہ دار ہے یا کونسا متر قب واقعہ بیان کیا جا سکتا ہے جس کے اس موقعے پر نہ ہونے سے حادثہ نہ ہوتا۔ کیا سگنل دینے والے نے غلط سگنل دیا یا غلط پٹری بدلی؟ کیا انجن ڈرائیور نے سگنل پر توجہ نہیں کی کیا بارش سے لائن بہ گئی تھی؟ یا آگ لگنے سے کوئی چوبی پل جل گیا تھا؟ یہ اور اس کے سوا اور بہت سے حادثۂ ریلوے

---

[1] مصنف کا مقصود یہ ہے کہ جب تک تعدیہ مرض ایک شخص سے دوسرے شخص اور اس سے تیسری میں وعلےٰ ہذا القیاس نہ ہوگا مرض کی سرایت عام کا کوئی یقینی سبب منجملہ ان سببوں کے جو بیان ہوئے نہیں ہو سکتا ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کے اسباب ہوا کرتے ہیں اگرچہ اکثر ریلوے کے حادثے بغیر ان اسباب کے ہوتے ہیں اور اکثر یہ امور واقع ہوتے ہیں اور حادثہ نہیں ہوتا۔

پیشتر کے ابواب میں ہم نے آثار کو بیان کیا ہے اور اُن میں تحلیلی نسبتیں بذریعہ حروف ابجد کے قائم کرنا چاہی ہیں اُن میں ہر حرف باقی حروف سے علیحدہ ہے۔ گویا منفرد ہے اور غیر متصل ہے اُن سے بھی جو اس کے ساتھ ایک صنف میں ہیں اور متاخر آثار کو ظاہر کرتے ہیں اور جو اس سے علیحدہ رکھے گئے ہیں اور آثار ماقبل اور مابعد کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور بطور علامات اُن کے استعمال سے اس اشارے کی جانب راجع ہے کہ دوران حوادث ایک تعاقب غیر متصل آثار کا ہے جن میں سے ہر واحد اپنے مابعد متعدد متوازی یا متاصر سلسلے کو پیدا کرتا ہے۔ حقیقت سے بعید اور کوئی امر نہیں ہو سکتا معاملے کو اس[1] طور سے سمجھنا ناممکن ہے ہم نے ابہام اصطلاح اثر کو ملاحظہ کیا ہے۔ اور یہ ابہام مناسب ہے

---

(۱) کوئی شخص یہ اعتراض نکرے کہ ایسے معاملے میں ہم کو اُس چیز کی تحقیق کرنا چاہیئے جو تجربہ ہم کو تعلیم دیتا ہے نہ کہ وہ جس کا تصور ممکن ہے۔ تجربہ کسی ایسی چیز کی تعلیم نہیں دے سکتا جس کا تصور ناممکن ہو۔ ہر تعقل ایک کوشش ہے کہ تجربہ زیادہ قابل فہم بنایا جائے اور جس حد تک یہ ناقابل فہم ہے اُس حد تک ہم اُس کی توجیہ کو غلط مانتے ہیں۔ اسی سبب سے تجربہ جو نمائش پیش کرتا ہے ہم اُس کو عقل کے سانچے میں ڈھالتے ہیں۔ سبب کی تلاش خود ہی ایک مثال اس عمل کی ہے۔ یہ اس اصل پر موقوف ہے کہ وہی تغیر معقول ہے جس میں کلی اصول تغیر کے شامل ہوں لیکن یہ اصول ہمارے مشاہدے میں نہیں پیش ہوتے۔ لہذا ہم یقین کرتے ہیں کہ ایسے حوادث واقع ہوئے جو ہمارے تجربے میں نہیں آئے: مثلاً رابنسن کروسو نے قدم کے نشان دیکھ کے یہ نتیجہ نکالا کہ اس جزیرے میں آدمی ہوں گے جن کو میں نے نہیں دیکھا اگر ہم انکار کریں کہ حوادث مجربہ وہی ہیں جو سب واقع ہوا کرتے ہیں اس بنیاد پر کہ انکا تعاقب بے اصول اور غیر مفہوم ہو تو اس کے ساتھ ہی ہم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بعض اثر جن کو ہم منفرد کر کے مشخص کرتے ہیں اور اُن کو ایک نام سے ممتاز کرتے ہیں وہ یکے بعد دیگرے واقع ہوتے ہیں اور بعض نما قبل ہیں نہ مابعد مطلقاً لیکن ان کو بقا اور استقلال ہے۔ کانٹ نے کہا ہے کہ صرف مستقل ہی متغیر ہو سکتا ہے: ہم اشیا پر حوادث کے وقوع کو جانتے ہیں۔ مستقل اشیا کی حالتیں بدلا کرتی ہیں اور شے مستقل سابق اور لاحق دونوں میں داخل ہے یعنے ان تغیرات میں باقی رہتی ہے۔ وہ کیا ہے جو غیر متغیر رہتا ہے ہم اس کو کس طرح تصور کریں اور کس طور سے ہم اس کی غیر متغیر ماہیت اور اس کی متغیر حالتوں کے ربط کو تصور کریں یہ سخت مشکل سوالات ہیں اور ایسے عمیق سوالات منطق استقرائی سے تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے ابجدی علامات اولاً تو کسی شئے کے استقلال کو تغیرات میں تعبیر کرنے سے ناکام رہتے ہیں وہ اپنے سلسلے میں منفصل ہیں درآنحالیکہ وہ ایسے تغیر کی علامت بنتے ہیں جو متصل ہے۔ اور ثانیاً وہ منفصل ہیں اُس صنف کے درمیان جو متعاصر آثار کی تعبیر کرتی ہے۔ درآنحالیکہ متعاصر آثار جن کو اُس صنف نے تعبیر کیا ہے وہ اُن کے مثل ایک دوسرے سے علٰحدہ نہیں ہیں۔ وہ جسے ہم عموماً واحد کہتے ہیں وہ آثار جو باہم گروابستہ ہیں نہ ایک مستقل سلسلے میں فرد سابق فرد لاحق کے ساتھ بلکہ اُن کے بوقلموں تشعبات ایک دوسرے پر پھیلے ہوئے ہیں

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) اس کا انکار بھی کر سکتے ہیں کہ تاریخ میں ایک رو غیر متصل حوادث کی ہے اگرچہ اُن کا وقوع۔ اُن کا یکے بعد دیگرے آنا۔ نہایت مضبوط اور دوامی قاعدوں پر ہے اس بنیاد پر کہ ایسا تعاقب غیر معقول ہے ۱۲ م

یہ دلیل بحث صورت اور ہیولیٰ کی ہے کہ ہیولیٰ پر متعاقب صورتیں طاری ہوا کرتی ہیں اُس کی مثال مثلاً ایک موم کے ٹکڑے کو جو بیڈول سا ہے اولاً گرہ بنائیں اور پھر مخروط اور پھر مکعب وغیرہ موم وہی موم ہے اور اُس پر صورتیں کرویت اور مخروطیت اور مکعبیت کی پے در پے واقع ہوئی ہیں ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اس طرح کہ ہر ایک اُن میں سے شرائط کے نتائج ہیں جو اُسی حالت میں نہایت ہی پیچیدہ طریقے سے دوسرے نتائج کی شرطیں بجاتے ہیں۔ اس پیچیدگی کا حق حروف ابجد سے نہیں ادا ہو سکتا۔ بلاشک اگر ہم اپنی تحلیل کو دور تک لیجائیں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ متلازم علت لا کی ہے لیکن آ اس صورت میں یہ ضرور نہیں کہ کوئی ایسی چیز ہو جس کا کوئی ایک نام ہے ایک طولانی اور بہت اعتراض سے بچا ہوا بیان شرائط کا عبارت مذکورہ سے ظاہر ہونا چاہیئے ؛

واقعہ یہ ہے کہ اکثر صورتوں میں علت متلازم کسی چیز کی تحلیلات کو دور تک لیجانے کے بعد وہ شرائط نکلتے ہیں جن سے علت مرکب ہے نہ یہ کہ معلول پر اُس کو تقدم ہو اور معلول اُس سے پیدا ہوا ہو۔ علت متلازمہ چیچک کی ایک نوع خاص کے جرثوم کی فعلیت ہے اُس خون میں جس میں یہ جرثوم موجود ہیں۔ علت متلازمہ بخار کی فعلیت مطابقی ایک اور جرثوم کی ہے۔ لیکن حوادث کے تسلسل میں وہ شئے جس سے کوئی حالت پیدا ہوتی ہے کوئی ایسا امر امکاناً پایا جاتا ہے جس کو کسی نہ کسی سبب سے ہم منفرد کر لیتے ہیں اور اُس کو علت کہتے ہیں اور یہ اکثر علت غیر متلازمہ ہوتی ہے۔ ضرور نہیں کہ ایسا ہی ہو ممکن ہے کہ ایسا حادثہ پایا جائے جس کا واقع ہونے سے ایک مفروض جملہ شرائط کے ساتھ یا کسی مفروض خاص میں ہمیشہ ایک معینہ جدید حادثہ یا کوئی خاص حالت اُس موضوع کی پیدا ہوا کرتی ہے اور جب اُس کا وقوع نہو ایسا جدید حادثہ یا حالت اُس موضوع میں ہرگز نہیں پیدا ہوتی۔ مثلاً یہ مفروض ہے کہ ملیریا کی سرایت ہمیشہ انوفیلس مچھر کے کاٹنے سے انسان میں ہوتی ہے اکثر ایسے اشخاص ہیں جو جراثیم کی گزند سے محفوظ ہیں فلہذا کاٹنا انوفیلس کا اس صورت میں غیر متلازم علت ہوگئی لیکن جب ہم کو وہ حالت کسی موضوع کی معلوم ہو جو حفاظت کو مانع ہوتی ہے تو پھر ہم کہہ سکتے کہ انوفیلس کا کاٹنا انسان میں ایسی حالت میں ملیریا بخار پیدا کرے گا اس صورت میں ہم نسبت متلازم کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بیان کرسکتے ہیں کیونکہ کوئی انسان جو اُس حالت میں ہو اور اُس کو مچھر کاٹے اور ملیریا نہ ہو یہ نہیں ہوسکتا اور نہ ملیریا کا ہونا ممکن ہے جب تک مچھر نہ کاٹے۔ اگر ارسطاطالیس کے ساتھ ہم ایسے شرائط کو جن سے کوئی شے بنی ہوئی ہو علت صوری کہیں تو ہم کہیں گے کہ علت صوری متلازم یا مساوی اثر کے ہوتی ہے (جس سے بلا شک ایسی کوئی شئے جو کسی مفنے سے اُس چیز کی حد کہی جاسکتی ہے اور وہ شرائط جنمیں اُس چیز کی تحلیل ہوسکتی ہے وہ اُس چیز کی حد کہی جاتی ہے) علت فاعلی شاذاً متلازم ہوتی ہے وہ حادثہ جو شرائط کو مہیا کرتا ہے یا اجزائے شرائط کو جن سے اثر کا قوام ہے وہ بیکن کے استعارے کے موافق علت صوری کا مرکب (آلہ) ہے انوفیلس مچھر کا کاٹنا مرکب اُس جرثوم کا ہے جس کا فعل ملیریا بخار ہے۔ جلاد کا تیر یا بندوقچی کی گولی اُس جسمانی حالت کا آلہ ہے جس کو ہم موت کہتے ہیں۔

اکثر ایسی صورتیں ہیں جہاں کسی اثر کے شرائط متقومہ کی بے علمی ہم کو مجبور کرتی ہے کہ بجائے اُس کے کسی واقعے کی تلاش کریں جس کے

---

واضح رہے کہ علت متلازمہ وہی ہے جس کا التزام جانبین سے ہو جیسا کہ اس مثال سے واضح ہوگیا اُس کو اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہیئے علوم کے لیئے ایسے ہی علل و معلولات کی تحقیق ضروری ہے ۱۲

اصطلاحاً وہ شئے جس سے کس چیز کی ماہیت کا تقوم ہو علت صوری کہلاتی ہے ۱۲

علاوہ علت صوری اور علت فاعلی کے ارسطاطالیس نے علت مادی کا جداگانہ امتیاز کیا یا وہ مادہ جس سے کوئی چیز بنی ہوئی ہوتی ہے اور علت غائی جو اُس کے بنانے کا مقصد ہے۔ یہ وہ جملہ علل میں جو کسی چیز کے وجود کیلئے ضروری ہیں جو کہ انکا معلول ہے ۱۲ مہ

قدیم اصطلاح میں کہتے ہیں کہ آلہ وہ چیز ہے جو فاعل کی تاثیر کو منفعل تک پہنچاتا ہے اور منفعل میں اثر کے پیدا ہونے کا باعث ہوتا ہے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بغیر اثر مطلوب واقع نہیں ہو سکتا اگرچہ ہماری علمی غرض شرائط متقومہ کے دریافت کرنے سے پوری ہوتی ہے۔ اور ایک نہایت وسیع اور اہم قسم ایسی صورتوں کی ہے جن میں شرائط متلازمہ کو درحقیقت اثر کا متقوم نہیں کہہ سکتے۔ یہی قسم تھی جس کی وجہ سے فصل گذشتہ کی ابتدا میں "اکثر" کہا اور "کل" نہ کہا۔ پہلے قسم کی مثالیں علم حیواۃ کے شعبوں میں ملتی ہیں۔ عقیم ہونے کی صورت (رومنس نے ایک مستند حکیم کی کتاب سے نقل کیا ہے) بعض اضلاع میں بہت عام ہے جس سے بچھیا بیلا ہو جاتی ہے۔ یعنے خلاف موسم اٹھتی ہیں اور گابھن نہیں ہوتیں۔ پینے کے پانی میں لوہے کی زیادتی سے اور میری رائے یہ ہے کہ مٹی میں پوٹاس کی کمی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہاں ایک یا شاید دو سبب اس اثر کے پیدا ہونے کے بیان ہوئے ہیں۔ جس کی ماہیت کو کافی طور سے ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس علت سے یہ معلول کسی طرح پیدا ہوتا ہے اگرچہ واقعات سے ربط ثابت ہو جائے۔ ایسی نسبت کو ہم غیر متصل کہتے ہیں یعنے ہم نہیں دیکھ سکتے کہ جو علت یہاں ہوئی ہے کسی قابل فہم اجزاء واقعات سے معلول ہو جاتی ہے یا ایسے شرائط پیدا کرتی ہے جو معلول کے متقدم ہوں۔ ہم ایک اثر کی علت اور دوسرے کے معلول کو وہاں ربط دیتے ہیں جہاں معلول کی اصلی ماہیت کی بے علمی کی وجہ سے جس موضوع سے اس کی پیدائش ہے اور اس واقعے کی وجہ سے کہ درمیانی عمل تغیر کا ہماری نگاہ سے غائب ہے دونوں بالکل متباین معلوم ہوتے ہیں کسی سے کہا گیا کہ شیکاگو (براعظم امریکہ) میں ایسی کلیں ہیں کہ ایک طرف تم اُن میں دُنبے کو ڈال دو اور دوسرے جانب قورمہ پکا پکایا لے لو۔ دُنبہ اور قورمہ اُس شخص کے لیئے جو اس کل کی ماہیت کو نہیں سمجھتا اور دُنبے پر کیا گذرتی ہے متعاقب ہیں مگر ان میں اتصال نہیں ہے۔ پہلے دُنبہ موجود ہے اور پھر بجائے اس کے قورمہ۔ مگر ہم نہیں دیکھ سکتے کہ پہلی چیز کیونکر دوسری چیز بنجاتی ہے۔ یہ کل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جو افسانہ دیوپری[1] سے تعلق رکھتی ہے بہت عمدہ مثال ہماری لاعلمی کی ہے ہم طریق عمل کی ماہیت سے ناواقف ہیں اور ایک واقعے کو دوسرے واقعے سے ربط دیتے ہیں جس سے غیر متصل تعلیلی نسبتیں پیدا ہوسکتی ہیں اور اکثر ایسی ہی نسبتیں ہیں جن کے دریافت کرنے کی ہم بالفعل اُمید کرسکتے ہیں۔ آسانی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ نسبتیں غیر متلازم ہیں۔ یہ صورت اُس صورت سے علیحدہ ہے کیونکہ وہاں ہماری غرض اپنے علمی نتیجوں سے متعلق تھی ایسے عمل سے جو غیر متلازم ہیں یہاں اس وجہ سے کہ ہمارا تجربی علم محدود ہے اس لیئے یہ امور چار و ناچار ہم کو تسلیم کرنا ہوتے ہیں لیکن وسیع اور نہایت اہم صورتیں جن کی طرف ہم اب توجہ دلائیں گے ہم اُن میں عدم اتصال کو پاتے ہیں اگرچہ تعلیلی نسبتیں متلازم ہیں: یعنے جہاں علت طبیعی ہے اور معلول نفس یا بالعکس۔ یہ بیان ہوچکا ہے کہ یہ تعلقات بہترین قسم کی مثالیں خالصاً استقرائی استدلال کی مہیا کرتے ہیں کیونکہ کسی مخصوص طبیعی عمل کی ماہیت میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جس سے ہم نفسی حالت کی توقع پہلے سے کرسکیں جن کو واقعات کی وجہ سے ہم کو متصل کرنا ہوتا ہے۔ حقیقی معنے اُس ظاہری موقوفیت کی کیا ہے کہ نفسی حالتیں طبیعی عملوں پر اور طبیعی حرکات نفسی حالتوں پر موقوف ہیں یہ علم مابعد الطبیعت کا سب سے مشکل مسئلہ ہے۔ اُسی ہنگام میں وہ نقطۂ نظر جہاں اکثر علوم اور ہم سب اپنے معمولی

---

[1] ایسی مثال کے لیئے افسانہ دیوپری کی ضرورت نہیں جو شخص گھڑی کی ماہیت اور اُس کے پُرزوں کی خاص حرکتوں اور اُن کے ارتباط سے واقف نہ ہو گھڑی کا کوکنا علت اور اُس کا چلنا معلول ہے اگرچہ وہ نہیں جانتا کہ کنجی کو چھ سات مرتبہ ایک سوراخ میں رکھ کے حرکت دینے سے کیوں گھڑی چلنے لگتی ہے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تعقلات میں توقف[1] پر قناعت کرتے ہیں ہم اکثر نفسانی حوادث کو طبیعی اسباب اور اس کے بالعکس کی طرف منسوب کرتے ہیں بیشک علوم میں منسوب ہونا طبیعی آثار کا نفس اسباب پر کمتر ہے بہ نسبت نفسی معلولات کے طبیعی علتوں پر۔ ٹھیک اس لیئے کہ ترتیب طبیعی میں متعاقب حوادث کے مابین اتصال کے قائم کرنے کی امیدیں ہیں لیکن نفسی ترتیب میں کسی تکمیل کے ساتھ بہت ہی کم امید ہے اور ایک ترتیب کے ارکان اور دوسرے ترتیب کے ارکان میں درمیان حرکت مادہ دماغی اور احساس یا تعقل یا جذبہ یا وجدان میں تو کچھ بھی امید نہیں ہے۔ وہ سلسلہ جس کے ارکان قابل اتصال وارتباط ہونے میں مستقل سمجھے جاتے ہیں اور نفسی حالتیں سلسلہ طبیعی کے مخصوص حدود کے فروعی ماحصل تصور کیئے جاتے ہیں اگرچہ مزید غور و فکر سے بآسانی ثابت ہو سکتا ہے کہ صورت ہذا کی ایسی توضیح کے نتائج پر جب نظر کیجائیگی تو ایسے تناقض درپیش ہوں گے جن سے مخلصی کی کوئی امید نہیں ہے۔ ہم کو بالفعل صرف طبیعی اور نفسی احوال سے جس طرح سے وہ عند الادراک ہیں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزوم ہونے سے بحث ہے اور اکثر عملی اغراض سے ہم اُن کے وجود کو تسلیم کر کے بحث کرتے ہیں۔

یہ سمجھا گیا ہے کہ ہر ممیز حالت شعور کے مطابق ایک ممیز حالت بدنی موجود ہے۔ اور یہ بدنی حالت شعور کی حالت سے کسی درمیانی عمل سے جدا[2] نہیں ہوتی۔ اگر دریافت ہو کہ کوئی خاص عمل حاجب ہے تو ہم کو اس کے ملاحظے میں مدد دے کہ ایک سے دوسرا کس طرح پیدا ہوتا ہے (جیسے پینے کے

---

[1] توقف وہ حالت ذہن کی ہے جبکہ ہم کسی شئے کی اصل علت کو نہ سمجھیں اور جو بظاہر علت سمجھی جاتی ہے اُس کو قبول نکرتے ہوں تو ہم کسی قضیے کے نفی واثبات کسی پہلو پر حکم نکریں ۱۲

[2] یعنے حالت بدن اور حالت شعور میں کوئی واسطہ عملی حاجب نہیں ہے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



پانی میں لوہے کا زیادہ ہونا بچھیا میں عقیم ہونے کے عارض ہونے سے جدا کیا گیا ہے) شاید دونوں کے درمیان کوئی مدت زمانی نہیں ہوتی بلکہ تکمیل شرائط جو بدنی حالت میں شامل ہے منجملہ اشیا مطابقی حالت شعور کو پیدا کرتی ہے اس حد تک کہ بعض مصنفین یہ کہنے لگے کہ گویا حالت شعور کی تحلیل جسمانی شرائط مذکورہ میں ہوسکتی ہے اور درحقیقت یہی شرائط بدنی اُس کے مقوم ہیں۔ یہ رائے بعد امتحان کے لغو ثابت ہوئی ہے

تاہم اگرچہ اس میدان میں ہم امید کرسکتے ہیں کہ ایسی نسبتیں پائی جائیں جن میں تلازم ہو باوجودیکہ وہ جس کو علت کہتے ہیں اپنے معلول سے منفصل ہے۔ یہاں ایسی مثالیں بھی ہیں جن میں تلازم نہیں ہے۔ اور اُس کی سب سے زیادہ قابل لحاظ مثال موت ہے۔ اوپر یہ واضح کردیا گیا تھا کہ کسطرح اکثر متبادل علتیں موت کی سب کی سب ایک ہی معلول کی علتیں نہیں ہیں۔ اس لیئے کہ اُنسے بدن میں یکساں حالت نہیں پیدا ہوتی اگرچہ اس تفریق سے ہم کو تعلق نہو۔ لیکن اگر ہم بدن پر جو حادثہ واقع ہوتا ہے اُس پر نظر نکریں بلکہ اُس نتیجے کو دیکھیں جو شعور کو عارض ہوتا ہے۔ خواہ ہم اس عارض کو یہ سمجھیں کہ روح بدن سے علحدہ ہوگئی۔ یا یہ کہ روح فنا ہوگئی۔ ہم خاص نتیجے میں کوئی فرق نہیں دیکھتے جو مطابق اُن واسطوں کی تفریق کے ہو جس سے یہ حالت (موت) پیدا ہوئی ہے۔ اگر روح یا شخصی شعور موت کے وقت فنا ہوجاتا ہے تو پھر بے شک اس کے بعد کوئی چیز نہیں جس میں مطابقی فرق ظاہر ہو۔ مگر یہ نہ ہو تو ہم تصور کرسکتے ہیں کہ جس طرح ایک انسان کی موت کا دیکھنا اگر مطلقاً مفاجاۃ ہو اُس پر جس حال میں کہ وہ زندہ ہے اثر کرتا ہے مثلاً ایک موت کا زیادہ مولم ہونا بہ نسبت دوسری موت کے۔ اسی طرح ایک موت سے دوسری موت میں جو فرق ہے وہ کسی امتیاز سے تعبیر ہوکے روح کے تجربے میں بعد موت کے باقی رہے گا اور اس لیئے معلول درحقیقت روح میں یکساں نہوگا جبکہ طبیعی علت جداگانہ ہو۔ لیکن یہ تجویز کلیتہً امتحان کے قابل نہیں ہے۔ اور یہ جو کچھ ہو لیکن یہ مناسب ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کہ اس نسبت کی خصوصیت تحقیق کیجائے جو کہ ہم درمیان طبیعی علتوں اور نفسی معلولوں کے قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ دونوں حدیں متباین ہیں۔ ہم کو امید نہیں ہے کہ کوئی معقول علت نفسی حالت کی اُن شرائط میں پائی جائے جن سے طبیعی حالت قائم ہوتی ہے اور جو نفسی حالت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نقطے پر انفصال واقع ہے اور اسی طرح ہوسکتا ہے کہ بظاہر ایسے اسباب پائے جائیں جن کا ایک ہی اثر ہو جس کی توضیح ہم نکر سکیں جس طرح ہم اس واقعے کو ایسی صورت میں واضح کر سکتے ہیں جہاں خالص طبیعی تعاقب ہو۔ وہاں ہم نے ملاحظہ کیا کہ مختلف سلسلہ واقعات اپنے اثنا میں اور بحیثیت جز اپنے نتیجے کے ممکن ہے کہ ایک ملتف اجتماع شرائط بالاتفاق قائم کریں جو ایک مخصوص اثر کا مقوم ہو اگرچہ واقعات کی تفریق باقی نتیجے میں تفریقات کا باعث ہوتی جس کی طرف ہم نے اعتنا نہیں کی یہاں از بسکہ ہم نہیں دیکھ سکتے کہ مختلف علتوں نے وہ شرائط قائم کیئے جو کسی طرح مقوم علت کے ہیں ظہور اُسی معلول کا جبکہ علتیں مختلف ہوں ممکن نہیں کہ ایسی صورت پیدا کرے جہاں وہ معلولات جو حیثیت مجموعی سے مختلف ہوں (اس طریق سے کہ مطابقت رکھتی ہو اختلاف علل سے) موافقت کریں جس حد تک کہ شرائط مقومہ کو اثر مبحوث عنہ سے تعلق ہو۔

یہ اصطلاح تعدد علل[1] اس واقعے کے بیان کے لیئے مستعمل ہے

---

(۱) اصطلاح تعدد علل کو مل نے جاری کیا ہے وہ بعض وقت بظاہر یہ کہتا ہے کہ تعدد علل سوائے ظاہر کے کوئی حقیقت بھی رکھتا ہے گویا اس مصنف کا یہ مقصود ہے کہ ایک ہی معلول کے لیئے مختلف موقعوں پر مختلف علتیں ہوسکتی ہیں۔ تعدد علل کی اصطلاح کو ترکیب علل سے جدا کر کے تمیز کرنا چاہیئے۔ ترکیب علل سے یہ مراد ہے کہ ایک پیچیدہ اثر یا معلول جس کو ہم حیثیت مجموعی کے اعتبار سے ایک کہتے ہیں ممکن ہے کہ چند اسباب پر موقوف ہو جو کہ کسی موقعے پر ایک ساتھ اپنا اپنا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کہ ایک ہی معلول کی مختلف موقعوں پر مختلف علتیں ہوسکتی ہیں۔ ہم کو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ خود ظاہر ہے اُس کی حقیقت نہیں ہے: متبادل علتیں کسی اثر کی جن سے تعدد پیدا ہوتا ہے صحیح معنے کے اعتبار سے اُن میں کوئی علت نہیں ہے بلکہ ایسے حوادث ہیں جو کہ صرف اس حد تک موافقت رکھتے ہیں جو کہ حدوث اثر کے لیئے مطلوب ہے اگرچہ حیثیت مجموعی سے وہ بالکل مختلف ہیں۔ شاید یہ اچھا ہوتا کہ واقعہ مطابقی کے بیان کے لیئے کوئی اصطلاح ہوتی کہ یعنے ایک ہی حادثے سے مختلف موقعوں پر مختلف معلولات کا پیدا ہونا ممکن[1] ہے۔ یہ واقعہ بھی درحقیقت ظاہری ہے حقیقی نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے حادثے صحیح معنے کے لحاظ سے علت نہیں ہوسکتے کسی متبادل معلول کے اُن معلولات سے جس کو یہ علت پیدا کرتی ہے۔ ہم اس صورت میں اختلاف معلولات اصطلاح کرسکتے ہیں۔ کسی صورت سے علت اور معلول میں تلازم نہیں ہے؛ جہاں کہیں علت یا معلول جس کی تحقیق مطلوب ہے تلازم نہ دیکھتا ہو تو یہ ظاہر ہے کہ وہ ضابطے جن پر استدلال استقرائی میں طرح کرنا مبنی ہے سالم نہیں ہیں کہ اُن پر اعتماد کیا جائے۔ اگر ایک ہی معلول کی مختلف علتیں ہوں ہم نہیں کہہ سکتے کہ کوئی چیز جس کی عدم موجودگی میں اثر واقع ہو اُس کی علت نہیں ہوسکتا یہ اُس کی علت نہیں ہوسکتا اس مخصوص صورت میں جبکہ یہ غیر موجود ہے مگر یہ ممکن ہے کہ اور کسی موقعے پر علت ہو اگر چند پودے خاص ذخیرے سے علٰحدہ کرکے کسی اور جغرافی قطعہ اراضی پر لائے جائیں تو اُس پودے میں اختلاف پیدا ہوگا بعد ایک مدت کے

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) کام کرتے ہیں۔ بداہتہً کوئی بھی اُن میں سے علت نہیں ہے بلکہ ہر ایک جزو علت ہے" مع

[1] مصنف کے نزدیک نہ تعدد علل ممکن ہے جبکہ معلول نفس الامر میں واحد ہو نہ تعدد معلولات جبکہ علت نفس الامر میں واحد ہو ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بعد جدید نوع پیدا ہو جائیگی لیکن اور طریقے ہیں جو کسی خاص صنف کو تولید مثل سے مانع ہو اُس ذخیرے کے ساتھ (مثلاً مختلف فصل میں پھولنا) پس جدید نوع بغیر موجود ہونے علیحدگی مقام کے پیدا ہو سکتی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ نتیجہ سالم نہیں ہے کہ جدید نوع بغیر تغیر ارضی کے پیدا ہوئی پس تغیر ارضی جدید نوع کے پیدا ہونے کی علت نہیں ہے ؛

بلا شک اس حجت سے کھلجاتا ہے کہ تحلیل کافی عمل میں نہیں آئی۔ اس امر کو نظر انداز کر دیا کہ جغرافی علیحدگی مفرد عامل نہیں ہے بلکہ علت بہت پیچیدہ ہے اور اس کی ایک ہیئت یعنے یہ کہ تولید مثل کو ذخیرے کے ساتھ مانع ہوئی یہ خصوصیت پیدا کی کہ اور ایسے آثار کہ پھولنے کے لیے اختلادی موسم یا علیحدگی مانع بارآوری ہوا۔ اگرچہ ہماری تحلیل اکثر ناکامل ہوتی ہے اور اس صورت میں ممکن ہے کہ ضابطہ مذکورۂ بالا کو جاری کرنا یعنے طرح کر دینا اُس امر کو جو اثر کے کسی موقع پر واقع ہوتے ہوئے واقع نہو سکے ہم نے علت کو بالکل طرح کر دیا ہے ؛ اور یہ کہ اگر کوئی حالت طرح ہونے سے چھوٹ گئی ہے کیونکہ یہ ہر صورت وقوع میں واقع ہوتی رہی ہے تو ہم نے اُس کو ایسے اثر کی علت تسلیم کر لیا ہے جس کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر کسی بچے کو مختلف قسم کے مُرتبے کے ساتھ ایک ہی دوا دیگئی ہے اور اُس کے بعد ایک خاص قسم کا بسکٹ دیا گیا ہے تو وہ اس دوا کے اثروں کو بسکٹ سے منسوب کرے گا۔ فرض کرو کہ میرے سیب کی فصل چار سال تک برابر نہیں ہوئی اور ہر سال اُس پر ایک عورت کی نگہبانی تھی جو بدنظری میں مشہور ہے تو کیا میں اس طرح احتجاج کروں کہ فصل کا نہونا ناکافی بارش پر موقوف نہ تھا کیونکہ پہلے سال کثرت سے بارش ہوئی۔ نہ پالا پڑنے پر کیونکہ سال آخر بالکل پالا نہیں پڑا۔ نہ جھولا مار جانے پر جو صرف ایک مرتبہ ہوا تھا۔ نہ آندھیوں پر اس لیے کہ سال گذشتہ آندھیاں بالکل نہیں آئیں بالآخر میں فصل کی ناکامی کو اُس ساحرہ سے منسوب کروں گا جو نگہبان تھی ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ایسے موقع پر دوسرے ضابطے سے امتحان کرنا مناسب ہے یعنے ایسی کوئی چیز علت نہیں ہوسکتی جس کے موجود ہوتے ہوئے اثر واقع نہو۔ اگر بچہ کو اکثر دہی بسکٹ دیا گیا ہو جب دوا نہ دی جاتی ہو تو وہ دوا کے اثر سے بسکٹ کا غیر منسوب ہونا سیکھ لے گا۔ اور اگر وہی ساحرہ چند سال تک میرے باغ کی نگران رہی ہو اور فصل عمدہ ہوئی ہو تو میں اس وہم پرستی سے بچ جاؤں گا۔ بہرصورت یہ بھی ممکن ہے کہ اب بھی اُس کو خراب پیداوار کا ذمہ دار سمجھوں اور مسئلہ اختلاف معلولات کو جاری کروں کہ اُس کی نظر بد کا اثر جو پیشتر ہوا تھا اور اب اس لیئے نہو سکا شاید اس لیئے کہ عمدگی فصل کے لیئے میں نے ایک بزرگ پادری کی دعا لی تھی یہ اثر بد نظر کا دافع ہوا یا صرف یہ کہوں کہ بدنظر سے وہی اثر ہمیشہ نہیں پیدا ہوتا جبکہ اور بہت سے شرائط مفید جو بدلا کرتے ہیں موجود ہوں ؟

ان غلطیوں کا کوئی علاج نہیں ہے سوا اس کے کہ واقعات کا علم وسیع ہو اور تحلیل حقیقت کے قریب ہو اور اُن کے تصور کرنے اور ربط دینے کا بہتر طریقہ ہو۔ اس مقصد کے لیئے تجربے سے خاص مدد حاصل ہوتی ہے۔ نتائج تجربہ کے اور مشاہدے کے مبادی ایک ہی قسم کے ہیں۔ واقعات یعنے وہ جن کے ذریعے سے ہم اپنے نظریات میں موافقت پیدا کرتے ہیں اور استقرائی استدلال میں واقعات سے مقدمات (استدلالی) بہم پہنچتے ہیں کوئی تغیر اس لیئے نہیں کہ واقعات تجربے سے حاصل ہوئے ہیں۔ بلکہ جہاں ہم تجربہ کرسکتے ہیں ہم عموماً ایسے واقعات دریافت کرلیتے ہیں جو مشاہدے سے ہرگز نہ منکشف ہوتے۔ ہم ایک ایسے موثر کو شرائط میں داخل کرتے ہیں جو نہایت ہوشیاری سے تیار کیا گیا ہے تاکہ کم و بیش صحت کے ساتھ ہم پر واضح ہو کہ کیا تغیر ہم پیدا کر رہے ہیں اور کس چیز میں تغیر پیدا ہوگا اور پھر جب ہم اثر کے نگران رہتے ہیں تو طرح کرنے کے زیادہ وجوہ عمل کے لیئے ملتے ہیں۔ اگر ہم کو شک ہو کہ آیا کسی خاص اثر کو تعدد علل کی جانب منسوب کریں یا کسی حالت واحدہ کی طرف جو کہ تمام مثالوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



میں موجود ہونے کے لحاظ سے ان مثالوں سے اُس کا طرح کرنا ممکن نہیں ہے تو ہم اس شک کو دفع کر سکتے ہیں اس طرح کہ حالت تجربۃً (عملاً) پیدا کریں: اگر اثر (مطلوب) اُس کے بعد نہ پیدا ہو تو ثابت ہو جائیگا کہ اقلاً ان شرائط میں جن میں ہم نے اس حالت کو داخل کیا تھا موثر زیر بحث کا یہ اثر نہیں ہے پھر ہم اس کے بعد متباول علل مجوزہ سے ایک کو اور پھر دوسرے کو جانچیں گے اور اگر ہر ایک سے اُس اثر کا پیدا ہونا پایا جائے تو ہم یہ نتیجہ نکالیں گے کہ یہ سب اس کی علتیں ہیں۔ غالباً اب بھی ہم حقیقی علت کے دریافت کرنے سے دور ہیں جس میں نہ کوئی شئے ناقص ہو نہ فاضل لیکن ہم نے اپنے تحقیق کو آگے بڑھایا ہے۔ وہ بچہ جس نے دوا کے اثر کو بسکٹ سے منسوب کیا ہے اپنی غلطی کو بسکٹ سے جداگانہ تجربہ کر کے درست کر سکتا ہے اور ہر ایک مُربّے کے ساتھ جس میں دوا ملی ہوئی تھی علٰحدہ۔ اور اگر میں عین الکمال کا تجربہ کر سکتا تو میں خود یہ یقین حاصل کر سکتا تھا کہ وہ باغوں کے لیئے ضرر رسان نہیں ہے۔

قابل ملاحظہ ہے کہ اگرچہ تعدد علل اور اختلاف معلولات جب ہماری تحلیل ناکامل ہو تو وہ دونوں وجوہ طرح کے جو ابھی بیان ہوئے اُن کے اجرا کو مشتبہ کر دیتے ہیں۔ یعنے اولاً کوئی چیز کسی اثر کی علت نہیں ہے جس کے نہ ہوتے ہوئے اثر پیدا ہو اور ثانیاً کوئی چیز علت ہو سکتی ہے جس کے موجود ہوتے ہوئے اثر نہ پیدا ہو۔ لیکن مقدار غلطی کی جس میں ہم مبتلا ہیں ہر صورت میں یکساں نہیں ہے۔ اگر ہم باری باری سے ہر چیز کو رد کر دیں جس کے بغیر اثر پیدا ہوتے پایا گیا ہے تو اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم اُس کی چند علتوں سے سب کو رد کیئے دیتے ہیں اور بالآخر ایسی چیز پر جا پڑتے ہیں جس کی موجودگی اُن مثالوں میں جن کو ہم نے آزمایا ہے بالکل اتفاقی ہے ایسی کوئی شئے جو اُس اثر کی پیدائش پر مطلقاً موثر نہیں ہے۔ دوسری طرف اگر ہم ہر چیز کو رد کر دیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جن کے ساتھ اثر اب تک واقع ہوتے نہیں پایا گیا ہے اگرچہ ہم اس نتیجے کے نکالنے میں غلطی کرتے ہوں کہ جو باقی رہا ہے وہ پوری علت اس اثر کی ہے یا یہ کہ اس اثر کی اور علتیں نہیں ہوسکتیں تاہم اس نتیجے کے نکالنے میں ہم سالم ہیں کہ اس اثر کے پیدا ہونے میں امر مذکور بالکلیہ غیر متعلق نہیں ہے۔ میں ایک کتے کو سیانائڈ پوٹاسیم دیتا ہوں اور یہ مرجاتا ہے یہ فرض کرکے کہ یہ امر صورت ہذا میں ایک تازہ واردات ہے میں یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ کتے بغیر پوٹاسیم سیانائڈ کے نہیں مرتے بلکہ میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ پوٹاسیم سیانائڈ نے اس کتے کی موت میں کچھ حصہ لیا۔ اور یہ کہ ان دو واقعوں کا اتصال محض اتفاقی نہیں ہے جیسے بسکٹ کا کھانا بچے کے بعد کے تجربے کے لئے اتفاقی تھا یا جیسے باغ کی فصل کے نہونے کے لیے ساحرہ کا نگران ہونا محض اتفاقی تھا۔ صورت اولیٰ میں جس میں میں نے ہر چیز کو رد کردیا ہے جس کی عدم موجودگی میں اثر کا وقوع ہوا میں کچھ زیادہ رد کردیتا ہوں۔ اصلی موثر غیر شناخت شدہ ہر وقت میں مختلف واسطے کے اندر چھپا ہوا ہے۔ ان میں سے ہر واسطہ باری باری رد کردیا گیا اور اصلی موثر اُن کے ساتھ ہی رد ہوگیا۔ صورت موخرہ میں جسمیں میں ہر چیز کو رد کردیتا جس کے موجود ہوتے اثر کا وقوع نہیں ہوا ممکن ہے کہ میں ضرورت سے زائد رد کروں یا ضرورت سے کم۔ شاید زیادہ کیونکہ وہ جسے میں رد کرتا ہوں گو بذات خود ناکافی ہو۔ اثر پیدا کرنے کے لئے لیکن اُس کے ساتھ ایسے شرائط شامل ہوں جن کے بغیر اثر کا وقوع ناممکن ہو شاید کمتر کیونکہ جو چیز باقی رہی ہے جبکہ میں وقوع اثر کے لئے اُس کو اصل تصور کرتا ہوں اب بھی اُس کے ساتھ اصل موثر سے زائد ہو جو اُس کے اندر چھپا ہوا ہے اس طور سے کہ اور چیزیں جن میں وہی اصل موثر شامل ہے وہ بھی مساوات کے ساتھ اثر کو پیدا کرتی ہوں تاہم میں کچھ اصل سے باقی رکھتا ہوں اور ہر شئے جس کو باقی رکھنا چاہیئے میں رد نہیں کرتا۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ اصطلاح علت وسیع معنے کے ساتھ جس میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہم اس کو استعمال کرتے ہیں اُس سے خواہ یہ مراد ہو (۱) کوئی شئے اصل لیکن بذات خود اثر کی پیدائش کے لیئے ناکافی (مثلاً جب ہم کہیں کہ ہوائے محیط کا دباؤ عام نل کے پمپ میں پانی کے اوپر نکالنے کی علت ہے اگرچہ پیدا ہونا خلا کا بھی پمپ سے کام کرنے میں ضروری ہے) یا (۲) کوئی شئے جو کافی ہو مگر جزواً اُس کے پیدا کرنے کے لیئے فضول ہو (مثلاً ہم کہیں کہ بارود کے مخزن میں آگ لگنا اُس مکان کے اندر جو شخص کھڑا تھا اُس کے موت کی علت ہے): یا (۳) کوئی جزو جو ایک ساتھ فضول بھی ہو اور ناکافی بھی لیکن ایک عنصر اس میں شامل ہے جو اصل ہے (مثلاً ہم کہیں کہ قوانین جماعت تجار ایک جدید قسم کے جعلی یا فریبی کاموں کی علت ہے۔ یا جہاں اثر کی ناکامیابی یا فاسد ہونا کسی اثر (معلول) کا ہو جو موقوف ہے متعدد شرائط کے پورے ہونے پر جن میں سے کسی ایک کی عدم موجودگی میں اثر کا وقوع ناممکن ہے (۴) کوئی چیز جو کافی ہو لیکن اس ناکامی یا فساد کے لیئے اصل نہو (جیسے مثلاً ہم کہتے ہیں کہ گذشتہ شدید پالا پڑنے سے میوے کی فصل نہیں ہوئی۔ پس علت سے ہماری مراد (۱) کوئی چیز اصل لیکن ناکافی ہے یہ صرف حقیقی علت کا ایک جزو ہے اور ہوسکتا ہے کہ اور موثر ہوں جو اصلی ہوں لیکن صرف ناکافی ہوں اور یہ کہنا غلط ہے (۱) کہ کوئی چیز جس کی موجودگی میں اثر واقع نہو سکے اُس کی علت نہیں ہے اس معنے سے اگرچہ یہ کہنا صحیح ہے (۲) کوئی چیز جس کی عدم موجودگی میں اثر واقع ہو اُس کی علت نہیں ہے۔ تاہم جب پہلے ضابطے کا استعمال اس کے ثبوت کے لیئے کرتے ہیں کہ بعض امور علت نہیں ہیں اور اس لیئے جو باقی رہجاتا ہے وہ علت ہے تو ہم اس کا استعمال اسلیئے کرتے ہیں کہ یہ امور کافی نہیں ہیں اور جو باقی رہتا ہے وہ اصل ہے: لہذا اسی کو ہم اثر کی علت کہتے ہیں: ہماری مراد اس واقعے پر زور دینا ہے کہ یہ اصلی ہے لیکن ضرورۃً یہ نہیں کہتے کہ یہ کافی ہے اگرچہ وہ جس کو ہم رد کردیتے یا طرح کرتے ہیں وہ اتنا ہی علت کہے جانے کا حق رکھتا ہو جتنا اُس کو ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جس کو ہم باقی رکھتے ہیں اور علت کہتے ہیں (کیونکہ وہ بھی اصلی ہے اگرچہ کافی نہیں ہے) اس استدلال میں ہم کوئی غلطی نہیں کرتے کہ وہ جسے ہم نے باقی رکھا ہے کوئی شئے اصلی ہے (یا اصلی کو شامل ہے) نہ اس کے تجویز کرنے میں غلطی کرتے ہیں ضرور ہے کہ جس کو ہم نے رد کیا ہے اُس میں کوئی چیز اصلی نہو۔ لیکن جب علت سے ہماری مراد (ب) کوئی چیز کافی لیکن جزاً فضول واسطے پیدائش کسی اثر کے ہو تو بخلاف سابق یہ کہنا صحیح ہے (۱) کوئی چیز علت نہیں ہوسکتی جس کی موجودگی میں یہ اثر واقع نہو سکے لیکن یہ کہنا غلط ہے (۲) کوئی چیز اس کی علت نہیں ہے جس کی عدم موجودگی میں واقع نہو سکے اگر کوئی شخص کسی بارود کے مخزن میں آگ لگنے سے پرزے پرزے اڑ جائے مگر مرے نہیں تو مخزن میں آگ لگنا اس صورت میں اُس کی موت کی علت نہیں ہے۔ لیکن پرزے نہ اُڑیں اور مرجائے پرزے اُڑنا اس صورت میں بھی اس کی علت ہوسکتی ہے اس معنے (ب) علت کے دوسرا ضابطہ یا وجوہ طرح غلط ہے درحالیکہ عکس معنی (۱) پہلا صحیح ہے اور دوسرا غلط۔ لیکن جب ہم علت کے معنی (۱) سے کلام کریں تو استعمال اُس کا جو کہ غلط ضابطہ کمتر غلط انداز ہے بہ نسبت معنے (ب) استعمال اُس ضابطے کا جو اس کے لیئے غلط ہے ہم حقیقتہً اس اصول سے احتجاج کرتے ہیں کہ کوئی شئے کافی نہیں ہے جس کی موجودگی میں اثر کا وقوع نہو سکے اور نہ نتیجہ نکالنے میں کہ اور شئے اصلی ہے۔ یہ اصول سچا ہے کہ اگر اس سے کسی چیز کو ہم اس معنے سے علت کہیں کہ اصل ہے اگرچہ غیر کافی ہے لیکن وہ جس کو طرح کر دیا ہے اُس کو اس لیئے علت نہیں کہتے صرف اس معنے سے کہ وہ غیر کافی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ علت کے معنے ہیں جس کو ہم جاری کرتے ہیں علی الترتیب اُس چیز کے لیئے جس کو رد کرتے ہیں اور جس کو قبول کرتے ہیں جہاں ہم یہ تعین چاہتے ہیں کہ ایک شئے کی پیدائش کے لیئے دوسری چیز اصلی (ضروری) ہے اگرچہ ضرور نہیں ہے کہ کافی ہو یہ ضابطہ کہ کوئی چیز جس کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



موجودگی میں اثر واقع نہو سکے اُس کی علت نہیں ہو سکتی۔ یہ سالم تر وجہ طرح کے لیئے معلوم ہوتی ہے بہ نسبت اس ضابطے کے کہ کوئی چیز جس کی عدم موجودگی میں اثر کا وقوع ہو اُس کی علت نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر اصطلاح علت کو اُس کے ٹھیک اور مطابقی معنے میں استعمال کریں تو ان دونوں ضابطوں میں امتیاز کرنا جائز نہوگا۔

[جے۔ ایس۔ مل واضع اصطلاح تعدد علل نے اس کے باب میں کہا ہے کہ طریقۂ توافق (طرد) کا خاصتہً یہ نقصان ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ طریقۂ تفریق (عکس) یا تبائین پر اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ صاف یہ ہے کہ وہ غلطی پر تھا مذکورۂ بالا حجت سے مل کے بیان میں جو مبالغہ ہے اُس میں جس قدر سچائی ہے اُس کے کھول دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ کہ مل نے غلطی کی اس ثبوت کو بیان مذکورۂ ذیل پر غور کرنے سے مدد ملے گی اگر لا کا وقوع حالات ا ب ح کے تحت میں ہے نہ حالات ب ح میں تو میں یہ استدلال کر سکتا ہوں کہ ب ح کافی نہیں ہے لا کے پیدا کرنے کے لیئے اور ا اس موقع پر اُس کی پیدائش میں معین ہوا۔ لیکن میں یہ نہیں استدلال کر سکتا کہ بغیر ا کے لا پیدا نہو سکتا تھا امکاناً ف ب ح سے اُسیطرح لا پیدا ہو سکتا تھا۔ ا اور ف برابری کے ساتھ لا کو پیدا کر سکتے ہیں یا مساوی طور سے ب ج میں لا کو پیدا کر سکتے ہیں یہ مثال تعدد علل کی ہے اور تعدد علل ہی اس استدلال کو مانع ہے کہ ا کلیتہً لا کے پیدا ہونے کی علت ہے یا اُس کی پیدائش کے لیئے ا مطلوب ہے اور میرے استدلال کو محدود کر دیتا ہے کہ ا پیدا کرتا ہے لا کو اقلاً ب ج میں کہا جائیگا کہ ا اور ف میں کوئی مشترک خاصہ رہے جو دراصل موثر ہے۔ بلاشک لیکن ہم ملاحظہ کر چکے ہیں اُسکے مثل تعدد علل کی ہر صورت میں ہوگا اگر میں اس استدلال سے انکار کروں کہ طریق توافق سے واقعہ لا کا وقوع حالات ا ب ج اور ا ف ک کے تحت میں ہوتا ہے یہ کہ ا اُس کی علت ہے اور اس پر زور دوں کہ جہاں تک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مجھے علم ہے ممکن ہے کہ علت ح ہو ایک صورت میں ی دوسری صورت میں اور ک تیسری صورت میں تو میں یقین کروں گا کہ ح ی ک میں ایک امر مشترک رہے جو درحقیقت اصل موثر ہے پس ا ی کوئی امر مشترک نہیں ہے کیونکہ ر دوسرا ہے جیسا کہ دوسری صورت میں ا صرف حالیت تفریقی نہیں ہے جہاں لا کا وقوع ہوا اور جہاں نہیں ہوا بلکہ حقیقۃً ر جو ا میں شامل ہے وہ بھی وجہ تفریقی تھا۔

وہ فرق جو مل نے دونوں طریقوں میں نکالا ہے بالجملہ سالم نہیں ہے کیونکہ ظہور تعدد علل کا استدلال پر موثر ہے جو ہر طریقے میں نکل سکتا ہے لیکن اس میں صرف اتنی سچائی ہے۔ جس کی طرف متن میں اشارہ کیا گیا تھا۔ کہ طریق توافق میں جہاں میں اُس کو طرح کرتا ہوں جس کی عدم موجودگی میں اثر کا وقوع ہوتا ہے ممکن ہے کہ میں نے نادانستہ اصل موثر: میں نے بچے کو بھی پوتڑے کے ساتھ پھینک دیا اور یہ سونچا رہگیا کہ ا علت ہے لا کی درحالیکہ ا کو اُس سے کوئی واسطہ نہو اور اُس کی موجودگی میرے مثالوں میں محض اتفاقی ہو۔ طریق تفریق میں جہاں میں اُس کو طرح کرتا ہوں جسکی موجودگی میں اثر واقع نہوسکا اگرچہ ایک بڑا حصہ ا کا فضول ہو لا کے وقوع کے لیئے لیکن سب کا سب فضول نہیں ہے اس حال میں میں لا کو ایسی کسی چیز سے ربط نہیں دیتا جس کو اُس سے کوئی واسطہ نہو۔ لیکن جس وجہ سے پہلی صورت میں کسی نسبت کو استدلالاً ثابت نکرسکا یعنے تعدد علل میں اُسی وجہ سے اس صورت میں ا اور لا کے درمیان تلازم نہیں ثابت کرسکتا۔ یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ مشکل نہ پیدا ہوتی اگر شرائط طریقے کے پورے ہوتے اور ا کی صرف ایک ہی حالت تفریقی ہوتی جہاں لا کا وقوع یا جہاں عدم وقوع ہوا۔ کیونکہ (i) میں اب بھی تلازمی نسبت کے استدلال کے قابل نہوتا میں صرف یہ نتیجہ نکالسکتا کہ ا کا ہونا ضرور تھا لا کی پیدائش کے لیئے ب ح میں کسقدر ب ح سے اصلاً مطلوب تھا اس صورت میں بھی دریافت نکرسکتا اور (ii) کیا چیز زیادہ عملی طور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



سے اس تقابل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ یہ مساوی صورت ہے کہ اگر ا صرف حالت توافقی ہوتی اُس مثال میں جہاں لا کا وقوع ہوتا ہے تو مشکل نہ پیدا ہوتی۔ دونوں صورتوں میں اگر تحلیل حالات کی زیادہ تکمیل کے ساتھ ہوتی تو تعدد علل غائب ہو جاتا۔

مل نے نادانستہ تسلیم کر لیا ہے کہ یہ تحلیل زیادہ کامل ہے جب اُس کا طریقہ تفریق استعمال کیا جاتا ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم اُس کے طریقۂ توافق کو استعمال کریں۔ اُس کے ایسا کرنے کی غالباً یہ وجہ ہے کہ تجربے میں طریق تفریق کا استعمال ہوتا ہے (یعنے اصول طرح کا جو اس طریق میں شامل ہے) اور کامل تحلیل عموماً تجربے کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ محض مشاہدہ حوادث پر حصر ہو جس طرح فطرت میں اُن کا حدوث ہو؛ تجربے میں طریق تفریق کا استعمال ہوتا ہے کیونکہ تجربہ کرنے میں کسی خاص عامل کو داخل کرتے ہیں یا کسی کو خارج کر دیتے ہیں اور یہ کہ بنا بر حالات جن کے ٹھیک ٹھیک دریافت کرنے کی ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے اور نتیجے کو ملاحظہ کرتے رہتے ہیں اور اگر ہمارا یہ تسلیم کرنا صحیح ہے کہ یہ حالات اور وجوہ سے بلا تغیر باقی رہتے ہیں تو ہم تقریباً صرف ایک حالت تفریقی کے حصول کو پہنچ جاتے ہیں جو کہ مل کے قوانین میں مطلوب ہے۔ بالفاظ دیگر ہم ایک اصل کی بنا پر یکبارگی سب کو سوا اس عامل کے جس کو ہم نے خارج یا داخل کیا ہے درحقیقت طرح کر دیتے ہیں اگرچہ اس کو بھولنا نہ چاہیئے کہ وہ جیسے ہم نے طرح کیا ہے اُس کے باب میں صرف یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ اثر مطلوب کے پیدا کرنے کے لیئے ناکافی ہے اور ممکن ہے کہ اس میں ایسے شرائط شامل ہوں جو اصلاً مطلوب ہیں اگرچہ کافی نہوں۔ یہاں ہم اُس وجہ کو ملاحظے میں لاتے ہیں کہ مل نے قطعی ہونے کے اعتبار سے طریق تفریقی کو کیوں ترجیح دی ہے۔ استدلال اس طریق میں ظاہر ہے کہ بہتر نہیں ہے[1] لیکن اس

---

[1] یعنے بہتر نہیں ہے استدلال طریق توافق سے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



طریق سے اُن واقعات کا حاصل کرنا سہل تر ہے جن پر قطعیت موقوف ہے کیونکہ تجربے کے ذریعے سے اُن کو حاصل کرنا سہل تر ہے اور یہ طریق عملاً اُس راہ کے پیدا کرنے کے عام ترین قاعدوں سے ہے جن قاعدوں سے ہم تجربے کے نتائج سے توجیہ کرتے ہیں۔ بے شک ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اشتباہ جو واقعات کی ناکامل تحلیل کی وجہ سے استدلال میں پیدا ہو سکتا ہے زیادہ تر ہے جبکہ وجوہ طرح کرنے کے قاعدۂ توافق کے تحت میں ہوں بہ نسبت اس کے کہ وجوہ طرح کرنے کے قاعدہ تفریق کے تحت میں نہ ہوں کیونکہ صورت اولیٰ میں ہم اُس کو خارج کر دے سکتے ہیں جو کہ اصلاً مطلوب ہے اور اس طور سے استدلال کو ختم کریں کہ اثر مبحوث عنہ کو کسی ایسی چیز سے منسوب کر دیں جس کا موجود ہونا محض اتفاقی ہو درحالیکہ صورت اُخری میں خاتمہ اس طرح ہو کہ کسی چیز کو جو زیادہ ہو اصل مطلوب سے ہم ضروری سمجھ کے اخذ کر لیں تاہم دونوں صورتوں میں غلطی ہے اور ایک ہی وجہ سے یعنے اصل واقعات سے عدم واقفیت کی وجہ سے۔ بہر طور مل نے یہ خیال کیا کہ جہاں کہیں تم ٹھیک تجربہ کر سکتے ہو تمھاری واقفیت واقعات سے بالکل کامل ہے اور اس وجہ سے نتیجہ بالکل قطعی نکلے گا۔ بعینہٖ اُنھیں صورتوں میں قاعدۂ تفریق اُس کے حسب البیان خصوصیت کے ساتھ مستعمل ہو سکتا ہے کیونکہ اس طریق میں مطلوب یہ ہے کہ ایسی مثالیں ہوں جہاں اثر کا وقوع ہوتا ہے اور جہاں اثر کا وقوع نہیں ہوتا ہے اور صرف ایک حالت تفریقی ہے اُس سے اس واقعہ کی فروگذاشت ہوگئی کہ استدلال بعینہٖ وہی ہے جہاں کہیں یہ شرط پوری نہو جب تک کہ طرح کرنے کی وجہ بعینہٖ وہی ہے یعنے ایسی کوئی چیز علت نہیں ہو سکتی جس کے ہوتے ہوئے اثر نہ واقع ہو سکے اسی لئے اُس نے اس طریق میں قطعیت کو ترجیح دی حالانکہ یہ قطعیت مثالوں کی استحقاقی ماہیت سے تعلق رکھتی ہے جن سے ربط دیکے طریق کا استعمال اُس نے تجویز کیا ہے

اس باب کا موضوع بحث اولاً یہ تھا کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ ضوابط

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تصدیق علل و معلولات جن پر استقرائی استدلال موقوف ہے خطا سے سالم نہیں ہیں جہاں کہیں ایسی تعلیلی نسبت سے بحث کیجائے جس میں تلازم نہیں ہے۔ کیونکہ اُن ضابطوں میں یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ ایک معلول کی ایک ہی علت ہوتی ہے اور بالعکس یعنے ایک ہی علت کا ایک ہی معلول ہوتا ہے۔ لہذا اُن ضابطوں سے کافی ہدایت ایسی علتوں کے دریافت میں نہیں ملتی جہاں اُن معلولات کے لیئے جو اُن سے منسوب ہیں صرف وہ ہی علتیں نہیں ہیں یا اُن معلولات کے دریافت میں جہاں وہ علتیں جن کی طرف وہ منسوب ہیں صرف وہ ہی معلولات نہیں ہیں۔ اس باب کا دوسرا موضوع بحث یہ تھا کہ یہ ثابت کیا جائے کہ ایسی تعلیلی نسبتیں جن میں تلازم نہیں ہے اس واقعے سے پیدا ہوتی ہیں کہ ہم علت میں ضرورت سے زائد کچھ داخل کردیتے ہیں اور شاید کچھ کم بھی اُس سے جو اثر کے پیدا کرنے کے لیئے ضروری ہے یا معلول میں بیشی یا کمی کردیتے ہیں اُس سے جتنا منسوبہ علت سے پیدا ہوتا ہے: یعنے ہماری تحلیل ناکامل ہے: ہم واقعات متعلقہ کے ساتھ غیر متعلقہ کو خلط کردیتے ہیں لیکن وہ غیر متعلقہ وابستہ ہیں متعلقہ کے ساتھ پس تعدد علل ایک معلول کے لیئے اور اختلاف معلولات ایک علت کے لیئے بظاہر معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت اگر ہم اپنے بیان میں علت و معلول کی کافی تخصیص کرسکتے تو ہم کو معلوم ہو کہ ایسا نہیں ہے۔ مگر اکثر مقاصد عملی بلکہ علمی سے بھی تسلیم کرلیا ہے کہ وسیع معنے سے علل کے دریافت کرنے کی حاجت ہے۔ وہ معنے جس سے علت میں اُس سے زیادہ داخل ہے جس قدر معلول زیر بحث کے لیئے ضروری ہے۔ مگر اس قدر زائد کو دریافت نہیں کرسکتے وغیرہ۔ اور ہم نے دیکھا کہ جب علمی تحقیقات اس ہمواری سے تجاوز کرتی ہے تو اُس کا رجحان معینہ علت کسی معلول عینی کے مقام پر اُن قوانین یا اصول کی تلاش ہو جاتی ہے جن کے موافق کسی خاص قسم کی چیزیں خاص شرائط سے ایک دوسرے پر تاثیر کرتی ہیں:

اُن امور کی مثال کے لیئے وہ ضابطہ جن کی ہدایت کا ہم نے غیر سالم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہونا ثابت کیا ہے جبکہ وہ نسبتیں جن میں تلازم نہ زیر بحث تھیں وہ دو ضابطے تھے جن کو باب بستم میں تحریر کیا تھا۔ وہ ضابطے یہ ہیں کوئی چیز جو کہ درصورت تغیر اثر کے مستقل (غیر متغیر) رہے یا متغیر ہو جبکہ اثر مستقل رہے یا جسمیں بالاستقلال تغیر واقع ہو اُس اثر کی علت نہیں ہے اور کوئی چیز جو مختلف اثر پیدا کرے اُس کی علت نہیں ہے۔ خصوصاً میں استدلال نہیں کر سکتا اس لیئے کہ طرح جو ان ضابطوں پر مبنی ہے اس سے منکشف ہوتا ہے کہ لا کبھی نہیں واقع ہوتا بغیر ا کے اس مثال میں جو میرے پیش نظر ہے یہ استدلال نہیں کر سکتا کہ لا کا وقوع ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک کہ ا نہو کیونکہ ف ممکن ہے کہ ایسا ہی عمل کرے اگر میں یہ معلوم کروں کہ جسقدر جلد میں دوڑتا اُسیقدم گرم میں ہو جاتا ہوں اور اگر میں جانتا ہوں کہ ہوائے محیط کا ٹمپریچر نہیں بدلا وغیرہ تو میں یہ استدلال کر سکتا ہوں کہ دوڑنے سے میں گرم ہو جاتا ہوں لیکن اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی شخص بغیر دوڑے ہوئے گرم نہیں ہو سکتا۔ اگر میں مسلسل چند سال تک تجربہ کروں ایک خاص کھاد کا اور تجربے کی نگہداشت سے دریافت کر لوں اوسط فصل جس کی بغیر اس کھاد کے مجھکو توقع ہو سکتی تھی تو میں زیادتی فصل کی اس کھاد کے استعمال سے منسوب کروں گا مگر میں یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ صرف اسی کھاد کے استعمال سے ایسی ہی سیر حاصل فصل ہو سکتی ہے۔ اسی قسم کی غلطیاں ایسی غلطیوں کے مشابہ ہوں گی جو اُس ضابطے کے استعمال میں مجھسے صادر ہوں گی کہ کوئی چیز کسی اثر کی علت نہیں ہے جس کے موجود ہوتے ہوئے اثر نہ واقع ہو سکے تو پھر اس کے تسلیم کرنے کا بھی مجھکو حق نہیں ہے کہ جس کو میں طرح نہ کر سکا وہ بالکل ضروری ہے اور یہ کہ کوئی اور چیز سوائے اس کے اس کام کی نہوتی۔ لیکن ضروری سے زائد طرح کر دینے کا خطرہ جو اس ضابطے کے استعمال کو محصور کرتا ہے کہ کوئی چیز ایسی کسی اثر کی علت نہیں ہو سکتی جسکی عدم موجودگی میں اثر کا وقوع ہو وہ اسی کے مثل ان دو ضابطوں کے استعمال کو محصور نہیں کرتا جو اب زیر نظر ہیں۔ یہ سچ ہے کہ کسی اثر کی علت کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تحقیق میں جس کے مقدار یا درجے میں تغیر ہو اور جو بحیثیت مجموعی متعدد معین عوامل کے باعث سے ہو یہ خطرہ نظری طور سے ممکن ہے۔ مقدار یا درجہ کسی اثر کا ممکن ہے کہ مستقل (غیر متغیر) رہے بسبب مختلف متمم تغیرات عوامل کے بعض زیادہ ہوں جبکہ بعض اور کم ہو جائیں اور چونکہ تغیرات ایک دوسرے کے حاجب ہیں میں ہر ایک عامل کو باری باری سے خارج کردوں یہاں تک کہ میں کل معین عوامل کو خارج کردوں جو صلاحیت تغیر کی رکھتے ہیں بغیر اس کے کہ اثر میں اُن کی مطابقت سے کوئی تغیر پیدا ہو۔ لیکن یہ مظنون خطا نہیں ہے اور یہ واقعہ کہ آثار جن پر یہ ضابطے جاری ہو سکتے ہیں بالتخصیص قابل پیمائش آثار ہیں اس کی عند الاستعمال بڑی اہمیت ہے۔ کسی خاص عامل کی تاثیر کے تلاش کرنے میں جو کسی اثر کے متعلق ہوں اکثر مشکلیں آپڑتی ہیں جس کا تغیر مقداری موقوف ہو ایسے متعدد شرائط کے مرکب فعل پر جن کا تغیر ایک دوسرے پر موقوف نہو۔ مثلاً اس کا دریافت کرنا استقراء سے سخت دشوار ہے کہ آیا محصول غلہ ۱۹۰۲ء سلطنت متحدہ میں روئی کی قیمت پر تاثیر کی۔ لیکن یہ مشکلیں بداہتہً بالکل لاحل ہو جاتی ہیں جبکہ شرائط اور اُن کے نتیجے کی پیمائش ناممکن ہو۔ عنصر کمیت کے داخل کرنے سے ہم ایسے قوانین کو دریافت کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں جو کسی معینہ مقدار تغیر کو بالمطابقت دوسری مقدار سے ربط دے سکیں جب ہم ایسا کر سکیں تو ہم اُن غلطیوں کو صاف کر سکتے ہیں جو ایسی تعلیلی نسبتوں میں چھپی ہوئی ہیں جن میں تلازم نہیں ہے۔ یہ اب تک سالم ہے کہ ہم اُس قانون کے واسطے سے جو شرط ا میں کسی تغیر کو نتیجہ لا کے تغیر سے بالمطابقت ربط دے یہ نہیں کر سکتے کہ بالعکس استدلال کریں یعنے لا کی موجودگی سے ا کے موجود ہونے پر مگر اس نکتے پر اس سے پہلے مثال دیجا چکی ہے اور ازبسکہ خاص توجہ کسی اور سلسلے میں اس پر کیجائے گی جب ہم استقراء میں مقداری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ضوابط کی اہمیت پر بحث کریں گے اُن دو ضابطوں یا اصلوں پر طرح کے جن کا سابقاً ذکر ہو چکا ہے۔ شاید اس محل پر اس سے زیادہ کچھ کہنا بلا ضرورت ہے اُس ہوشیاری کے متعلق جو ہم کو کام میں لانا چاہیئے جبکہ ایسی تعلیلی نسبتیں جن کا ثبوت ذہناً مقصود ہے غیر متلازم ہوں ؛

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



# باب بست و سوم

## توضیح

توضیح سے مراد ہے کہ جس چیز کی توضیح کیجاتی ہے وہ کسی شئے معلوم یا بالفرض معلوم یا جس کا صدق[1] اس توضیح سے ثابت ہوگا اُس سے منتج ہوتی ہے۔ توضیح قیاسی ہے کیونکہ یہ شرائط سے اُن کے نتائج کی طرف جاتی ہے یا اصول سے ایسے فروع کی طرف جو اس اصول سے نکلتے ہیں۔ خواہ جزئی واقعے کی توضیح کیجائے یا عام اصول کی کوئی اساسی فرق دونوں میں نہیں ہے۔ مگر جزئی واقعات کی توضیح میں جزئی واقعات اُن شرائط میں صورت نما ہوتے ہیں جن کی طرف ہمارا رجوع ہے۔ جملہ توضیحات میں مقدمات خاص یا مشخص یا علمی اصول ہوا کرتے ہیں۔ عام منطقی تجویزیں جو ہم کو استقرائی تحقیقات میں تعلیلی نسبتوں کی جانب متوجہ کرتی ہیں اُنسے خصوصیت کے ساتھ کسی امر کی توجیہہ نہیں ہوتی چاہیئے کہ ہر توضیح اُن کے ساتھ موافقت رکھتی ہو لیکن خود اُن سے کوئی توضیح نہ ہوگی۔ واقعات یا کسی علم کے فرعی قوانین کی توضیح اُس علم کے موضوع بحث کی نظری واقفیت پر مبنی ہے؛

---

[1] ہم ایسے واقعات کی طرف اشارہ کرسکتے ہیں جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ ہم کو یہ قضیہ ماننا چاہیئے مگر اس طرح اُس قضیے کی توضیح نہیں ہوجاتی۔ یہ وہ چیز ہے جس کا تعین کیا گیا ہے مگر ہمارے یقین کرنے کے لیئے چاہیئے کہ اس اصول کا انتاج اس صورت سے ہوا ہے تاکہ ہم کہہ سکیں کہ ہم کو توضیح حاصل ہوگئی ۱۲ مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اوائل کے کسی باب میں بتا دیا گیا تھا کہ اوّلیہ یا اساسی اصول کسی علم کے علمی توضیح کے قابل نہیں ہوتے اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ اصول جو کسی وقت خاص میں اخیری سمجھے گئے تھے وہ کسی صورت میں قابل توضیح نہیں ہو سکتے۔ قانون جذب مدت سے ایک طبیعی اصل مانا گیا ہے اور اب بھی ایسا ہی ہے لیکن اکثر علمائے ریاضی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مادے کا طور جو اس قانون سے ظاہر ہوتا ہے وہ بعض ایسے اصول پر ضرورۃً موقوف ہے جو اُس سے بھی بڑھے ہوئے عام اصول کلیہ ہیں جو ایسی فعلیتوں سے ظاہر ہوتے ہیں جن کے اصول کو ہم مختلف خیال کرتے ہیں مثلاً کہربائیہ اور روشنی۔ لیکن عمل توضیح کی کوئی نہ کوئی حد ہونا چاہیئے اور وہ خاتمہ ایسے اصول پر ہو جو اور اصول سے جو اُن پر مقدم ہوں متفرع نہ ہو سکیں ؎

یہ اصول ممکن ہے کہ بدیہی معلوم ہوں جب ہم اُن اصول تک پہنچیں جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا تھا۔ قانون اول حرکت کا اکثر بدیہی مانا گیا ہے اور اُس کا سچ ہونا ضروری ہے۔ لیکن اکثر صورتوں میں وہ ضروری الصدق نہیں معلوم ہوتے اُس صورت میں جو کچھ ہم اُن کے بارے میں کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ واقعات جن کے ملاحظے کی وجہ سے ہم نے اُن اصول کو بیان کیا ہے اُن سے بہتر کوئی اصل واقعات مذکورہ کی توضیح نہیں کر سکتی۔ بہر طور یہ سب سے بدتر ہے ؎

یہ بھی اکثر کہا جاتا ہے کہ علمی یقین ممکن الحصول نہیں ہے پروفیسر جیون اسپر زور دیتے ہیں کہ نتائج استقراء کے زیادہ سے زیادہ فقط ظنی ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اصول جو اشیاء کی توضیح کرتے ہیں وہ ضروری نہیں نظر آتے۔ بلکہ اس کو قاعدۂ کلیہ سمجھ لینا چاہیئے۔ ہم مطلقاً یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ اور کسی اصل سے ان واقعات کی توضیح ناممکن ہے۔ ٹھیک اسی طرح بسیط استقرائی تحقیقات میں ہمارا اعتماد کسی علت پر جو کسی اثر کے لیئے ہم تجویز کرتے ہیں مشروط ہے اسی[1] یقین کی دشواری کے ساتھ کہ ہم نے کسی ایسی چیز کو جو

[1] یعنے یہ کہنا کہ جو علت تجویز کی گئی ہے قطعاً علت ہے مشکل ہے ممکن ہے کہ کوئی اور علت ہو ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مثل علت مجوزہ کے ہوان واقعات میں جن کا ہم نے تجربہ کیا ہے علت ہوسکتا ہو نظر انداز نہیں کیا ہے ؛

جیون نے اشارہ کیا ہے کہ اگرچہ ناقابل عمل ہو لیکن تصفح جمیع جزئیات ہی یقین حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔ کامل استقراء تمام جزئیات کے تصفح پر مبنی ہے اور ناکامل استقراء جو بالفعل علوم تجربہ میں مستعمل ہے اس میں جمیع جزئیات کا تصفح نہیں کیا جاتا۔ اور اسی میں وہ ناکامل ہونے کے سرچشمے کو دیکھتا ہے اس کے نتائج تقریباً یقینی ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس امر میں جیون کی موافقت کرتے ہیں کہ اکثر نتائج جو علوم تجربہ میں قبول کر لیئے جاتے ہیں وہ کمال یقین میں ناقص رہتے ہیں مگر ہم اس کے ساتھ اس امر میں موافقت نہیں کر سکتے کہ اگر تصفح جزئیات کامل کے ذریعے سے نتائج تک پہنچتے تو یقین کا درجہ بلند تر ہو جاتا کیونکہ اُس صورت میں بھی وہ کلیۃً ہرگز صادق نہوتے بلکہ صحیح معنے سے بلکہ ایک محدود تعداد جزئیات کے مجموع پر صادق آتے۔ بلاشک کامل اور غیر کامل استقراء کا تقابل بدقسمتی سے نادرست ہے یہ تقابل اصطلاح استقراء کے ایک اور مفہوم سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ اُس معنے سے جو غیر کامل استقراء سے اب مراد لیجاتی ہے۔ یہ ماخوذ ہے تعداد کی تکمیل[1] یا عدم تکمیل سے جزئیات سے جن پر استقراء کی بنا ہے اور جس کی طرف اُس کے نتیجے کا حوالہ ہوتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ اگر کوئی تعمیم محض واقعات جزئیہ کے وضع کرنے پر مبنی ہو۔ بغیر اس کے کہ تحلیل اور طرح کے ذریعے سے کوئی ربط تعلیلی حیثیت کا قائم کیا جائے وضع جزئیات سے کامل تکمیل ہو سکتی ہے اگرچہ اِن صورتوں میں نتیجہ قضیۂ کلیہ کی حیثیت نرکھتا ہوگا۔ لیکن وہ توجیہ جس میں تصدیقات کلیہ پر ایک محدود تعداد جزئیات کی تحلیل ہے

---

[1] مقصود مصنف کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جزئیات کی تعداد جس کے بغیر استقراء ممکن نہیں ہے بلکہ جو تعداد کے لیئے ضروری ہے اُس تعداد سے اگر کم ہے تو استقراء ناقص ہے ورنہ کامل ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



استدلال کیا جاتا ہے اُس کا شمار پر اعتماد نہیں ہے اور یہ عمل اُس قسم کا نہیں ہے جو کامل تصفح[1] پر جاری ہوتا ہے۔ اگرچہ ایک صورت میں جمیع جزئیات وضع کیئے جاتے ہیں اور دوسری صورت میں نہیں کیئے جاتے لیکن اُن میں ایسا تقابل نہیں ہے کہ گویا ایک ہی قسم کے دو عمل ہیں اور صرف حیثیت کا تفاوت ہے۔ وہ دونوں عمل مختلف قسموں کے ہیں اور اُن میں زیادہ اساسی فرق ہیں نہ کہ محض شمار کامل اور غیر کامل کا فرق جو اُن کے جزئیات میں ہے۔ اگر ایک کو اس لیئے کامل کہا جائے کہ اُس میں تصفح کل جزئیات کا ہوا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس میں کامل تصفح کی ضرورت ہے اور چونکہ دوسری میں اس کی ضرورت نہیں ہے اس وجہ سے اُس کو غیر کامل کہنے سے غلط فہمی ہوتی ہے محض اس لیئے کہ اُس میں تصفح کامل کا استعمال نہیں ہوا ہے۔ جس سے عدم تکمیل کا نقص نتائج علم استقرائی میں عائد ہوتا ہے۔ یعنے وہ نتائج جو استقرائے ناقص سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ نقص پیدا ہوتا ہے جبکہ جزئیات مطلوبہ کی تکمیل ناقص ہو نہ اس لیئے کہ ہر جزئی کا شمار نہیں ہوسکا ہے اور یہ سمجھنا غلطی ہے کہ استقرائے تام (اگر یہ ممکن العمل ہو) گو کہ مسلم ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ وہ اُس نقص کو دور کردیگا جو عدم یقین تعمیم علمی کے باعث سے ہے۔ کیونکہ علوم میں تلاش ضرورت[2] اور کلیت کی ہے نہ عدم استثنا کی۔ بہرطور ہمارے موجودہ بحث اصول توضیح علمیہ کو استدلال میں یقین مطلق کی کمی سے زیادہ تعلق نہیں بہ نسبت خود واقعہ کے۔ اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ علوم کے اصول[3] اولیہ اکثر اس سے بہتر بنا پر مبنی نہیں ہیں کہ ان سے بہتر

---

[1] تصفح کامل شمار جمیع جزئیات سے مراد ہے ۱۲

[2] علم میں ایسے تصدیقات کی ضرورت ہے جن میں موضوع اور محمول کا تعلق ضروری ہو نہ کہ وہ تصدیقات جس میں ضرورت نسبت حکمیہ کی ثابت نہیں ہے صرف دوامی یا مطلق تعلق بلا استثنا کے ثابت ہے ۱۲ م

[3] یعنے بنا علوم کی ایسے مبادی پر ہے جن سے بہتر اور مبادی نہ مل سکے یہ کہ یہ مبادی درحقیقت ایسے ہیں کہ ان سے بہتر ہو نہیں سکتے ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اصول نہیں بتائے گئے جن سے واقعات کی توضیح اصول مسلمہ کے مثل بخوبی ہو سکے۔ اور یہ امر مثل اس قول کے نہیں ہے کہ اور اصول تجویز ہی نہیں ہو سکتے یعنے اگر ہم کو یقین ہو سکتا کہ اور کوئی چیز اس خوبی سے واقعات کی توضیح نہیں کر سکتی جیسے کہ وہ اصول جو ہماری توضیح کے موقوف علیہ ہیں تاہم اگر ہم کو معلوم نہو کہ کس وجہ سے یہ اصول ایسے ہیں جیسا کہ ہم اُن کو پاتے ہیں تو بھی کچھ باقی رہجاتا ہے جس کی توجیہ مطلوب ہے مگر موجود نہیں ہے ؛

پس مقتضائے عقل یہ ہے کہ توضیح علمیہ کے متعلق دو چیزوں کو ابتدا ہی سے پہچان لیں۔ (اولاً) یہ کہ توضیح اکثر ایسے اصول یا تصدیقات یا قوانین سے جاری ہوتی ہے جو نہ موجہ ہیں نہ بذات خود بدیہی ہیں بلکہ محض اس کامیابی کے اعتماد پر اختیار کر لیئے گئے ہیں کہ ہمارے واقعات تجربی کی ان سے توجیہ ہو جاتی ہے اور (ثانیاً) اور یہ اصول مطلقاً بلا معارض[2] ثابت نہیں ہیں جب تک کہ اور اصول جو مثل اُن کے واقعات کی توجیہ کر سکتے ہوں متصور ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ حماقت ہے کہ وجوہ مذکورہ سے ہم اصول علمیہ کو

---

[1] مقصود مصنف کا یہ ہے کہ جو اصول اختیار کیئے گئے ہیں وہ صرف اس بنا پر اختیار کیئے گئے ہیں کہ ان سے بہتر مل نہ سکے۔ اگر بالفرض اصول مختار کے باب میں یہ طے ہو جائے کہ صرف یہی اصول ہو سکتے ہیں لاغیر تو بھی اس بات کے ثبوت کی ضرورت باقی رہتی ہے کہ کیوں یہی اصول ضرورۃً ممکن ہیں جب تک یہ ثابت نہو کہ سوائے ان اصول کے اور کوئی ممکن ہی نہیں ہے اور قطعاً اور حتماً یہ اصول ضروری الثبوت ہیں اُس وقت تحقیق علمی کامل ہوتی ہے اور یہ منزل اکثر بہت دور رہجاتی ہے ہم بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ۱۲ م

[2] عربی مثل ہے از اجار الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آیا استدلال باطل ہو گیا مصنف کا مقصود یہ ہے کہ جب تک اور اصول کے دریافت یا موجود ہونے کا احتمال باقی ہے اُس وقت تک یہ اصول جو اختیار کر لیئے گئے ہیں ضرورۃً اور قطعاً ثابت نہیں ہیں ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کلیتہً بلا امتیاز ناقابل اعتماد سمجھنے لگیں۔ گو ان اصول میں وہ برہانی حیثیت نہو جس کو ہم پسند کرتے ہیں کہ ہونا چاہیئے اور منطق کا اپنے وظیفے کو ترک کرنا ہے اگر وہ علمی تحقیقات کی عظمت سے مرعوب ہو کے اس (خامی) کے اعلان کرنے سے ہچکچائے۔ لیکن میدان اُن کے ہاتھ ہے ہم اُن کو محض تحکمی سمجھنے کا حق نہیں رکھتے کہ اس میں کوئی کلام نہ ہو سکے لیکن ہم کو یہ کہنے کا حق ہے کہ جب تک وہ متزلزل نہو اُس وقت تک اُنکو صحیح ماننا چاہیئے ؛

لیکن یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ وہ غیر متزلزل نہیں ہیں کیونکہ اساسی مفہوم علم تجربی کے مابعد الطبیعی تنقید کی مقاومت کے قابل نہیں ہیں۔ مادے کے وجوہ کا استقلال[1]۔ ایک مستقل شئے دوسرے مستقل شئے پر تاثیر ایک طبیعی نظام عضوی کے عمل سے حالت شعوری کا پیدا ہونا یہ سب غیر معقول ہیں۔ اور یہ جائز رکھنا چاہیئے کہ استحضار حقیقت جو طبیعی علوم پیش کرتے ہیں وہ اخیری صدق نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر مشروطہ ماہیت ان استحضارات کے مابعد الطبیعی مقبولات کی ذہن نشین رہے (کیونکہ علوم تجربیہ درحقیقت مابعد الطبیعت کو عدم التفات سے مردود نہیں کرتے اگرچہ بعض اوقات مابعد الطبیعت سے تحقیر[2] کا اظہار کیا جاتا ہے) اس صورت میں ہم توضیحات کو جو علوم کی جانب سے پیش کیئے جاتے ہیں اُن کے حدود کے اندر قبول کر لیتے ہیں ؛

بہر طور اگر ہم کو وہ اصول قبول کرنا چاہیئے جو ہمارے تجربے کے واقعات کی بہترین توضیح کرتے ہیں پس ہمارے ذہن میں کوئی مفہوم عمدہ توضیح کا بطور

---

[1] استقلال یہاں استغنا کے معنے کے لیئے مستعمل ہوا ہے ۱۲ م

[2] واقعہ یہ ہے کہ علوم تجربیہ کے ماہر مابعد الطبیعت کو رد کرنے کی مجال نہیں رکھتے اور نہ قبول کرنے کو پسند کرتے ہیں سنگ آمد و سخت آمد کا معاملہ ہے رد و قبول دونوں میں اشکال ہیں۔ نفرت کرنے کی بھی وجہ ہے کہ اُن کے مساعی بلیغہ اس علم کے معیار پر ٹھیک نہیں اُترتے جو اُن کے تنقص کا باعث ہوتا ہے لیکن معقولیت کی وجہ سے عدم التفات بھی محال ہے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مقدمے کے موجود ہے۔ ضرور ہے کہ توضیح بذات خود مضبوط[1] اور محکم ہو۔ لیکن صرف اسی پر ہم قانع نہیں ہو سکتے۔ متعدد ضابطے ایسے ہیں جو حقیقۃً قوانین فطرت کی نظری تحقیقات میں ذاتی مضبوطی سے بڑھے ہوئے مزید اثباتی مثالیہ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں ان قواعد کی تاثیر علمی اذہان پر کچھ اس طور کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی مفہوم ذہنوں میں اس کا ہے کہ[2] عالم عقلی کو کیسا ہونا چاہیئے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی یقین پایا جاتا ہے کہ عالم عقلی موجود ہے۔ یہ محض تجربے سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ تجربے کی ترجمانی پر تصرف رکھتا ہے۔[3] ہم نے ملاحظہ کیا کہ استصحاب فطرت اسی قسم کا ایک ترقب[4] ہے مگر اس اعتبار سے وہ صرف تنہا نہیں ہے۔ عام مفہوم کہ جو شخص فطرت کے اسرار تلاش کرنا چاہتا ہے اُس کو چاہیئے کہ تجربے کے سامنے زانوی ادب تہ کر کے بیٹھے اور اُس کے ادنیٰ ترین اشارے کی متابعت[5] کرے۔ کہا گیا ہے۔ کہ یہ ایک

---

[1] مضبوط جن کے اجزا میں منافات نہ ہو اور متناسب ہوں ۱۲۔

[2] خلاصۂ بحث یہ ہے کہ آیا تجربے کے سوا کوئی اور ذریعۂ علم ہے یا نہیں ہے بعض حکما کے نزدیک 'عقل' ایک اور منبع علم ہے جو تجربہ اور حس سے بالاتر ہے۔ مصنف نے اس عقلی طریق کو اختیار کیا ہے ۱۲ م

[3] معقولات کی جانچ کے لیئے تجربہ کافی نہیں ہے بلکہ تجربے کی جانچ خود معقولات سے ہوتی ہے ۱۲ م

[4] ترقب کے معنے توقع یعنے جس طرح آج ایک علت سے معلول کا وقوع ہوا ویسی ہی علت سے آئندہ بھی ویسے ہی معلول کا وقوع ہوگا ۱۲۔

[5] رائب آرتیل بالفور کے خطبہ صدریہ مقام کیمبرج برٹش ایسوسی ایشن ۱۹۰۴ء سے یہ فقرہ لیا گیا ہے۔ وہ اپنے بیان کی تمثیل میں دو صورتوں کا حوالہ کرتے ہیں ایک یہ مضبوطی سے یقین کیا جاتا ہے کہ جملہ عناصر کیمیائی کا مبداء مشترک ایک ہی نکلے گا۔* مضبوطی سے انکار کیا جاتا ہے کہ جب درمیان میں فاصلہ حائل ہو تو موثر کی تاثیر نہیں پہنچ سکتی۔ اس میں شک ہے کہ آیا یہ انکار ایسا ہی جائز ہے جیسا کہ اُس اقرار کا یقین ضوابط زیر بحث سے ۱۲ م

* یعنے جملہ عناصر کیمیائی ایک ہی مادے سے پیدا ہوئے ہیں معقول اور مسلم ہے لیکن یہ کہ موثر اور محل تاثیر میں مکانی دوری ہو تو موثر کا اثر نہیں ہو سکتا یہ کسی ضابطۂ عقلی سے ثابت نہیں ہے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



حد تک صحیح ہے۔ تجربے کا معمولی اندازہ ممکن ہے کہ یہی ہو لیکن اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ مشاہدہ اور تجربے کی حیثیت مرشد کی نہیں تسلیم کیجاتی کہ مودبانہ اُس کی پیروی کیجائے بلکہ گواہوں کی حیثیت سے پیش ہوتے ہیں جو اکثر جرح میں ٹوٹ جاتے ہیں۔ اُس کا سادہ بیان نہیں مانا جاتا اور محقق جج توقف نہیں کرتا جب تک کہ پہلے سے تصور کیئے ہوئے خیال کے موافق اقبال نکرالے یہ اقبال بشرط امکان اُن کے خلاف مرضی شہادت سے بمشکل شکنجے کے بل سے اخذ کیا جاتا ہے۔ وہ پہلے سے تصور کیئے ہوئے خیالات کیا ہیں یہ ٹھیک ٹھیک کہنا مشکل ہے اور نہ اُن کے جواز کا مسئلہ آسان ہے اس موضوع بحث پر بہت بحث ہو چکی ہے فلسفے پر لکھنے والوں نے لائنز کے زمانے سے اقلاً اس پر بحث کی ہے شاید سب سے زیادہ فلسفی مذکور نے اُس کی جانب توجہ دلائی ہے۔ لیکن جو سب سے مشہور لوگوں میں ہے اُس کا زمانہ قدیم ہے اوکام کی چھری مشہور ہے۔

موجودات کی کثرت ضرورت سے تجاوز نہیں کرتی ایک ایسا مقولہ ہے جس کی طرف علم اکثر رجوع کرتا ہے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جس نظریئے میں اصول[1] اخیر بہت کم درکار ہوتے ہیں اُس کی صحت کا مظنہ غالب ہے۔ ظن غالب ہے کہ کیمیائی عناصر ایک مبدء مشترک سے نکلے ہوں یا یہ کہ قوانین جذب کہربائیہ روشنی گرمی سب کی ایک ہی بنیاد ہو۔ پھر ہمارے یقین کا میلان ہے کہ اخیری قوانین نہ صرف شمار میں کم ہیں بلکہ سادے (بسیط) ہیں۔ قانون جذب میں بیان کیا جاتا ہے کہ جذابہ درمیان ہر دو جسموں کے فاصلے کے مجذور سے نسبت عکسی رکھتا ہے۔ لیکن یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ جذابہ کو جسموں کے فاصلے سے جن میں اس قوت کا عمل ہے ایسی بسیط نسبت نہیں ہے فرض کرو کہ اختلاف عکس مجذور کی نسبت سے ایسا خفیف ہو کہ ہم مشاہدہ نکر سکتے ہوں مع رعایت

---

[1] اصول اخیرہ اصول جو موقوف علیہ ٹھیریں۔ ۱۲ م

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



احتمال خطا جس کا وقوع مشاہدے میں ممکن ہے ایسے کتر بسیط تناسب کے بارے میں واقعات کے اعتبار سے اسی قدر بحث ہو سکتی ہے جس حد تک اس نسبت کی سادگی کو نیوٹن نے قائم کیا تھا۔ لیکن بہت ہی کم لوگ سنجیدگی سے اس کی حقیقت کی طرف التفات کریں گے۔ یہ کہا جا سکتا ہے اور یہ سچ ہے کہ نہایت درست عملی وجوہ ہیں کہ یہ بسیط نسبت قبول کر لیجائے اور اُس کو اور ہر ایسی نسبت پر ترجیح دیجائے جس کی حقیقت کے بہتر وجوہ موجود نہیں ہیں۔ اس سبب سے کہ حسابی عمل میں اس سے بہت سہولت ہوتی ہے لیکن اس میں شک ہو سکتا ہے کہ آیا ہم اسی کو صرف مناسب مفروض تصور کرتے ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ ہم اسے غالباً[1] سچ سمجھیں اس لیئے کہ ایسی بسیط نسبت سے ہماری توضیح کا مقصد اعلیٰ کافی طور سے پورا ہوتا ہے ؛

جے۔ ایس مل کی تعریف[2] (حد) قوانین فطرت کی قبل اس کے نقل کیجا چکی ہے۔ سب سے کم تعداد میں اور سب سے زیادہ سادے مسلّمے جن کے تسلیم کرنے سے کل موجودہ نظام فطرت پیدا ہو سکے ؛

الفاظ اقل اور ابسط (سب سے زیادہ بسیط) میں شاید سب سے زیادہ اہم اور پہلے سے تصور کیئے ہوئے مثالیات شامل ہیں جو واقعات فطرت کی توضیح کے لیئے ہمارے پاس ہیں ؛

غیر ممکن ہے کہ توضیح کسی مقررہ ضابطے میں لائی جائے۔ جب سوائے حد اوسط کے اور کسی چیز کی حاجت نہو تا کہ ایک موضوع کا ایسے محمول کے ساتھ ربط دیا جائے جو تجربے سے اُس کی تخصیص کے لیئے دریافت

---

[1] یعنے اس کے مظنہ کو اوروں پر ترجیح دیں نہ کہ یقین کا مرتبہ سمجھیں ۱۲ م

[2] مل کی تعریف میں گویا دو لفظیں ہیں اقل اور ابسط اقل تعداد میں کم سے کم ابسط سب سے زیادہ سادے۔ تعداد کی کمی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن بسیط اور ابسط کا مفہوم سمجھ میں نہیں آسکتا جب تک کافی توضیح نہو ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہوا ہے۔ ایسی توضیح قیاس کی صورت میں پڑے گی۔ لیکن مقابلتہً چند ہی توضیحات صرف ایک قیاس کی صورت میں بیان ہو سکتے ہیں۔ جہاں کہیں چند اصول کے کسی نتیجے کا سراغ خاص حالات کی ترکیب میں پایا جائے جو صورت اکثر ہوا کرتی ہے ایسے نتیجے کی عقلی ترکیب[1] ہرگز بذریعہ قیاس کے نہیں بیان کیجا سکتی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کسی جزئی واقعے کی توضیح میں اور کسی عام اصول کی توضیح میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ دوسری صورت میں زیادہ تجرید عمل میں آتی ہے۔ ہم ایسی چیز کی توضیح کرتے ہیں جس کی اکثر مثالیں واقعات میں ہمیشہ ہوا کرتی ہیں جسکو عقلاً مختلف اور غیر متعلق تفصیل سے جدا کیا ہے پہلی صورت میں کسی نہ کسی قدر تجرید ضرور ہوئی ہوگی لیکن جس واقعے کو ہم نے سب سے علٰحدہ کیا ہے اُس کے ساتھ کچھ تفصیلیں موجود ہیں جس کی وجہ سے یہ نرالا خیال کیا جاتا ہے ایک کحال (بصارت کا معالج) اس عام واقعے کی توضیح کے لیئے کہ کوتاہ نظر کے اشخاص کی جب عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو وہ زیادہ دور سے دیکھنے لگتے ہیں یہ ثابت کرے کہ صفائی بصارت کی اس پر موقوف ہے کہ تمام شعاعیں جو متعدد نقاط سے آنکھ کی طرف آتی ہیں اُن کو ٹھیک شبکیہ کی سطح پر فوکس میں لانا ہوتا ہے۔ کوتاہ نظر کے لوگوں میں عدسیہ بصر کی استدارۃ زیادہ ہے اور اس وجہ سے اشیاء کو قریب تر ہونا چاہیئے بہ نسبت اُس کے جتنا معتدل حالت میں مطلوب ہے تاکہ شعاعیں جو تمام نقاط اشیاء سے چلتی ہیں اُن کا فوکس عین شبکیہ پر واقع ہو نہ اُس کے آگے لیکن استدارۃ عدسیہ کی بذریعہ بعض عضلات کے قائم رہتی ہے جو عمر کے زیادہ ہونے سے مسترخی (ڈھیلے پڑ جاتے ہیں) ہو جاتے ہیں لہذا جس قدر عمر کے سال زیادہ ہوتے جاتے ہیں جلی ابصار اشیاء کا زیادہ تر فاصلے سے ممکن ہوتا جاتا ہے۔ اگر اُس (کحال) معالج چشم سے

---

[1] متن میں لفظ تعمیر ہے اُردو کے محاورے حکمی کے خلاف سمجھ کے تالیف ترجمہ کیا گیا۔ ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کوئی عجیب خصوصیت کسی مریض کی بصارت کی توضیح طلب کیجائے۔ تو یہ کام بھی اُسی قسم کا ہوگا۔ لیکن جن واقعات پر نظر کرنا ہوگی اُن میں سے بعض اس صورت سے مخصوص ہوں گے اور اگرچہ اُن کے نتائج کا سراغ بھی عام اصول سے لگانا ہوگا لیکن اُن کی خاص ترکیب سے یہ پیچدار نتیجہ منفرد (نرالا) ہو جائیگا۔ کچھ ضرور نہیں ہے کہ نرالا ہو کیونکہ ایسی ہی ترکیب کا مکرر واقع ہونا ممکن ہے لیکن صرف اس لیئے کہ طبّی تجربات میں یہ واقعہ نرالا ہے[1]

تاریخی توضیح اکثر یہ ایسے امور سے متعلق ہوتی ہے جو اس معنے سے منفرد ہیں تاریخ میں ایسے تعمیمات ہیں جن کی توضیح بھی ممکن ہے لیکن انسانی معاملات ایسے پیچیدہ ہیں اور ہماری غرض اُنسے اسقدر تفصیل تک وسیع ہوتی ہے کہ منفردہ کے لیئے ایک خاص حصہ توجہ کا اُس کی تحقیقات میں صرف ہوتا ہے۔ اور اس کام کا جزو اعظم یہ ہے کہ واقعات کو قابل فہم بنانے کے لیئے اُن کا سراغ تدریجی تکمیل سے لگایا جائے۔

کیونکہ ایک خاص آئین یا سانحہ جب ہم دفعتہً اُس سے دوچار ہوں ممکن ہے کہ ہم کو تعجب میں ڈال دے: درحالیکہ اگر ہم کو گذشتہ پر اطلاع ہو تو ہم یہ دیکھیں گے کہ اس کا وجود یا وقوع اور واقعات سے اُسی گروہ کے یا اُسی زمانے کے مقبولہ اصول سے مربوط ہے۔ مثلاً آئین اولاد اکبر جس کی بنا پر اراضی کی ملکیت بڑے بیٹے کو پہنچتی ہے ایک خاص آئین ہے جو حسب رائے سر ہنری مین نہ یونانیوں کو معلوم تھا نہ رومیوں کو اور ظاہراً تمام شامی دنیا بھی اس سے ناواقف تھی نہ ٹیوٹانی نسلیں جب وہ یورپ کے مغرب میں پھیلیں ایک معمولی قاعدۂ وراثت کی حیثیت سے

---

[1] مقصود یہ ہے کہ ایسے واقعات ہمارے پہلے پہل معلوم کرنے کے اعتبار سے منفرد ہوتے ہیں نہ کہ نفس الامر میں مثلاً ہم کوئی نیا جانور یا درخت ایسا دیکھیں جو پہلے نہ دیکھا تھا بس ہمارے لیئے وہ جدید ہے فطرت میں جدید نہیں ہے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اپنے ساتھ لائیں تو پھر یہ کہاں سے اولاً پیدا ہوا؟ کیونکہ ایسے آئین اتفاقی نہیں ہوا کرتے ہیں کی توجیہ اس کے متعلق یہ ہے کہ قبائل کی سرداری کے انحطاط سے اس کی پیدائش ہے۔ سرداری بعینہٖ وہی شئے نہیں ہے جو ملکیت اراضی ہے۔ لیکن منجملہ قبائل کی اراضی غالبہ کے بعض قطعات مخصوص جاگیر صرف خاص کی ہوا کرتی تھی۔ جب تک زمانہ جنگ وجدال کا رہا سرداری کے لیئے ضروری نہ تھا کہ وہ سردار متوفی کے بڑے لڑکے کو ملے۔ لیکن جہاں کہیں کسی درجے کا اندرونی امن ایک معتدبہ زمانے تک قائم رہا وہاں معاشرت کا ڈھنگ تقریباً زمانۂ متاخر کی ممتاز رویّے سے پڑتا گیا جہاں فوجی اور ملکی آئین بادشاہ کے مرکزی اقتدار کے گرد مجتمع ہوتے گئے سپاہداری قابلیت کی قیمت ضعیف سرداروں میں گھٹتی گئی اور چھوٹی برادریوں میں نجابت کی تعظیم بلامزاحمت کارفرما رہی۔ اس تعظیم کا موضوع وہ شخص ہے جس میں گذشتہ فرمانروا کا خون بخط مستقیم داخل ہے اس وجہ سے بڑا بیٹا اگرچہ نابالغ ہو توریث کے قاعدے سے اپنے چچا پر ترجیح دیا جاتا ہے اور اگر اولاد نرینہ نہ ہو تو وراثت عورت کو بھی پہنچ سکتی ہے۔ اس کی نشانیاں کچھ کم نہیں ہیں کہ خیالات کا انقلاب بتدریج ہوا ہے مین کا خیال ہے کہ رسم کا تعین اڈورڈ اول کے فیصلے سے ہوا اس مخاصمت میں جو مابین بروس اور بیلیل کے تھی اس واقعہ کو تنازع کی شہرت نے قدیم نظیر ہونے کی قوت بخشی۔ قاعدہ اولاد اکبر کو مالکانہ سیر سے کل جائداد جاگیردار تک وسعت دیگئی اگرچہ مکسوبہ ہی کیوں نہو اور بالآخر تمام یورپ کے امتیازی طبقوں میں جہاں جاگیرداری کا رواج عام تھا یہی دستور جاری ہوگیا۔ اسی قسم کی ایک صورت میں واقعات گذشتہ کے علم سے ہم کو یہ معلوم ہوا کہ ایک جدید رسم ماہیت انسانی کے اصول معلومہ کی موافقت سے کس طرح پیدا ہوجاتا ہے۔ بعض اقتضا اس کے موجود ہیں اولاد اکبر کو کہ سرداری کا پہنچنا جائز رکھا جائے اور اس کے دواعی بھی ہیں کہ اقربا میں جو سب سے قوی تر ہو اُس کو عطا کیجائے جبکہ دوسرے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri


تبدیل حالات کی وجہ سے ضعیف ہو جائیں تو مظنہ ہے کہ اول کو غلبہ ہو۔ تقدم کا اثر انسانی ذہن پر ایک مالوف طبع اصل ہے۔ اگرچہ اس کا ثبوت غیر ممکن ہے کہ ایسی صورتوں میں اس کے سوا اور کچھ واقع نہ ہو سکتا تھا (مثلاً اڈورڈ اول اس کے خلاف فیصلہ کرتا) لیکن جو کچھ واقع ہوا اس کی نسبت یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ حالات سابقہ سے اصول مقبولہ کے موافق یہ نتیجہ برآمد ہوا۔

علم طبقات الارض اور علم الحیوٰۃ ایسے علوم میں اکثر عام مسائل ارتقائے تدریجی کے حل کرنے کا قصد کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان علوم میں بھی کوئی خاص واقعہ جو بظاہر نظریئے کے خلاف ہو اور اس وجہ سے تفصیلی تاریخی تحقیق کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لیکن توضیح بلورہ دار چٹانوں کے وقوع کی جو عموماً پائے جاتے ہیں منطقی حیثیت سے کچھ اختلاف نہ رکھتی اس توضیح سے جبکہ ایسا ہوتا کہ ایک ہی مقام پر صرف ایسا واقعہ ہوتا[1]۔ اور اگر ہم انواع کی مقامی اور وقتی مناسبت کی توجیہ کا قصد کرتے جو کہ مسٹر اے۔ آر۔ والس کے اصول سے اس طرح ظاہر ہوتی ہے ہر نوع مکان اور زمان دونوں میں مطابق پہلی موجود اور قریباً ہم جنس نوع سے پیدا ہوئی ہے۔ کہ ہم دوسرے طور سے نہ عمل کرتے اگر ایک مخصوص تاریخی صنف انواع کے مناسبات کی توجیہ مقصود ہوتی۔

اور علوم مثل اقتصاد مدنی یا علم حرکت مطلق جن میں کسی تاریخی تکمیل تدریجی کے سراغ لگانے سے تعلق نہیں ہے تاہم وہ قوانین جن کا ظہور متعاقب حوادث میں ہوا ہے اُن کی توضیح کرنا ہے۔ یہاں بھی لب لباب توضیح کا یہ ہو سکتا ہے کہ ثابت کیا جائے کہ ایک تغیر سے دوسرے تغیر کا تعین کیونکر ہوتا ہے اور جو واقعات اس طرح نئے پیدا ہوئے اُن سے تیسرے تغیر کا تعین کیونکر ہوتا ہے وقس علے ہذا۔ وہ قوانین جن کی طرف رجوع

---

[1] یعنی اگر ایک ہی مقام پر بلورے پائے جاتے ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کرتا ہے ممکن ہے کہ مختلف ہوں اور اُن کی موالات کی ترضیح ایک منزل کے دوسرے منزل[1] میں مستحیل ہونے سے ہوتی ہو جن میں سے ہر ایک منزل ایک عام اصل کی مظہر ہے جبکہ خاص حالات جن میں یہ اصل ظاہر ہوئی ہے ایک موقعہ دوسرے مزید تغیر کا پیدا کرتی ہے جو دوسری کی مثال بجاتی ہے۔ ایسی صورتیں ہیں جہاں زمانے کا عنصر اہم واقعات سے ایک ہے بہت سے اثر فضا میں وقوع اشیاء کی ترتیب پر موقوف ہیں اور مکانی ترتیب موقوف ہے زمانی شرائط پر۔ اکثر لشکر کشیوں کی قسمت کا فیصلہ اُس عجلت پر موقوف ہوتا ہے جس سے فوج حرکت کر کے میدان کارزار میں کسی نہایت ہی سخت وقت پر لائی جا سکے۔ فوجیں اُسی اصول سے جنگ کریں اور جرأت بھی اُسی مقدار سے ہو جمیع اوقات میں لیکن نتیجے کا تعین اُن کا کسی وقت معینہ میں اُس مقام پر موجود ہونے سے ہوگا۔ کسی کل کا کام کرنا بیکار ہوگا اگر کسی وجہ سے کسی پرزے کی حرکت میں جو اور متحرک پرزوں سے جڑا ہوا ہے تاخیر یا تعجیل واقع ہوی۔ اور بعینہٖ یہی حیوان کی معقول منظم حرکات کی نسبت بھی درست ہے۔ پہاڑوں کے اجزا میں تفرق اتصال بہت کچھ بارش کے بعد یخ کے پڑنے سے ہوتا ہے اگر یخ کے صرف بعد ہی بارش ہو تو اس کا وقوع اُسی طور سے نہ ہوگا۔ پروفیسر مارشل نے اپنی کتاب اصول اقتصاد میں تنبیہ کی ہے کہ وقت کا عنصر قوانین اقتصادی کے عمل میں بہت اہمیت رکھتا ہے:۔

اکثر نتائج ایسے ہیں جن کی توجیہ چند اصول کے وقت واحد میں عمل کرنے سے ہو سکتی ہے: بلکہ۔ کیونکہ اصول اگر سختی کے ساتھ مفہوم کی پابندی کیجائے تو عمل کرنے والے نہیں کہے جا سکتے۔ چند علتوں کے ایک ہی وقت میں کام کرنے کے ذریعے سے ہوتا ہے

---

[1] ظاہر ہے کہ جب ایک منزل کا فساد ہو جائیگا تو اُس سے دوسری منزل کی تکوین ہوگی۔ استحالہ کے معنے ایک حال سے دوسرے حال میں ہو جانا ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جن میں سے ہر ایک اپنی اصل کے موافق عمل کرتا ہے۔ اگر کوئی گولا پھینکا جائے تو اُس کے رہ گذار کا تعین ہر آن میں اُسی کی خاص حرکت زمین کی کشش اور ہوا کی مقاومت پر موقوف ہے۔ یہ سچ ہے کہ یہ قوتیں ہر آن میں ایک جدید سمت اور بہت (قدر رفتار) اُس گولے میں پیدا کرتی ہیں اور یہ دونوں (سمت و بہت) اُس کے بعد معاً جو تغیر حادث ہوتا ہے اُس کا اساس بنجاتی ہیں اور ان تغیرات متوالی کی تسلسل کی پیروی سے اُس مرمیہ گولے کا راستہ دریافت ہوتا ہے۔ جس کا دریافت کرنا صرف (علم جزئیات) کے ضابطے سے ممکن ہے۔ ملاحظہ ہر حد (رقم) کا جو سلسلۂ تغیرات میں ایک ہی وقت کام کرنے والی علتوں کا محصل ہے اُس تواتر کے ملاحظے سے جس میں ایک محصل اس سلسلے کا ایک اور محصل پر موقوف ہے۔ اپنے اپنے مخصوص قانون کی متابعت سے ایک ساتھ عمل کرنے کے ثبوت پر منحصر ہے۔ اور توضیح اکثر مسائل کی مختلف علتوں بخلاف اُس صورت کے جو ابھی زیر غور تھی جہاں ایک علت ایک معلول پیدا کر سکتی ہے اُن شرائط کے ذریعے سے جو اُس کی پیدائش سے مطابقت رکھتے ہیں اس کے بعد ایک اور معلول پیدا کرتی ہے ایک مختلف قانون کی متابعت سے بیرومیٹر کی نلی میں پارے کا اُتار چڑھاؤ ایسے قوانین کی متابعت سے قائم رہتا ہے جو سب کے سب ایک ساتھ ملکے کام کرتے ہیں نہ کہ پہلے ایک اور پھر دوسرا ہوائے محیط ہمیشہ دباؤ ڈالتی رہتی ہے اور پارے پر یہ دباؤ اُس کی سیالیت کی وجہ سے ہمیشہ پڑتا رہتا ہے۔ علم اقتصاد کے ماہرین میں گریشم کا قانون مشہور و معروف ہے کہ خراب سکہ اچھے سکوں کو نکال باہر کرتا ہے یعنے اگر کسی ملک میں سکہ رواجی یکساں صفات کا نہو تو اچھا سکہ ہمیشہ ملک سے باہر نکل جاتا ہے اور بُرا پیچھے رہجاتا ہے۔ اچھے سے مراد ہے جس کی ذاتی قیمت کا تناسب اُس کی اسمی (رسمی) قیمت سے بڑھا ہوا ہو ایک ساورن (سکہ طلا انگریزی) جس میں مناسب مقدار وزن عمدہ سونے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کی ہو اُس سے اچھا ہے جس میں کم مقدار وزن سے خالص سونا ہو
وقس علے ہذا۔ اس قانون کی توضیح بہت سہل ہے۔ گورنمنٹ خراب سکّے کو
قرضوں کی ادائی کے لیئے اپنے ملک میں رواج دے سکتی ہے لیکن وہ غیر
ملکوں کے رہنے والوں کو اُس کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی
اسی لیئے بیرونی قرضوں کی ادائی کے لیئے اچھا سکّہ زیادہ قیمت رکھتا
ہے بہ نسبت بُرے سکّے کے لیکن اندرونی یا ملکی قرضوں کی ادائی کے
لیئے اچھا سکہ ویسا ہی ہے جیسا بُرا سکہ لہٰذا مال کو باہر بھیجنا اور بُرے
سکوں کو ملکی اغراض کے لیئے رکھ لینا زیادہ نافع ہے۔ بنی نوع انسان میں
دولت کی ہوس کے دواعی زیادہ قوت رکھتے ہیں۔ اور جس کام میں زیادہ
نفع ہو اُسی کی طرف طبیعت راغب ہوتی ہے وہی کام کیا جاتا ہے کسی
چیز کا انحصار یہاں ایک ترتیب کی تحلیل پر نہیں ہے کہ جس سے ایسے
درجات جدا جدا ہو جائیں کہ درجے سے مختلف قوانین آشکارا ہوں عام قوانین
سے فرعی قانون کا نکلنا ثابت کیا گیا ہے یہ خاص اجتماع حالات کے
تابع ہے جس کا بیان اس قول سے کیا گیا ہے کہ ایک ملک میں دائر (یعنی رواجی)
واسطہ مبادلہ یکساں صفت کا نہیں ہے مگر یہ عام قوانین ایک وقت
ظاہر ہوتے ہیں نہ کہ ایک کے بعد دوسرا۔ حکومت کسی گورنمنٹ کی اُسی
کی رعایا تک وسعت رکھتی ہے اور یہ کہ جملہ انسان دولت کے خواہش مند
ہیں یہ (دونوں) اصول گرشیم کے قانون سے زیادہ عام ہیں اور دونوں
سکّے پر جاری ہو سکتے ہیں۔ جو ایک ہی وقت میں سکّہ رائج الوقت بھی ہے
(یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر گورنمنٹ کی قوت جاری ہو سکتی ہے) اور
اس حیثیت سے کہ وہ تبادلے کا واسطہ ہے دولت کا مساوی بھی ہے ؛

کوئی منطقی اہمیت اس امتیاز سے تعلق نہیں رکھتی جو اُن توضیحات
میں ہے جن سے ایک پیچیدہ قانون ایسے سادے قوانین سے استخراج
کیا گیا ہو۔ قوانین ایک ساتھ ظہور پذیر ہوتے ہوں اور ایسے سادے قوانین سے

---

[1] یہاں دو صورتیں بیان کی گئی ہیں ایک وہ سادہ قوانین جن کا ظہور ایک ہی وقت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



استخراج کیا گیا ہو جن کا ظہور ایک دوسرے کے بعد ہوتا ہے اکثر توضیحات میں دونوں صورتیں شامل ہیں لیکن ایک فرق اہم اِن دونوں سے ہر ایک میں اور توضیح کی اُس صورت میں ہے جس میں یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ قوانین جو ابتک جداگانہ سمجھے گئے تھے وہ حقیقتہً اور بعینہ ایک ہی ہیں۔ نیوٹن نے ثابت کیا کہ یہ واقعہ معروف ہے کہ بھاری جسم زمین پر گرتے ہیں اور ویسا ہی معروف واقعہ ہے کہ سیّارے اپنے مدارات میں قائم رہتے ہیں درحقیقت ایک ہی اصل کی مثالیں ہیں۔ یعنے عام قانون جذب۔ اسی طرح کا ایک امر واقع ہوتا ہے جبکہ رومانیسن انتخاب طبیعی اور انتخاب جنسی (تذکیر وتانیث) اور انتخاب عضوی اور جغرافی علیحدگی کو تفرید کے عام مفہوم کی صورتوں کے تحت میں لاتا ہے۔ جس سے آزادانہ باہمی ازدواج مابین جمیع ارکان ایک ہی نوع کے رُک جاتا ہے۔ اس قسم کی صورتوں میں فرعی قانون چند عام قوانین سے جن کا ظہور کسی خاص قسم کے پیچیدہ حالات میں معاً ایک بار یا پے در پے نہیں ہوتا استخراج نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ ایک ہی اعم قانوں کا ظہور مختلف حالات میں ثابت کیا گیا ہے بعینہ وہی جس کا ایک ہونا ابتک پوشیدہ رہا۔ اس عمل کو بعض اوقات عموم اسناد کہتے ہیں۔ یعنے چند تصورات کو ایک تصور کے حکم میں لانا جدا جدا مثالوں کی صورت سے یا موضوعات کی صورت سے جن پر وہ تصور بالاشتراک محمول ہو سکتا ہے لیکن اس صورت میں بھی یہ ظاہر ہے کہ عمل قوانین کے جداگانہ خصوصیات کی سراغ رسانی کی جن کی توضیح کی گئی ہے یا جن کا اسناد حالات کی مخصوص صورت پر ہوا ہے جن میں وہی عام ظاہر ہوئی ہے اُسی قسم کی ہے اس میں بھی وہی اصل عام ہے جس کا وقوع

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) ہوتا ہے دوسرے وہ سادے قوانین جن کا ظہور ایک دوسرے کے بعد ہوتا ہو۔ پہلی صورت معیت ہے اور دوسری صورت تعاقب دونوں سے فرعی قانون اخذ کیے جاتے ہیں۔ مصنف نے کہا ہے کہ اُنکی توضیحات میں کوئی اہم منطقی فرق نہیں ہے ۱۲ام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



توضیح کی اور صورتوں میں ہوتا ہے۔ صرف چند قوانین کے نتائج کی ترکیب موجود نہیں ہے ز

توضیح۔ جیساکہ افتتاح باب ہذا میں کہا گیا قیاسی ہے۔ قیاسی یعنے باعتبار اُس استدلال کے جو اُس میں شامل ہے۔ تاہم اُس کو قیاسی نسبت استقراء کے عمل سے ہے اور اس امر پر غور کرنا اس باب کے باقی حصے کا موضوع بحث ہے۔ توضیح کی ابتدا (جیسے ہم دیکھ چکے ہیں) ایسے اصول سے ہوتی ہے جو معلوم ہیں یا جن کا معلوم ہونا مفروض ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس مواد کی توضیح کرنا ہے وہ اُن اصول سے بطور نتیجے کے نکلتا ہے۔ لیکن یہ واضح ہے کہ استدلال جس سے وہ نتائج اصول سے استخراج کیئے جاتے ہیں اُس استدلال پر اُن وجوہ کی ماہیت کا کوئی اثر نہیں پڑتا جن وجوہ سے ہم نے اُنھیں سچا مان لیا ہے اگر وہ مفروضات سے زیادہ کچھ نہ ہوتے تو بھی ہم اُن سے ان نتائج پر حجت لاتے اس طرح سے کہ گویا وہ بلاشک یقینی ہیں۔ ٹھیک اُسی طرح جیسے کہ ہم سچے اور جھوٹے مقدمات دونوں سے قیاس بناتے ہیں۔ یہی حال دوسرے قسم کے استدلال[1] کا بھی ہے۔ مزید برآں یہ بھی بیان کر دیا گیا تھا کہ ہمارے اصول علمیہ سے اکثر صرف اس لیئے قبول کر لیئے گئے ہیں کہ اُن سے ہمارے تجربے کے واقعات کی بہتر توضیح ہو سکتی ہے۔ بہ نسبت اور کسی اصول کے جن کو ہم بجائے اُن کے تصور کر سکتے ہیں پس وہ اصول مفروضات ہیں یا ابتدا میں تھے جن کو ہم نے واقعات کی توضیح کے لیئے استعمال کیا ہے۔ اور چونکہ اُن سے واقعات کی توضیح میں نسبتہً کامیابی ہونے سے وہ ثابت ہوئے ہیں۔ ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ وہ کیوں سچ ہیں لیکن ہم صرف یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ہم نے

---

[1] معلوم ہو چکا کہ طریق استدلال محض صوری ہے اُس پر مواد کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مواد خواہ اب ج علامتیں ہوں خواہ سچے واقعات ہوں خواہ جھوٹے استدلال کی صورت بعینہٖ وہی ہوگی ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کیوں اُن کا صحیح ہونا یقین[1] کیا ہے۔ استقرائی طریقہ بذریعہ اُن واقعات کے جن کی وہ توضیح کرتے ہیں اور اُن کے حریف مفروضات کی ناکامیابی سے اُن کا ثبوت ہوا ہے کہ واقعات کی توضیح اُنھی سے ہوتی ہے؛

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام قیاسی استدلال جو کسی توضیح میں داخل ہے وہ استقرائی ثبوت میں اس مفروض کے داخل ہے جو اس طرح ثابت ہوا ہے کہ واقعات کی توضیح کرتا ہے اور صرف وہی[2] ایک ہے جس سے توضیح ہو سکتی ہے۔ اور بہت سے توضیحات پیش کیئے جاتے ہیں جن کا رجوع نہ صرف اُن اصول کی طرف ہے جو معلوم ہو چکے ہیں بلکہ اُن کا مسلمہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ ایک یا زیادہ اصول کو جو کام میں لائے گئے ہیں ثابت کریں۔ لہذا توضیح استقراء کا ایک آلہ متصور ہوتا ہے اور اسی لیئے جے۔ ایس مل نے اسی کو قیاسی طریقۂ استقراء کہا ہے۔ اور جو علمی اہمیت اُس نے اس طریقے سے منسوب کی ہے وہ بجا اور درست ہے؛

نیوٹن کے نظریۂ جذب سے بہتر اس عمل کی کوئی مثال نہیں دیجا سکتی سر اسحاق نیوٹن نے ثابت کیا کہ حرکات افلاک کی توضیح دو اصلوں یا قانون سے ہو سکتی ہے۔ قانون اول حرکت اور قانون جذب کلی۔ پہلے قانون سے یہ مراد ہے کہ ہر جسم اپنی حالت سکون یا حرکت متشابہ مستقیم کو قائم رکھتا ہے۔

---

[1] یعنے اُن کا صدق بذاتہ ثابت نہیں ہے مگر چونکہ واقعات کی توضیح اُن سے ہوتی ہے لہذا اُن کا صدق تسلیم کر لیا ہے ۱۲ م

[2] میں نے یہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں کیونکہ اس بات کا یقین کرنا ضروری ہے کہ کسی مفروض کا حقیقی ثبوت صرف اسی سے ہوتا کہ اُس سے واقعات کی توضیح ہوتی ہے بلکہ اکثر مفروضات احتمالاً قبول کر لیئے جاتے ہیں جن کا ثبوت نہیں ہوتا اس بنا پر کہ اُن سے واقعات کی توضیح ہو سکے اور بغیر عمل میں لانے اس طریق کے جو اکثر صورتوں میں قابل عمل نہیں ہوتا کہ کسی دوسرے مفروض سے ایسی ہی کما حقہ توضیح نہیں ہو سکتی ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جب تک کہ دوسرا جسم قاسر نہو۔ اور دوسرے قانون کی بنا پر ہر ذرہ مادے کا ہر دوسرے ذرے مادے کو کھینچتا ہے ایسی قوت سے جو مستوی تناسب رکھتی ہے جسامت سے اور عکسی تناسب رکھتی ہے فاصلے کے مربع سے۔ پہلے قانون کو گلیلیو نے ثابت کیا تھا اور نیوٹن نے اُس کو تسلیم کرلیا۔ لیکن دوسرے قانون کو نیوٹن نے پہلے پہل اُس کو توضیح میں استعمال کرکے ثابت کیا ہے

وہ نظریہ جو بطلیموس کے نام سے مشہور ہے اگرچہ اُس سے بہت قدیم زمانے کا ہے اُس میں خیال کیا گیا تھا سورج چاند اور ستارے زمین کے گرد حرکت کرتے ہیں اور ابتدا میں یہ مانا گیا تھا کہ اجرام سماوی دائروں میں حرکت کرتے ہیں اور زمین اُن کا مرکز ہے۔ قوانین حرکت اُس وقت تک دریافت نہیں ہوئے تھے اُن کی مستدیر حرکت میں کوئی مشکل نہیں پائی گئی تھی بے شک ارسطاطالیس نے یہہ خیال کیا تھا کہ حرکت اجرام سماوی کے اُس جوہر پر بالطبع موقوف ہے۔ جس جوہر سے اجرام سماوی بنے ہوئے ہیں کہ اُن کی حرکت مستدیر ہی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دائرہ کامل شکل ہے لہذا دائرے میں حرکت کرنا کامل حرکت ہے کامل حرکت کا تعلق کامل جسم سے طبعاً ہونا چاہیئے۔ اور وہ جوہر جس سے افلاک بنے ہوئے ہیں (پانچواں جوہر ہے جو جواہر اربع بسیط خاک ہوا آگ اور پانی سے جداگانہ ہے۔ جو کرۂ زمین کی ترکیب[1] میں پائے گئے ہیں) کامل ہے۔ مشکل صرف اُس وقت

---

[1] ارسطاطالیس کے نزدیک ہر جسم اگر اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ ایک طبعی حرکت رکھتا ہے۔ جو کہ اُس کی ذاتی ماہیئت پر موقوف ہے افلاک کی حرکت مرکز کے گرد ہوتی ہے۔ زمین اور پانی کی حرکت ایک مرکز کی جانب ہے۔ ہوا اور آگ کی حرکت مرکز کی جانب سے ہے۔ مرکز اس کا اس کرہ کا مرکز ہے اور اُس کی رائے کے موافق عالم طبعی کا مرکز یہی کرہ ہے۔ یہ ضرور نہیں ہے کہ اجسام اپنی ہی حرکت پر چھوڑ دیئے جائیں۔ مثلاً ایک پتھر کو آسمان کی جانب پھینک سکتے ہیں لیکن اس صورت میں اُنکی حرکت طبعی نہو گی۔ بلکہ قسری ہو گی ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



پیدا ہوئی جب یہ معلوم ہوا کہ سوائے ثوابت کے اور سب اجرام سماوی کے مدارات کامل دائرے نہیں ہیں اس مشکل کا مقابلہ تداویر کے مفروض سے کیا گیا جس کا حوالہ اس کے پہلے کسی باب میں دیا جا چکا ہے۔ جب کوپرنیکس کا مفروض بطلیموس کے مفروض کی جگہ پر قائم ہوا۔ اگرچہ اس صورت میں ایک جدید نقشہ آسمانی کے بنانے کی ضرورت ہوئی لیکن جدید (دینامیکی) علم حرکت کے اصول شامل کرنے کی کچھ ایسی ضرورت نہیں ہوئی۔ بہرکیف کپلر کی یہہ دریافت کہ سیاروں کے مدارات بیضوی ہیں قدیم نظریہ تدویر کے لیئے ضرب شدید تھے جو اس زمانے تک بہت پیچ در پیچ ہو گئی تھی تاکہ واقعات مرصودہ کے ساتھ اُس کی توفیق کیجائے۔ لیکن حرکت کا پہلا قانون جب دل نشین ہو گیا تو یہ امر بدیہی تھا کہ اگر سیارہ بحال خود چھوڑ دیا جائے تو وہ دائرے پر حرکت کرتا ہوا اپنے اگلے مقام پر نہ آجائیگا جو کہ ارسطاطالیس نے تجویز کیا تھا کہ طبیعی ہے اور جو کہ کم و بیش تقریب سے یہ واقعی حرکت کیا کرتا ہے بلکہ متشابہ حرکت سے خط مستقیم میں ہمیشہ حرکت کرتا رہیگا دائرے پر حرکت کے لیئے گو وہ حرکت کیسی ہی متشابہ کیوں نہو ہر آن میں تبدیل سمت کی ضرورت ہے اس کے لیئے ایک دینامیکی دلیل چاہیئے تھی۔ اور چونکہ سیارات ہمیشہ سورج کی طرف اپنی سمت کو بدلتے رہتے ہیں پس ایک قوت درکار تھی جو سورج کی جانب سے یا سورج کی سمت میں عمل کرتی ہے۔

نیوٹن کے دریافت کی عظمت اس تصور پر موقوف نہیں ہے کہ مداری حرکت سیارات کی دو قوتوں کا محصل ہے۔ قوت دافعہ جس کو کہتے ہیں اگر اپنی حالت پر چھوڑ دی جائے تو وہ سیارات کو دایماً ایک معین رفتار سے ایک خط مستقیم پر لیجائیگی۔ اور مرکزی قوت اگر اپنی حالت پر چھوڑ دیجائے تو وہ اُن کو سورج کے نزدیک لیجائیگی۔ قوسی حرکت کی تحلیل مستقیم حرکت میں نیوٹن سے پہلے بھی ہو چکی تھی اور قوت جاذبہ کے مفروض کا بھی اٹکل سے تک لگایا جا چکا تھا یہ بھی اشارہ کیا گیا تھا کہ ایسی قوت کا تغیر مسافت کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مربع سے عکسی تناسب رکھتا ہوگا۔ اور وہ رقبہ جس پر یہ قوت پھیلی ہوئی ہے اسی سطح میں ہے جو مرکز آفتاب میں سے گذرتی ہے مستوی تناسب رکھتی ہے مسافت کے مربع سے قوت کی مقدار جس قدر رقبہ بڑھتا ہے گھٹتی جاتی ہے۔ نہ نیوٹن نے حرکات سیارات کے واقعات دریافت کیئے تھے جو اس مسئلے کے حل کرنے میں کچھ کم یا آسان اعانت نہیں ہے۔ لیکن اُس نے دو امر دریافت کیئے تھے وہ یہ سمجھا کہ قوت جو سیارات کو اُن کے مدارات سے موڑتی (منحرف کرتی) ہے وہی قوت ہے جس سے اجسام زمین پر گرتے ہیں یا اگر اُس کو دوسری طرح بیان کریں تو اس طرح کہیں گے کہ وہ کشش سماوی اور ثقل ارضی کو بعینہ ایک سمجھا اور اُس نے یہ تصور کیا تھا کہ وہ سیدھا خط جو زمین سے آفتاب کو جاتا ہے اُس راستے سے زمین ہمیشہ باہر گرتی رہتی ہے۔ اور چاند زمین کے سیدھے راستے سے۔ اور اُس نے ایک ریاضی محاسبہ ایجاد کیا جسکے ذریعے سے علاً نظری نتائج کو اپنے مسلمہ اُن اصول سے ثابت کیا جو یہ دونوں مرحلے نہایت اہمیت رکھتے ہیں پہلے کے ذریعے سے محاسبے کے مبادی مہیا ہوئے اور دوسرے سے محاسبہ ممکن ہوا۔ مقدار سرعت کی جو فی سکنڈ زمین کے قریب زمین پر گرنے والے جسموں میں پیدا ہوئی معلوم ہو چکی تھی۔ اُسی کے ذریعے سے یہ تخمینہ ممکن ہو جائیگا

---

لہ قول صحیح یہ ہے کہ جو مقدار سرعت زمین سے ۱۰۰۰ فٹ کے فاصلے پر ہوگی وہ اُس سے مختلف ہے جو زمین سے ۱۰۰ فٹ کے فاصلے پر ہوگی اور ہوا کی مزاحمت سے گیند اس قدر دور نہ جا سکے گا جتنی دور توپ کا گولا جا سکتا ہے ایک ہی معین وقت میں۔ لیکن نظر میں تفاوت ایسے خفیف ہوں کہ مشاہدے سے بچ جائیں لہذا یہ تجربی واقعہ کہ سرعت زمین کے قریب تمام اجسام میں ۳۲ فٹ فی سکنڈ پائی گئی ہے کوئی مشکل نہیں پیدا کرتا دوسری طرف لنگر کے حرکات بس و پیش میں جو فرق سطح سمندر اور پہاڑوں کے جوار میں ہے ہم کو شہادت نظریئے کے موافق ملتی ہے اُسی قسم کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کہ مقدار سرعت کی ایسے جسم میں جو زمین سے نسبتہً بہت ہی دور ہو مثلاً چاند کس مقدار سے پیدا ہوگی یا اور ایسا جسم جو بہ نسبت زمین کے کثیر جسامت رکھتا ہے۔ جیسے کہ آفتاب کیا مقدار سرعت کی پیدا کرے گا اگر کوئی طریقہ اس محاسبے کا ایجاد ہو جائے ؛

اس اسلوب سے منطق کو کوئی تعلق نہیں ہے منطق کے استدلالی طریقے خود بکثرت ہیں کہ اُن کا شمار ہو سکے اور ریاضی کے طریقے اہل ریاضی کے قدر کے قابل ہیں یہ کافی ہے کہ منطقی ریاضی یقین کے وجوہ سے ایک عام اطمینان حاصل کرلے۔ یہ فرض کرکے کہ نیوٹن کے اصول سے اُن کے نظری نتائج کے نکالنے کا کام انجام کو پہنچ گیا ہم منطقی ہیئت پر اُس استدلال کی نظر کریں گے جس سے نیوٹن نے اُس قیاس کا استعمال کیا تھا۔ علم ہیئت کے خاص واقعات جن کی توجیہہ مقصود تھی اُس کا تعلق زمین اور دوسرے سیارات کی حرکتوں سے گرد آفتاب کے اور چاند[1] کی حرکت سے گرد زمین[2] کے ہے۔ اُس کے مجموعی واقعات کو کیپلر

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) جو اُن خفیف فرقوں میں مل جاتی اگر ہم اُن کی پیمائش کر سکتے منطقی تعلق اِن امور پر تامل کرنے کا معلوم ہوگا اگر یہ دل نشیں رہے کہ اگرچہ کوئی نظریہ واقعات کی مطابقت سے ثابت نہو لیکن اُس کا بطلان (عدم ثبوت) ہر کسی صاف مسلمہ منافات سے ہو جائیگا ۱۲۔

[1] جب سیاروں کا ذکر ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ چاند اُن میں داخل ہے سوا اُس مقام کے جہاں سیاق عبارت صریحاً اُس کے خلاف ہو ۱۲۔

[2] واضح ہو کہ سیارے بیضوی میں حرکت کیا کرتے ہیں اس لیئے اُن کی دوری آفتاب سے گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ ان دوریوں کی اوسط کو بعد اوسط کہتے ہیں۔ جتنی مدت میں کوئی سیارہ ایک مرتبہ مرکز کے گرد دورہ تمام کرتا ہے اُس کو حرکت خاصہ کا ایک دور کہتے ہیں دیکھو حاشیہ ۴ مصنف ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



نے ان تین قوانین کے ذریعے سے عمومیت بخشی ہے (۱) سیارات سورج کے گرد بیضوی میں حرکت کرتے ہیں اور سورج اس بیضوی کے ایک فوکس میں ہے۔ (۲) سیارات مساوی سطوح مساوی اوقات میں اپنی حرکت سے رسم کرتے ہیں (۳) مکعب ابعاد اوسط کے مربع اوقات دورۂ خاصہ سے

---

لہ شاید اس کو واضح کر دینا مناسب ہو کہ جس طرح دائرہ ایک ایسی قوس ہے جس کے ہر نقطے سے ایک نقطہ جو اس کے اندر ہے جس کو مرکز کہتے ہیں برابر فاصلے پر ہوتا ہے اسی طرح بیضوی ایک قوس ہے جس ہر نقطے سے دو نقطوں (جو اُس کے اندر ہوتے ہیں جن کو دو فوکس کہتے ہیں) کے فاصلوں کا مجموعہ برابر ہوتا ہے اور سیارہ اگر ا نقطے سے ب تک حرکت کرے اور نقطہ ا اور ب سے جو دو خط ا ج اور ا ب ملائے جائیں اس طرح جو رقبہ رسم کیا گیا ہے وہ قوس ا ب اور اُن دونوں خطوں کے درمیان ہے جو فوکس ج مرکز آفتاب تک کھنچے ہوئے ہیں۔ پس اگر سیارہ سورج کے

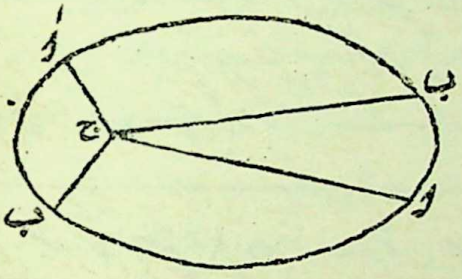


قریب ہو تو اُس کی حرکت سریع ہوگی کیونکہ اگر اَ حَ بَ حَ چھوٹے ہوں تو رقبہ اَبَ ج کے بنانے کے لئے قوس اَبَ کو بڑا ہونا چاہیئے تاکہ رقبہ برابر ا ب ح کے بن سکے۔ اور بعد اوسط اُس کی سورج سے دوریوں کا اوسط ہوتا ہے اُس کے تمام دورے میں اور زمانہ دورے کا اُس دورۂ خاصہ کا زمانہ ہے اور اگر مکعبات بعد اوسط مربع زمانہ دورہ خاصہ سے تناسب رکھتے ہیں تو اُس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کسی سیارے کا بعد اوسط بہ نسبت زمین کے بعد اوسط کے دو چند ہو تو اُس سیارے کا سال یعنے دورۂ خاص کے زمانے کا مربع ایک کے مربع سے جو زمین کے دورۂ خاص کا زمانہ ہے وہی نسبت رکھتا ہوگا جو دو کے مکعب کو ایک کے مکعب سے ہے یعنے اُس سیارے کے

دورۂ خاص کا زمانہ = $\sqrt{۸}$ × سال زمین۔ مصنف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تناسب رکھتے ہیں۔ اکثر قدیم دفاتر[1] مشاہدات حرکات و اختلافات قمر کے موجود تھے اور جب نیوٹن نے پہلے پہل اپنے نظریئے کا عمل کیا تو اُسے معلوم ہوا کہ حرکات مرصودہ (مندرجۂ دفاتر) سے اُس کے عمل کے نتائج میں فرق پڑتے ہیں۔ لہٰذا اُس نے اپنے عمل کو ملتوی کر کے چند سال تک انتظار کیا اس اثنا میں جدید اور صحیح مشاہدات حرکت قمری کے شائع ہوئے۔ پھر اُس نے اپنے نظریے کی طرف رجوع کیا۔ اُس کو معلوم ہوا کہ نظری نتائج مرصودہ واقعات کے موافق ہیں لیکن یہ ثابت کرنا کافی نہ تھا مزید برآں اُس نے برہان سے ثابت کیا کہ رفتار اختلافات قوت جذابہ کے نتائج اور کسی مفروض سے اخذ کیئے جائیں تو مشاہدہ کیئے ہوئے واقعات میں خلل ہوگا۔ اور اس سے صرف یہی نہیں ثابت ہوا کہ اُس کے نظریئے میں امکان صحت کا ہے بلکہ جذب کے اصول پر سیارات کی حرکت کے لیئے کوئی اور توضیح سوائے اُن قوانین کے جو اُس نے بیان کیئے ہیں ممکن ہی نہیں ہے۔

مزید ثبوت نیوٹن کے قوانین جذب کلی کا اسی قانون سے دوسری طبیعی آثار کی توجیہ سے بھی ہوتا ہے۔ مگر اُس کے بیان کے لیئے ہم توقف نہ کریں گے۔ ہم صرف اُنھیں مراتب پر نظر کریں گے جو اس نظریے کے ثبوت میں شامل ہیں اور جو تفصیل یہاں بیان ہو چکی ہے وہ اس مقصد کے لیئے کافی ہے۔ اولاً یہ خیال تھا کہ سیارات کے حرکات کی توضیح دو قوتوں کے حوالے سے ہو سکتی ہے جن قوتوں کا اُن پر عمل ہے۔ قوت قسری اور قوت جذبی۔ اس کو نیوٹن سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے بعد ضرور تھا کہ وہ طریقہ دریافت کیا جائے یا تخمیناً معلوم کیا جائے جس کے ذریعے سے قوتیں علٰحدہ علٰحدہ اپنا عمل کرتی ہیں۔ قوت قسری کے باب میں جزاً ایسا کہا گیا

---

[1] دفتر اصطلاح اہل ہیئت میں اُس رجسٹر کو کہتے ہیں جس میں ستاروں کے مشاہدات درج کیئے جاتے ہیں ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اور اُس کا بیان حرکت کے پہلے قانون سے ہوا۔ ٹھیک رفتار ہر ایک سیارے کی مشاہدات ہیئت سے بذریعہ حساب کے دریافت کی گئی اور وہ رفتار جو محض قوت قسری پر موقوف ہے واقعی رفتار اور اُس رفتار کے حوالے سے جو بذریعہ جذب حاصل ہوئی دریافت کی گئی لیکن وہ رفتار جو جذب کے ذریعے سے حاصل ہوئی یا قوت جذبی کے اثر سے اُس کا تخمینہ کیا گیا۔ اور اگرچہ قانون اُس کے تغیر کا سابق میں بتایا گیا تھا لیکن جب تک مقدار اُس کے اثر کی درمیان کسی مفروضہ جسامت اور کسی مفروضہ فاصلے کے صحیح معلوم نہو تو اُس کے تغیر کے قانون سے یہ معاملہ دریافت نہیں ہوسکتا۔ یہ کہ قوت جذبی اور قوت کشش ارضی بعینہ ایک ہے اس سے ضروری مبداء کی تکمیل ہوئی اصول اور واقعات اب نیوٹن کے سامنے تھے اور وہ کافی تھے اگر کوئی طریقہ محاسبے کا ایجاد ہوا ہوتا تاکہ وہ دریافت کرے کہ اُس کے مفروض کے نتائج کیا ہونا چاہیئے ہیں۔ اس کے بعد کا مرحلہ اس محاسبے کے طریقے کا تھا لیکن اُس کو صرف یہ ثابت کرنا نہ تھا کہ اُس کے مفروض کے کیا نتائج ہونا چاہیئے بلکہ واقعات مشہودہ کے ساتھ اُن کی مطابقت چاہیئے تھی۔ اور یہ بھی ثابت کرنا چاہیئے تھا کہ صرف اسی مفروض[1] سے نتائج نظریہ اور مشہودہ کی مطابقت ہوسکتی ہے۔ محاسبے کے بعد مقابلہ واقعات مشہودہ[2] کا اس مفروض کے نظری نتائج یا اور کسی مفروض سے محاسبے کے بعد دوسرا مرحلہ تھا اور جب اُس کو معلوم ہوا کہ صرف اُس کے مفروض سے مطابقت ہوتی ہے اور کسی مفروض سے

---

[1] اس میں کوئی سادہ تناسب ہے جس کا ذکر سابق کے صفحات میں ہوچکا ہے ۱۲ مصنف

[2] یہ ثابت کرنا ممکن تھا کہ جذب کے کسی قانون سے واقعات مرصودہ کی مطابقت نہیں ہوسکتی۔ چونکہ مسئلہ ریاضی کا تھا۔ اور ریاضی میں یہ ثبوت سہل ہے بہ نسبت اور کسی قاعدے کے کہ نہ صرف یہ کہ جب ا صحیح ہو تو ب بھی صحیح ہو بلکہ اس کا عکس بھی ۱۲ مصنف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



نہیں ہوتی تو اُس نے اس طرح استدلال کیا۔ یہ تسلیم کر کے کہ دائمی انحراف سیارات کا خط مستقیم سے قوت جذب پر موقوف ہے اُن کے واقعی حرکات اگر میرا بیان قانون جذب کا صحیح ہو تو اس طرح اور اس طرح ہوگا۔ اور اگر غلط ہو تو کسی اور طرح ہوگا۔ لیکن وہ اس طرح اور اس طرح ہیں پس میرا بیان صحیح ہے۔

اس تمام منطقی عمل کے بعض مراتب ہرگز استدلالی طریقے نہیں ہیں۔ یعنے حوالہ محصل حرکات کا ان دو قوتوں کی طرف اور بعینہ ایک ہونا اُن میں سے ایک قوت کا جذب ارضی کے ساتھ اور مقابلہ نظری نتائج کا واقعات مشہودہ سے۔ استدلال پہلے قانون حرکت کے ثابت کرنے کے لیئے کام میں لایا گیا ہو یہ ممکن ہے۔ لیکن یہ استدلال اس قانون کی طرف رجوع کرنے کی موجودہ ضرورت سے خارج ہے مسلمہ قوتوں کے فعل کے نظری نتائج دریافت کرنے میں جو استدلال شامل ہے وہ قیاسی ہے۔ لیکن اخیری حجت جس میں مطابقت واقعات مشہودہ کی نظریئے کے ساتھ اس مفروض سے نہ کسی اور مفروض سے جس سے اس مفروض کو قبول کرنے کی ضرورت ہوئی استقرائی ہے۔ اگر قانون جذب ثابت ہو چکا ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ نیوٹن حرکت سیارات کے بعض تجربی عمومات کی توضیح کرتا ہے۔ اگر یہ ثابت ہو چکا ہوتا تو دفاتر قدیمہ میں اختلافات قمر کے درج ہیں اُن کی عدم مطابقت سے اُس کے (نیوٹن) کے نظری نتائج کے ساتھ اپنے نظریئے کو ملتوی نہ کرتا بلکہ مشاہدات میں شک کرتا۔ یا کسی اور جسم کے وجود کو تسلیم کرتا۔ جس کے جاذبے سے اس اختلاف کے واقع ہونے کی توضیح ہو سکتی ہو۔ (جیسا کہ ایڈمیسم اور لیوریر نے اُس کے بعد یورانیس کے اختلافات کے بارے میں کیا) لیکن چونکہ واقعات کی توضیح میں قانون جذب کی پوری کامیابی سے وہ قانون صرف اب ثابت ہو گیا تھا وہ اُس کے ثبوت پر استقرائی استدلال کرتا تھا۔

اگر ہم اس سے سادہ تر احتجاج استقرائی پر نظر کریں جس سے کسی اثر کی علت وجوہ اسقاط کی طرف رجوع کرنے سے ثابت ہوتی ہے تو ہم کو معلوم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہوگا کہ اس میں بھی دونوں طریقے استدلال کے یعنے استقرائی اور قیاسی شامل ہوتے ہیں۔ مثلاً واقعات کی طرف رجوع کرنے سے ثابت ہو کہ [1] علت لا کی ہے۔ اس کی توجیہ اُس مفروض سے ہوتی ہے۔ مثلاً واقعات سے ہم کو شک کرنے کے وجوہ نہیں ملتے کہ ملیریا بخار کا مادہ انوفیلس مچھر کے کاٹنے سے مریض کو پہنچتا ہے پس اس میں ہم کو شک نہوگا کہ انوفیلس مچھر میں قوت ملیریا بخار کے پہنچانے کی ہے۔ اسی سے اُن اشخاص میں اس کیڑے کے کاٹنے سے بخار کے پیدا ہونے کی توضیح ہوئی یہ غیر ممکن ہے الّا یہ کہ اگر بعض واقعات وجہ علم کسی تعلیلی اصل کے ہوں تو وہ اصل سبب وجود اُن واقعات کی ہوگی۔ لیکن ان سادہ حجتوں میں کوئی شئے مطابق اُس استدلال قیاس کے نہیں ہے جس سے مشترک نتیجہ نکلتا ہو۔ خصوصاً وہ حالات جن میں دو یا زیادہ علتیں فعل کرتی ہوں۔ اُس کا علم یا تخمینہ ہر ایک علت کے انفرادی اثر سے حاصل کیا گیا ہو۔ اسی عمل کی وجہ سے جے۔ ایس۔ مل نے اس قسم کے استدلال کو قیاسی طریقہ استقراء سے نامزد کیا ہے۔ اگرچہ ابتدائی منشا یہ تھا کہ استقراء کے ذریعے سے کوئی عام اصل ثابت کیجائے۔

یہ استدلال صرف اُس مقام پر استعمال ہو سکتا ہے جہاں مشترک اثر چند علتوں کا اُن کے جداگانہ اثروں کے قوانین سے قابل محاسبہ ہوتا ہے۔ جہاں کہ مشترک یا ملتف اثر ہر ایک کے جداگانہ اثر سے بالکل مشابہت نہیں رکھتا بطور پیش بینی اُن آثار سے محاسبہ نہیں ہو سکتا اور ہم بالکلیہ استقرائی طریق اسقاط پر اعتماد کرتے ہیں تاکہ ثابت کیا جائے کہ ایسا ملتف اثر ایک خاص اقتران علل کے فعلی علل کی طرف منسوب ہو سکتا ہے۔ اور دوسرے

---

[1] وہ چیز جس سے کسی واقعہ کا علم حاصل ہو اُس کو وجہ علم یا دلیل کہتے ہیں وہ چیز جو کسی واقعہ کے پیدا ہونے کا باعث ہو اُس کو علت وجود کہتے ہیں۔ اگر بعض واقعات سے کسی اصل کا علم حاصل ہوتا ہے کہ وہ علت وجود ہے تو وہی اصل بعینہٖ اُن واقعات کی علت ہے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اقتران کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ بغیر اس کے ہم بداہۃً ثابت کر سکیں کہ یہ اثر اُن علتوں سے پیدا ہو سکتا ہے لیکن کسی دوسرے قسم کے ملتف اثر کی تحقیق میں جن میں چند علتوں کے فعل کی ترکیب سے کوئی اثر پیدا ہوتا ہو۔ کسی قدر ایسا قیاسی استدلال ہمیشہ داخل ہوتا ہے۔ بالکل ظاہر ہے کہ یہ صورت بلحاظ ان ملتف اثروں کے جس کو متجانس امتزاج[1] کہا گیا ہے۔ یعنے جہاں ملتف اثر مقداری ہے۔ اور بہت سے اجزاء موثرہ موجود ہیں جن سے مقدار دریافت ہوتی ہے۔ بعض زیادتی کے طریقے سے اور بعض کمی کے طریقے سے۔ اس سے زیادہ سادے استقرائی طریقے یہاں بالکل ناکافی ہیں کیونکہ یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ دو مثالیں اثر کی ہوں جن میں مقدار یکساں ہو۔ نہ یہ کہ اگر ایسا ہو تو یہ ضرور نہیں ہے کہ اجزائے موثر کی ترکیب بعینہٖ وہی ہو اور نہ عدم وقوع اثر سے یا اُس کے ایک غیر محسوس مقدار کے موجود ہونے سے ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ جس علت کے موجود ہونے کا احتمال ہے وہ موجود ہے۔ یا یہ کہ جس کی طرف ہمارا میلان ہے کہ اُس کو منسوب کریں وہ اُس کو پیدا نہیں کرتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ علت موجود ہو لیکن کوئی متضاد اثر مزاحم ہو یہ قاعدہ بھی کہ علت و معلول ضرور ہے کہ لزوماً ایک ساتھ متغیر ہوں۔ اور یہ قاعدہ کہ کوئی ایک اثر

---

[1] جے۔ ایس مل نے اس کو متجانس امتزاج اثرات سے موسوم کیا ہے۔ اُن صورتوں کو جنمیں مشترک اثر چند علتوں کا جو ایک ساتھ کام کرتی ہیں جن کا اثر مجموعہ یا حاصل تفریق اُن اثروں کا ہے جو اُن کے انفرادی عمل سے پیدا ہوتے مثلاً قوتوں کی میکانی ترکیب میں ایسا ہی ہوتا ہے اسی لیئے اُس نے اس صورت میں ترکیب علل بھی کہا ہے۔ جہاں مشترک اثر کیفی اختلاف جداگانہ اثرات سے رکھتا ہو (اور اس لیئے اُس کا محاسبہ اُن اثرات کے علم سے نہو سکتا ہو) اس کو غیر متجانس یا متضاد کہا ہے۔ اس کی مثال اُس نے کیمیائی ترکیب سے دی ہے جہاں سوائے وزن کے مرکب کی صفات اجزاء ترکیبی کے صفتوں سے بالکل مختلف ہوتی ہیں اور نہ اِن سے اُس کا قیاس ممکن ہے اگرچہ مل سے یہ بڑی فروگذاشت ہوئی کہ اجزاء کیمیائی اُس کی اصطلاح سے مرکب کی علت نہیں ہے۔ مصنف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



منجملہ اجزاء موثرہ کل کی علت ہو جیسا کہ دوسرے عوامل سے توجیہ ہو چکی ہے کامیابی کے لیئے ایسی تحقیقات میں کافی نہیں ہے۔ ضرور ہے کہ کم و بیش صحت کے ساتھ ملتف اثر کی پیمائش کیجائے اور اسی قدر صحت کے ساتھ وہ مقدار اثر کی جو چند مجوزہ علتیں پیدا کرتی معلوم ہوں تاکہ ثابت کیا جائے کہ کوئی خاص علت اُن میں سے ترک نہیں کیجا سکتی۔ یا یہ کہ جز علت ہونے سے خارج کردی جائے۔ اور اس ثبوت میں قیاسی محاسبہ بداہتہً داخل ہوتا ہے۔ مثلاً سرکاری مالیات زر نقد کی بحث کے متعلق جس کی ابتدا برطانیہ عظمیٰ میں ۱۹۱۸ء میں ہوئی تھی بیان کیا گیا تھا کہ ہمارے درآمد مال کی قیمت برآمد مال پر ہمارے پیداوار کو تجارت آزاد کی نقصان رسانی کے باعث سے ہوئی لیکن یہ صرف اس بات کے ثابت کرنے سے ثابت ہو سکتا تھا کہ درآمد اور برآمد کی قیمتوں میں جو فرق ہے اُس کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی ہے جبتک کہ ہم اپنے اس استدلال پر بسر نہ کرتے ہوں اور یہ اُس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ زیادتی قیمت درآمد مال کی دریافت نہ ہو جو کہ منسوب ہو سکتی ہو دوسری معلوم علتوں کی جانب جو علتیں مجموعی زیادتی قیمت کے پیدا کرنے میں مدد کرتی ہیں۔ مثلاً یہ واقعہ کہ قیمت درآمد کی اس سے بہت بڑھ گئی کہ اُس میں باربرداری کا خرچ جو ہمارے بندرگاہوں تک ہوا شامل ہو گیا (درآنحالیکہ برآمد کی قیمت جو قبل انتقال لگائی گئی تھی اُس میں یہ باربرداری جمع نہیں کی گئی) اور قیمت مال سے اُس معاوضے کی ادائی جو کہ بحری باربردار کی حیثیت سے ملک کو کرنا پڑتی ہے ادا کی گئی تھی۔ حساب میں کوئی رقم اُس برآمد کی میزان میں اس مد میں شامل نہ تھی۔ اور قیمت مال کی جس سے برطانیہ کے راس المال کے استعمال کے لیئے جو ملک ہائے غیر میں دیا جاتا ہے یا وہ وظیفے جو گورنمنٹ آف انڈیا پر عائد ہوتے ہیں اُس رقم کی دریافت کرنے کی شکل جس کی وجہ سے یہ اسباب ہماری درآمد[1] کی قیمت برآمد سے بڑھا دیتے ہیں اس کا ثبوت سخت دشوار

---

[1] مقصود یہ ہے کہ باربرداری کی جمع درآمد کے ساتھ شامل تھی اور برآمد کے ساتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تھا کم از کم اس طریق استدلال سے کہ پیداوار سال سے ہم اُن سب چیزوں کی قیمت ادا نہیں کر سکتے جو اثنائے سال میں درآمد ہوتی ہیں ؛

خلاصہ یہ ہے کہ توضیح کی ذات پر نظر کرنے سے ظاہر ہے کہ قیاسی ہے۔ توضیح اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ بعض واقعات معلومہ یا قوانین یا عام تعلیلی تعلقات اُن اصول کا نتیجہ ہیں جو صورت ہذا کے حالات میں قائم ہو چکے ہیں اس توضیح سے کوئی امر جداگانہ نہیں ثابت ہوتا سوائے اس کے کہ اس سے ہم اُس چیز کی علت کو سمجھ لیتے ہیں جو اب تک ہم کو بطور واقعہ معلوم تھی۔ لیکن توضیح استقراء میں بھی داخل ہوتی ہے اس حد تک کہ اصول جن سے واقعات یا قوانین یا عام تعلیلی تعلقات نتیجے کے طور پر نکلتے ہیں ابتداً یہ قائم نہ تھے بلکہ صرف اب اُن کی توثیق ہوئی ہے یہ ثابت کر کے کہ نفس الامری واقعات قوانین یا تعلیلی تعلقات انھیں سے بطور نتیجہ نکلتے ہیں نہ کسی اور متبادل اصول سے ایسے استقراء میں چار خاص مرتبے قابل امتیاز ہیں ؛

(۱) معلوم کرنا چند عوامل یا اسباب کا جو کہ کام کر رہے ہیں (۲) دریافت یا تخمینہ کرنا کہ کس طرح اور کس قانون کے موافق ہر ایک اُن میں سے جداگانہ عمل کرتا (۳) اُن مقدمات سے استدلال کرنا نتیجے پر جو کہ اُن سے بالاشتراک پیدا ہوتا ہے۔ یا اور کسی نتیجے کا جو تقابل کسی اور مفروض سے پیدا ہو بموجب اسی عوامل کے جو کام کر رہے ہوں اور چند قوانین اُن کے عمل کرنے کے (۴) مقابلے سے ثابت کرنا کہ واقعات اُن نتائج سے جو اُن سے استخراج کیے گئے ہیں موافقت رکھتے ہیں نہ کسی اور نتائج کے ساتھ جو کسی مقابل مقدمات سے مستخرج ہوں ؛

اس نمونے کی حجت پر اکثر بیانات ممکن ہیں۔ یہ حجت علوم میں بہت اہمیت اور عمومیت رکھتی ہے۔ یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ آیا کوئی خاص عامل کسی خاص اثر کو پیدا کرتا ہے یا نہیں یا کسی مفروض اثر اپنے تغیرات کی موافقت سے یہ عامل پیدا کرتا ہے یا یہ کہ ایک عامل جس کے باب میں کسی خاص قسم کے اثر کا پیدا کرنا معلوم ہے وہ

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شامل نہ تھی اس لیے درآمد برآمد سے بہت زیادہ معلوم ہوئی ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کسی موقع پر اُس اثر کے پیدا کرنے کی منجملہ علل ایک علت ہو سکتا ہے۔ سوال یہ ہو سکتا ہے کہ کن علتوں سے ایسا معلول پیدا ہو سکتا ہے یا علتوں میں سے کونسی علتیں جو اس کو پیدا کر سکتی ہیں بالفعل اُس کی پیدا کرنے والی ہیں؟ ممکن ہے کہ ہم ایک عام اصول کے ثابت کرنے کی خواہش رکھتے ہوں یا صرف کسی خاص واقعہ کی اُن حالات کی نسبت جو کہ اِس اصول کے نتائج کو صورت موجودہ میں جو ہمارے سامنے ہے متغیر کرتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قوانین عمل چند عوامل کے ایسے ہوں کہ اُن میں سے بعض سابقاً دریافت کر لیئے گئے ہوں اور ثابت ہو گئے ہوں اور دوسرے قوانین صرف تخمیناً بیان ہوئے ہوں یا اگر یہ سوال ہو کہ کون سے عوامل کسی خاص صورت یا صورتوں کی قسم کے کسی نتیجے میں ایسے ہیں کہ اُن کے چند افعال کے قوانین سابقاً ثابت ہو چکے ہیں لیکن بغیر اس کے کہ ہم ان امور سے بحث کریں ہم اس باب کو چار تجویزوں پر تمام کر سکتے ہیں:

اول استقرائی حجتیں علم کے ہر مختلف درجے میں وہ ترکیب قیاسی استدلال کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں جس کی یہاں تحلیل ہوئی ہے۔ مثلاً اگرچہ ہم بذریعہ علامات کے اُس استقراء کو جس کی منطقی صورت محض انفصالی حجت ہے بیان کریں اور اُس کا مقابلہ کریں اس قسم کے استدلال سے جس میں قیاس ملتف نتیجوں کے ساتھ چند مقدمات میں نمایاں طور پر داخل ہوتا ہے لیکن عملی صورت میں یہ تقابل ایسا بیّن نہیں ہے۔ چند ہی استقرائی بحثوں میں استدلال محض انفصالی ہوتا ہے لیکن ایک مقدار قیاسی استدلال کی قبل اس کے کہ وہ انفصالی صورت استعمال کی جائے عمل میں آتی ہے اور یہ کہنا کہ یہ مفروض سچ ہے اس لیئے کہ باقی جھوٹ ثابت ہو سکتے ہیں مختلف بحثوں کی صورت میں بڑا اختلاف پیدا کرتا ہے:

ثانیاً یہ ثابت کرنا کہ واقعات ہمارے مفروض کے نتائج کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اُس کا سچ ثابت کرنا نہیں ہے۔ وہ ثابت کرنا جس کو اکثر تطبیق کہتے ہیں اور اس تطبیق کو غلطی سے ثبوت سمجھنا اُس مغالطے کا ارتکاب ہے جس کو مغالطۂ نتیجہ کہتے ہیں۔ یہ مغالطہ کہ چونکہ مفروض اگر صحیح ہے تو بعض واقعات اُس کے تابع ہوں گے لہذا چونکہ وہ واقعات پائے گئے لہذا مفروض صحیح ہے یہ وہی غلطی ہے جو کہ ناکامل اسقاط سے ایک بسیط تعلیلی تعلق کے ثابت کرنے میں ہوتی ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



یہ وہی خطا ہے جو کہ اُس فروگذاشت سے ہوتی ہے جس کو تعدد اسباب ہے کہتے ہیں۔ ایک نظریہ جس کے نتائج واقعات سے تناقض رکھتے ہیں صحیح نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جبتک زیادہ نظریات موجود ہوں جن سے وہی نتائج پیدا ہوتے ہیں تو موافقت واقعات کی اُن میں سے کسی ایک کے ساتھ کوئی وجہ اس کی نہیں پیدا کرتی کہ اُن میں سے کسی ایک کو ترجیح دی جائے تاہم عمل میں ہم اکثر تطبیق پر قناعت کرتے ہیں یا اپنی ناقابلیت جس سے کوئی اور قابل اطمینان نظریہ نہ نکل سکے ہم اس کے مساوی سمجھ لیتے ہیں کہ کوئی اور نظریہ موجود نہیں ہے۔ ایسے معاملات میں ہم کو چاہیئے کہ شہادت کے وزن پر غور کریں ایسے نظریئے کے بارے میں جو قطعی طور سے ثابت نہیں ہوا ہے لیکن کسی نے یہ نہیں ثابت کیا ہے کہ شہادت کے وزن کا تخمینہ میکانی طور سے کس طرح کیا جائے[1]۔ سب سے زیادہ عقلمند اور جو واقعہ زیر بحث سے بخوبی واقف ہوں اکثر ٹھیک کام کرتے ہیں ؛

ثالثاً کوئی منطقی فرق درمیان اُس استدلال کے جو توضیح میں ہے اور اُس استقرائی استدلال میں جس میں توضیح شامل ہے نہیں ہے۔ سوائے ایک نقطے کے کہ اخیری صورت میں کسی مقدمے کی سچائی جس کو توضیح میں تسلیم کر لیا ہے واقعات نفس الامری توضیح کی کامیابی سے ہوتا ہے اور اُن واقعات کی توضیح غیر ممکن تھی جب تک کہ وہ مقدمہ نہ تسلیم کیا جاتا۔ جہاں کہیں یہ غیر ممکن ہوتا نہیں ثابت ہوا اور ہم نے تطبیق پر قناعت کر لی یعنے اس کے ثبوت پر کہ واقعات اس مسئلے کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں۔ اس صورت میں منطقی فرق اور بھی خفیف ہے۔ اُس کی مقدار صرف یہ ہے کہ توضیح میں مقدمات کا پہلے ہی سے معلوم ہونا فرض کر لیا گیا ہے۔ اور دوسری صورت میں توضیح[2] میں مستعمل ہونے سے پہلے مقدمات میں سے کچھ نامعلوم مانا گیا ہے۔

رابعاً یہاں ہم اُن سوالات میں سے دوسرے کا جواب دے سکتے ہیں جو سترھویں باب کے آخر میں پیدا کیئے گئے ہیں۔ برہان توضیح ہے جو ایسے اصول سے ہو جو کہ

---

[1] شہادت کا وزن ترازو میں تولنے کے قابل نہیں ہوتا ۱۲

[2] جے ایس مل جس کی تصنیف کا یہ باب بہت مرہون ہے۔ اس فرق کے کافی طور سے بیان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بدیہی ہوں اور بالضرورت صادق ہوں اگر کہا جائے کہ اس صورت میں بہت کم اُن چیزوں سے جن کا ہم کو یقین ہے برہان سے ثابت ہو سکتی ہیں تو ہم اس کو تسلیم کرلیں گے۔ ہم ریاضی کے علاوہ بہت ہی کم امور برہانی طور سے ثابت کر سکتے ہیں۔ لیکن برہان کی مثال کامل ہمارے پاس موجود ہے اور ظاہراً یہ وہی ہے (جس کو ہم نے ابھی بیان کیا) اور ضرور نہیں ہے کہ یہ قیاسی ہو۔ جیسا کہ ارسطاطالیس نے تصور کیا تھا۔[1]

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) کرنے میں ناکامیاب رہا۔ یہ ثابت کرنا کہ واقعات کسی نظریے سے موافقت رکھتے۔ اور یہ ثابت کرنا کہ نظریہ صادق ہے۔ اور وہ اس تعلق کو بھی نہ سمجھا سکے جو کہ اُس کے موسومہ عمل قیاسی طریقہ استقراء اور اُس میں جس کو اُس نے توضیح قوانین فطرت سے نامزد کیا ہے۔ نہ یہ ثابت کیا کہ اُن میں کیا فرق ہے نہ یہ کہ ان دونوں میں کیسی تقریبی موافقت ہے۔ اگرچہ اُس نے دونوں کی مثال نیوٹن کے مسئلہ جذب سے دی ہے۔ قیاسی طریقہ استقراء کی تحلیل تین مرحلوں میں کرکے اُس نے اُن میں سے پہلے کو ترک کر دیا ۱۲ مصنف

[1] بے شک اگر قیاس کا یہ ضمنی مفہوم ہے کہ ایک عام اصل کو جو پہلے سے مستقلاً معلوم ہو کسی خاص جزئیہ پر جاری کریں تو برہان ہرگز قیاسی نہیں ہے کیونکہ کامل بصیرت کے ساتھ ضرورت جو کسی ملتف واقعہ میں اُس کے عناصر کو ربط دیتی ہے چاہیئے کہ اُس صورت میں جو ہمارے سامنے ہے اور اصل عام یا مقدمہ کبریٰ کہیں خارج سے نہیں آپڑا ہے بلکہ صورت ہذا میں نظر آتا ہے اور اُس سے نکالا جا سکتا ہے غالباً ارسطاطالیس اس حد تک تسلیم کرلیتا لیکن اکثر برہان اس طرح سے بھی صورت قیاسی میں نہ لایا جا سکتا ایک کو ربط دینا ایک اور حد سے بذریعہ ایک تیسری حد کے اس طرح سے کہ ان میں متعلق موضوع اور وصف کا ہو۔ مصنف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



# باب بست و چہارم

## استقراء بذریعہ تصفح بسیط اور حجت تمثیل سے

اکثر استدلال ایسے ہیں جو اپنے نتیجے کو ثابت نہیں کرتے۔ یہ صرف اس لیئے نہیں ہوتا کہ ہم کو ایسے مقدمات استعمال کرنا ہوں جن کی قطعیت مشکوک ہے۔ کیونکہ اگرچہ اس سے ٹھیک برہانی ہیئت ہمارے علم کی فنا ہو جاتی ہے لیکن اس سے استدلال غیر سالم نہیں ہوتا جب تک کہ نتائج وہی نکالے جائیں جن کو نکالنا چاہیئے۔ اگر مقدمات صادق ہوں۔ ہم اکثر ایسے نتائج نکالتے ہیں اور اُن پر عمل کرتے ہیں جن کی نسبت ہم اتنا بھی نہیں کہہ سکتے کہ اگر مقدمات صحیح ہوں تو وہ بھی صحیح ہیں۔ اور اس عمل میں بھی ہم اپنے آپ کو حق پر پاتے ہیں بلکہ اگر ہم اس عمل سے انکار کریں تو معاملات زندگی چل ہی نہیں سکتے۔ ڈیکارٹیس[1] نے جب اپنے یقینیات کو جانچنے کا ارادہ کیا اور ہر چیز میں شک کرنے لگا جن میں شک کر سکتا تھا تو اُس نے بجائے خود یہ قصد کیا کہ عقلیات میں برہانی صورت جو مطلوب ہے وہ عملی معاملات میں مظنونات پر عمل کرنے کی مانع نہ ہوگی۔ لیکن فقط عمل ہی میں ہم ایسے نتائج کو قبول کرنے کی جرأت نہیں کرتے جو مقدمات سے قطعی صحت کے ساتھ نہیں پیدا ہوتے۔ بہت سے شعبے علوم کے ترقی نہیں کر سکتے اگر ہم اُن میں ایسا ہی نہ کریں اولاً یہ کہ ایسے نتیجے نکالنے کی جرأت کریں اور مسلمہ کو عمل کرنے کے لیئے سچ مان لیں تو ہم ایسے نتیجے نکالیں گے جس سے کوئی اثر ثابت ہو یا کسی امر کی تردید ہوئی ہو۔ اور اگر ہم ایسے نتیجے کو تسلیم نہ کریں جس میں شہادت نتیجہ نکالنے کی حد تک نہیں پہنچتی تو مدت تک ایسے ہی غیر منتج شہادت

---

[1] ڈی کارٹیس حکیم کا نام ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہمارے پاس رہے گی۔ سچائی بیکن نے کہا تھا جلد تر غلطی سے نکل آتی ہے نہ اتبری سے اور ہم شائد یہ زیادہ کر سکتے ہیں نہ کہ تذبذب[1] سے اکثر ہم ایسی صورتوں میں شرطیہ قبول کریں گے اور اپنی مطلوب کو برہانی طور سے ثابت نہ سمجھیں گے۔ بلکہ یہ سمجھیں گے کہ بہتر ثبوت کی کمی ہے۔ نصیحت اہل سیاست کی کہ ایک انسان کو دوسرے سے اس طرح لڑنا چاہیئے کہ اُس سے مصالحت ممکن ہے اور اس طرح دوستی کرنا چاہیئے کہ اُس سے خصومت ممکن ہے۔ یہ مقولہ بلا کسی قسم کے شائبہ درشت کے اس صورت میں بھی کام میں لایا جا سکتا ہے۔ کہ ہم ایسے نتائج[2] منظور یا نامنظور کریں جو نتائج غیر کافی شہادت پر مبنی ہیں۔ لیکن ثانیاً یہ کہ علوم میں اس اعتبار سے بہت فرق ہے جس کی کہ اُن کے نتائج حاصل کرنے کے لیئے کس مقدار کی شہادت ملنے کی امید ہے۔ ایک علم جو خاص طرح قطعی ہے ہو سکتا ہے کہ شرطی اصول پر قناعت کرے۔ ایسے اصول جن کی نسبت معلوم ہے کہ اُن کا ثبوت کافی نہیں ہے (اور اس کے حقیقۃً یہ معنے ہیں کہ بالکل ثابت نہیں ہے) اکثر علوم کے مقدمات کا قطعی ثبوت کبھی نہیں ہوتا مثلاً علم الانسان پھر بھی کسی نہ کسی طرح اُس کے تعلیمات سندی مان لیئے جاتے ہیں ارسطا طالیس نے کہا تھا کہ تعلیم کا یہ کام ہے کہ ایک انسان کو سکھائے کہ موضوع بحث کی ماہیت کے موافق ہر چیز کے قطعی ثبوت کا طالب ہو۔ کیونکہ برہان ثبوت کا ایک خطیب سے طالب ہونا یا کسی ریاضی داں سے مطائبات کا طالب ہونا حماقت ہے۔ اور ارسطا طالیس اس کو جائز رکھتا کہ تعلیم میں تخلیلات کی مزاولت ہونا اور مختلف قسم کے مضامین کا جاننا دونوں کا داخل ہونا ضروری ہے جن میں سے ہر ایک کی طرف ہر شخص کا انداز مختلف ہے۔ اکثر کہا گیا ہے کہ جو شخص سوائے ریاضی کے اور کسی چیز کا مطالعہ

---

[1] خطا سے بہت سہولت کے ساتھ حق بات نکل آتی ہے لیکن خلط مبحث سے امر حق کا نکالنا دشوار اور تذبذب اس سے بھی حقیقت کے علم کا مانع ہے ۱۲ م

[2] ایسے نتائج جن کی شہادت ناکافی ہے اس نظر سے منظور کیئے جائیں کہ مبادا صحیح ہو جائیں یا نامنظور کریں اس نظر سے کہ مبادا غلط نکلیں غرض احتیاط سے کام لینا چاہیئے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



نہیں کرتا جب وہ ایسی چیزوں سے بحث کرتا ہے جس میں برہان نہیں چل سکتی تو غوطے کھاتا ہے۔ اور بخلاف اس کے جب کوئی شخص ایسے علوم کی تربیت پاتا ہے جس علم میں قطعی ثبوت ناممکن ہے تو وہ اُن معاملات میں جس میں قطعی ثبوت کی ضرورت ہے بالکل ناقابل ہوتا ہے۔ کوئی منطقی جانچ اس قسم کے استدلال کی قیمت پر حکم کرنے کے لیئے موجود نہیں ہے سوائے اس کے جس کو نظریہ مظنونات کہتے ہیں وہ اس جانچ کے لیئے تجویز کی جائے لیکن نظریہ مظنونات ابتداءً ایک شاخ ریاضی کی ہے اور اکثر مسلمے جن پر اُس کے استعمال کی بنا ہے منطقی وجوہ سے مشکوک ہیں۔ اور اُس کا استعمال ایسے موضوعات پر منحصر ہے جس کی مقدار ہو سکتی ہے۔ منشا اس باب کا یہ ہے کہ دو قسم کی حجتوں پر غور کیا جائے اگرچہ وہ غیر قطعی ہیں لیکن بہت عام ہیں اور اسی وجہ سے منطق کے مصنفین نے اُن پر مقدمہ توجہ کی ہے:۔

## استقراء بذریعہ تصفح بسیط:

سے یہ مقصود ہے کہ استدلالاً جو امر چند مثالوں پر صادق آتا ہے وہ کلیتہً اس قسم پر صادق آتا ہے۔ تصفح بسیط سے مراد محض شمار جزئیات ہے اور یہ حجت علمی استقراء سے تفاوت رکھتی ہے اس لیئے کہ اس میں کوئی کوشش اس بات کے ثابت کرنے کے لیئے نہیں کی جاتی کہ جو نتیجہ نکالا گیا ہے وہی نتیجہ اُن واقعات کے مقدمات سے نکل سکتا ہے اور استقراء بذریعہ تصفح کامل سے یہ اس امر میں مختلف ہے کہ نتیجہ عام ہے اور جو مثالیں مقدمات میں شامل ہیں اُن سے زیادہ پر حاوی ہے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ جو استقراء تصفح کامل سے ہوتا ہے اگر نتیجہ حقیقتہً ایک کلی تصدیق سمجھا جائے اور محدود اشیاء کے متعلق ایک تصفحی تصدیق نہ سمجھی جائے تو اُس کی ہیئت استقراء تصفح بسیط کی سی ہے۔ استقراء تصفح بسیط کو اکثر تجربی تعمیم سے بھی نامزد کرتے ہیں:۔

بکن کی جرحوں کا اس قسم کے صورت کے استدلال پر حوالہ دیا جا چکا ہے اگر اس کو ایک صورت ثبوت کی اعتبار کریں تو اُس کی جرحیں قابل اعتنا ہیں لیکن وہ اب تک مشتعل ہیں جہاں اُس سے بہتر وجہ ثبوت نہ کام کر سکے یہ استدلال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کیا جاتا ہے کہ تمام ہیئتیں پودوں میں یا حیوانوں میں مفید یا متوافق ہیں کیونکہ اُن میں سے اکثر ایسی پائی گئی ہیں۔ اکثر عمدہ نوعیں فاسد نوعیں ثابت ہوگئی ہیں (یعنے ایسی نوعیں جن کی ٹھیک حد بندی ممکن نہیں ہے) علم کی زیادتی سے درمیانی صورتوں پر روشنی پڑی اور اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ جملہ انواع کی کامل تاریخ اگر ہم کو معلوم ہو تو اُن میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ یہ مشہور و معروف تعمیم کہ ہم سب فانی ہیں۔ اگرچہ تخصیص کے ساتھ تصفح پر مبنی نہیں ہے لیکن اُس کو کسی قدر قوت اُسی سے ملتی ہے۔ اکثر انسانوں کا خیال اہل جرمن یا فرانس یا عموماً اجانب کے متعلق چند اشخاص کے مشاہدے پر چار عام قاعدے جغرافیہ کے کہ تمام دریا خشکی میں ہیں اور کل پہاڑ تھرلیں میں ہیں اور کل شہر ایشیائے کوچک میں ہیں اور تمام جزائر بحیرۂ ایجین میں ہیں اس طرز عمل کی ایک ہجو ہے جو کہ مکتب کے لڑکے جو یونان کی تاریخ پڑھنا شروع کرتے ہیں اُن کی معلومات سے نکالی گئی ہے۔ نظریہ اعداد اول کی تاریخ سے دو ایک عمدہ مثالیں ملتی ہیں اکثر قاعدے معلوم کیے گئے جن سے اعداد اول بہت بڑی قیمت تک پیدا ہوتے ہیں اور یہ مان لیا تھا کہ وہ عموماً صادق آتے ہیں لا$^{۲}$ + لا + ۴۱ کی ہر قیمت کے لیئے چالیس تک درست ہے۔ ۲$^{۲۱}$ + ۱ نے بڑی دور تک کام دیا بالآخر یہ قاعدہ بھی شکست ہوگیا۔ زیادہ مثالیں دینا فضول ہے۔

اس قسم کے استدلال میں ہم کس بات کو تسلیم کر لیتے ہیں؟ یہ ایک قدیم مسلمہ ہے کہ فطرت میں کلی ارتباطات موجود ہیں اور وصفوں کا باہمی اقتران جو ہماری مثالوں میں پایا جاتا ہے وہ فطری ارتباط کی شہادت سمجھا جاتا ہے۔ حجتیں ضعیف ہیں کیونکہ باہمی ارتباط کی شہادت غیر کافی ہے۔ اگر ا ب ج د مثالیں کسی قسم لا کی ہیں جن میں صفت و موجود ہو تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ و اُن ہیئتوں سے تعلق رکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ قسم لا کی مثالیں ہیں لیکن جب مثالوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے تو اس سے کچھ مظنہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس کا کوئی سبب ضرور ہوگا کہ اتنی مثالوں سے یہ صفت ظاہر ہوئی ہے اگر یہ صفت اُن کی عام ہیئت لا کی وجہ سے نہیں ہے تو ضرور ہے کہ کسی اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مشترک خصوصیت کی وجہ سے ہو جبکہ اختلافی نوعیت حالات کی بڑھ جاتی ہے جس کی تابع مثالیں پائی جاتی ہیں اور بہت سے اختلافات باوجود اُن کے بعینہٖ لاہونے کے پائے جاتے ہیں تو یہ بہت دشوار ہو جاتا ہے کہ کوئی اور مشترک خصوصیتیں سوائے اُس کے جو اُن کے لاہونے میں شامل ہیں پائی جائیں۔ لہٰذا ہمارا اعتماد تعمیم پر بڑھ جاتا ہے اگرچہ اب بھی ممکن ہے کہ یہ جا ہو۔ تمام انسان فانی ہیں کیونکہ اگر انسان کا مرنا ضرور نہیں ہے سوا اس کے کہ ایسے حالات عارض ہوئے جو انسانیت کی ماہیت میں داخل نہیں ہیں تو کیا یہ امر عجیب نہیں ہے کہ کوئی انسان ان حالات میں پڑنے سے بچ نہ سکا؟ اس سوال میں قوت ہے۔ شمار اور اختلاف ہمارے مشاہدات کا اس نقطے پر ایسا ہے کہ تقریباً ہر شئے اس میں سے اسقاط کی جا سکتی ہے۔ تقریباً ہر شئے جس کا وقوع ایک انسان پر ہوا سوائے اُس کے جو انسان ہونے میں شامل ہے وہ اور انسانوں پر نہیں[1] واقع ہوئے۔ چاہیئے تھا کہ وہ نہ مرتے اگر اُنھی کی وجہ سے انسان مرتے ہیں پس کوئی چیز انسان ہونے میں شامل ہے اور ضرور ہے کہ یہی مرنے کا سبب ہو۔

استقراء بذریعہ تصفح بسیط کے ایک ضمنی اسقاط پر موقوف ہے لیکن اس اسقاط کا (طرح) کافی شعور نہیں ہوتا اور اکثر ناکامل ہوتا ہے۔ پس نتیجہ بالکل امکانی قیمت رکھتا ہے۔ لیکن یہ کہاں محسوس ہوتا ہے کہ مثالیں بہت کچھ استقاط میں کام دیتی ہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ غلطیوں کی راہیں مثالوں کی زیادتی سے بہت کم رہ جاتی ہیں اور نتیجہ زیادہ اطمینان کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔ عام تجویز میں اس قسم کی متناقض واقعات کی مزاحم نہیں ہو سکتیں لہٰذا اس قسم کی تجربی تعمیم ایک ہی متناقض مثال سے شکست ہو جاتی ہے اور نہ وہ خاص تجویزوں کی متحمل ہو سکتی ہیں استقراء کے

---

[1] یعنے سوائے انسانی ماہیت کے اور جو عوارض موت کا سبب ہوتے ہیں ایک انسان میں موت کا سبب اور دوسرے انسان میں نہ ہوئے۔ پس معلوم ہوا کہ انسان کی ماہیت ہی میں کوئی امر ہے جو موت کا سبب ہوتا ہے ۱۲ھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



موضوع بحث سے واقف ہونے کی وجہ سے نکلتی ہیں۔ اکثر انواع میں رنگ آمیزی کی صفت نہایت مختلف طریقوں سے ہے اگرچہ بہت بڑی میزان مثالوں کی کوّوں[1] کے سیاہ ہونے کی نسبت موجود تھی اس سے بھی قابل اطمینان نتیجہ نہ نکل سکا۔ پھر ایک مشکل اس تصور میں ہے۔ کیونکر دو صفتوں میں تعلیلی تعلق ہو سکتا ہے اور اس مشکل کی وجہ سے ہم اُن کے اتصال کے واقعے کو زیادہ وزنی نہیں سمجھتے اور بخلاف اس کے جہاں ارتباط کا تصور دو چیزوں کے اقتران سے ہو اور اس کی مطابقت ہمارے علم کے دوسرے اجزا سے ہوتی ہو وہاں ہم زیادہ آمادگی کے ساتھ اس ارتباط کو عمومیت بخشتے ہیں۔ اکثر پودوں اور جانوروں میں ایسی خاصیتیں ہیں جن میں باہمی تناسب ہے اور اُن کی نسبت عام بیانات ایسے کیے گئے ہیں جو تصفح بسیط پر مبنی ہیں لیکن نظریہ توالد سے ایک توضیح اس قسم کے اقتران کے دائمی ہونے کی سمجھ میں آتی ہے۔ کیونکہ کسی مورث میں جو چیز باہمی تعلق رکھتی تھی وہ باہمی تعلق دایماً اور کلیتہً اولاد میں پایا جا سکتا ہے۔ پس ہم اس کے فرض کرنے پر آمادہ ہیں کہ جو صفات ایک دوسرے کے ساتھ کسی نوع میں چند بار پائے گئے ہیں (جیسے بھورا پن سفید سور نیلی آنکھوں کے ساتھ ایک قسم کی بلّی میں پایا جاتا ہے یا سیاہ رنگ جو پیت روٹ کھانے کے خراب اثروں سے سوروں کو محفوظ رکھتا ہے) عموماً باہمی تعلق رکھتے ہیں اگرچہ ہم براہ راست اس کی کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ ان میں کیوں اتصال ہے۔ اگر دائماً ایسا اتصال پایا جاتا تو بھی اس کی توضیح ممکن نہ ہوتی۔

حجت تمثیل سے (کم از کم اس لفظ کے عام معنوں کے لحاظ سے) اس سے بھی قطعیت اسی طرح نہیں پیدا ہو سکتی جیسے استقراء بذریعہ تصفح بسیط سے نہیں ہوتی اور مثل اس کے اس کی بنا بھی اس عام یقین پر ہے کہ چیزوں میں کلی اتصالات ہیں اور یہ کہ خاصیتوں کا متصل پایا جانا شہادت ہے اُن کی حقیقی اتصال کی تمثیل کے معنے ابتداءً نسبت کا بعینہٖ ہونا ہے چار حدیں جبکہ پہلی کو

---

[1] یعنے سیاہ رنگ کے کوّے کروروں کی تعداد میں پائے گئے لیکن اس سے بھی یہ کلیہ قائم نہوا کہ کل کوّے سیاہ ہوتے ہیں ۱۲ ھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



دوسری کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کہ تیسری کو چوتھی سے متماثل کہلاتی تھیں اگر نسبت بعینہ دونوں صورتوں میں ایک ہی ہو پس جو کچھ ایک صورت میں نسبت سے نکلتا ہے وہی دوسری صورت میں بھی نکلے گا بشرطیکہ یہ نتیجہ نسبت ہی سے نکالا جائے نہ کسی اور شئے سے جہاں کہیں حدیں مقداری ہوں یا خالصاً اُن کی مقداری حیثیت تجویز کی گئی ہو اور اُن کے درمیان جو نسبتیں ہیں وہ بھی مقداری ہوں تو یہ استدلال درحقیقت ریاضی کا استدلال ہے تمثیل ریاضی میں عموماً تناسب کہی جاتی ہے۔ اور یہ استدلال مثل ریاضی کے دوسرے استدلالوں کے ضروری ہے۔ قطعی ہے۔ اگر وزن کے اعتبار سے ا : ب ؛ ج : د اور اگر ا کا وزن ب سے دوچند ہو تو ج کا وزن ضرور ہے کہ د سے دوچند ہو جب ہم ج : د کی نسبت کو ا : ب کی نسبت سے ملائیں اس بنا پر کہ وہ دونوں یکساں ہیں اور اُن کا یکساں ہونا کلیتہً معلوم نہو تو ہمارا استدلال برہانی نہ رہیگا۔ فرض کرو کہ مسافت بذریعہ ریل کے لندن سے برسٹل تک وہی نسبت رکھتا ہے جو مسافت کہ لندن سے پلائی موتھ تک ہے جب کہ مسافت لندن سے ڈارلنگٹن تک ہے اور اُس مسافت سے جو لندن سے ابردین تک ہے وہی نسبت رکھتا ہے اور ایک ٹن چوب لندن سے پلائی موتھ بھیجنے میں ڈیوڑھا خرچ ہوتا ہے اُس سے جو برسٹل تک بھیجنے میں ہوتا ہے تو ہم یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ نرخ باربرداری لندن سے ابرڈنگ تک ڈیوڑھی ہے بہ نسبت ڈارلنگٹن تک کیونکہ ضرور نہیں ہے کہ نرخ باربرداری کلیتہً مسافت پر موقوف ہو اور یہی نسبت ہے جو دونوں صورتوں میں بیان کی گئی ہے ؛

بہت سی نسبتیں ایسی ہیں جو مقداری نسبتیں نہیں ہیں اور دوسرے وجوہ پر باہمدگر تعلقات ہیں یہاں بھی تمثیل میں چاروں حدیں ہوتی ہیں اور جو کچھ کے پہلی کی نسبت سے دوسری کے ساتھ نتیجہ نکلتا ہے ویسی تیسری کی نسبت سے چوتھی کے ساتھ استدلال کیا جاتا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نسبت مریضوں کی طبیب کے ساتھ وہی ہے جو کہ خریداروں کی کسی اہل حرفت کے ساتھ ہے۔ اور جس طرح سے ایک خریدار آزاد ہے کہ وہ جس رقیب اہل حرفہ سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



چاہے معاملت کرے۔ اسی طرح ایک شخص اپنے آپ کو چند طبیبوں کے ہاتھوں میں دے سکتا ہے اور اگر نسبتیں بعینہ ہوں تو حجت سالم ہے اور بلاشک قیاس ہے کیونکہ مشترک نسبت حد اوسط ہو جائیگی جو کسی خاص وصف کو کسی انسان کی حیثیت سے ڈاکٹر کے ساتھ تعلق دے گی۔ جو لوگ تنخواہ دے کر دوسروں سے کام لیتے ہیں اُن کو اختیار ہے کہ کسی کام میں جتنے لوگوں کو چاہیں تنخواہ دے کے لگائیں یہ عام اصول ہے جو دکانوں میں خرید فروخت کرنے کی مزاولت سے نکلتا ہے اور تجویز یہ ہے کہ ہم اپنی صحت کے معاملے میں اسی کو جاری کریں۔ مریض اور طبیب کے معاملے کو ہم نے خریدار اور اہل حرفہ کے تعلق پر حمل کیا ہے۔ اگر ممکن نہ بھی ہوتا کہ ایک عام اصول علٰحدہ کر لیا جائے اور قیاساً استدلال کہا جائے تو ہم تمثیل کو استعمال کر سکتے ہیں یہ خیال کر کے کہ نسبتیں یکساں ہیں اور جو کچھ نسبت کی ایک صورت میں شامل ہے وہی دوسری میں بھی شامل ہے۔

بدقسمتی سے نسبتوں کی یکسانی میں شک ہو سکتا ہے نسبتیں اپنی حدوں سے مستغنی نہیں ہیں۔ مقداری نسبتیں بلاشک ہر چیز میں[1] سوائے مقداری حیثیت کے اپنی حدوں سے مستغنی ہیں اور اس وجہ سے عموماً بطور مقادیر مجردہ کے بیان کیجاتی ہیں لیکن دوسری نسبتوں میں ممکن ہے کہ حدوں کی عینی ماہیت کی تجرید جن کے درمیان نسبتیں واقع ہیں سخت دشوار ہو۔ ٹھیک اُن ہیئتوں کی جن میں نسبتیں شامل ہیں اسی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دو نسبتیں مشابہ ہیں تاہم ہم کو شک ہو سکتا ہے کہ آیا اُن میں ایسی مشابہت ہے جس سے استدلال درست ہو۔ ممکن ہے کہ جزواً وہ یکساں ہوں لیکن محض فرق کی وجہ سے نتیجہ نکالنا غیر سالم ہو پس استدلال جو بذریعہ تمثیل کے ہوتا ہے اُس میں ضرورت کی صفت نہیں ہو سکتی۔

---

[1] مثلاً دس سیر گیہوں ۵ سیر گیہوں سے دوچند ہے اسی طرح ۲۰ سیر شکر ۱۰ سیر شکر سے دوچند ممکن ہے کہ چاروں حدیں مختلف ہوں اور محض مقدار میں تناسب ہو مثلاً ۱۵ سیر لوہا ۳۰ سیر پتھر سے وزن میں نصف ہے اسی طرح چار سیر پانی دو سیر روئی سے وزن میں دوچند ہے ۱۲ ھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ڈیوڈ ہیوم کی یہ رائے تھی کہ نیکی اور بدی کسی فعل یا فاعل کے وصف نہیں ہو سکتے بلکہ وہ صرف وجدان ہیں جو کہ ایک فعل کے دیکھنے والے میں پیدا ہو سکتے ہیں اس طرح سے کہ اگر کسی نے میرے افعال کو پسند یا ناپسند نہیں کیا تو وہ نہ نیک کہے جا سکتے ہیں نہ بد۔ اور اُن حجتوں میں سے ایک جس کے ذریعے سے اُس نے اپنی اس رائے کے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی حسب ذیل ہے:۔ قاتل پدر اُس نے کہا کہ وہی نسبت رکھتا ہے اپنے باپ سے جیسا کہ شاہ بلوط کا پودا اُس درخت سے رکھتا ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہے۔ یہ ایک شاہ بلوط کے پھل سے نکلتا ہے جو پیدا کرنے والے درخت سے گرا تھا جب یہ پودا اُگ چکتا ہے تو اُس پھل کو پھینک دیتا ہے اگر ہم چاہیں تو اُس کو تلاش کر سکتے ہیں لیکن ہم اس امر میں کوئی بدی نہیں پاتے پس اُس دوسرے امر میں بھی کوئی بدی نہیں ہے یہاں جو نسبتیں شامل ہیں یکساں ہیں پس جبتک کہ ہم اس امر کے ماورا اُن وجدانات پر نظر نہ کریں جس سے کہ لوگ اس کا لحاظ کرتے ہیں تو ہم کو کوئی وجہ اس کو بد کہنے کی نہیں مل سکتی۔ بلاشک اس صورت میں ایک تمثیل ہے لیکن نسبتیں بعینہ یکساں نہیں ہیں کیونکہ نسبت باپ کی اپنی اولاد سے روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی اور قاتل پدر میں ایک حیثیت ارادے کی ہے اور ایسی تاثیریں ہیں جو شاہ بلوط کی طرف منسوب نہیں ہو سکتیں بہت سی دلیلیں تمثیل سے بلحاظ اس ناکامل یکسانی نسبت کے مشہور ہو گئی ہیں اور وہ خطیب کے ذخیروں میں سے پسندیدہ حصہ ہے اکثر فرائض ایک نوآبادی کے اُس ملک کی طرف جو اُس کی ماں[1] کہا جاتا ہے فرزند کے فرائض سے طرف اپنے والدین کے استخراج کیئے گئے ہیں تاہم یہ کسی طرح آسان نہیں ہے ایسی حدیں پائی جائیں جن میں یکساں نسبتیں ہوں زمین برطانیہ نے زمین آسٹریلیا کو پیدا نہیں کیا اور موجودہ آسٹریلیا

---

[1] انگلستان آسٹریلیا کی نوآبادی کی ماں ہے یہ تمثیل منطقی کے لیئے بالکل لغو ہے لیکن خطیب اس پر جو وہمی بنیادیں قائم کرتا ہے وہ اکثر عوام الناس کو فریفتہ کر سکتی ہیں ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کی آبادی برطانیہ کی اولاد سے نہیں ہے بلکہ اُن کے بزرگوں کی اولاد سے ہے۔ پس اُس ریاست جمہوری پر یہ فرزندی رعایت کس کے لیئے فرض ہے اور کیوں؟ بلاشک اس اعتقاد کی قیمت ہے اور اس وجہ سے کسی قدر جواز بھی۔ لیکن یہ حجت تمثیل سے اُس کی موجہ نہیں ہوسکتی۔ الکسس ڈی ٹاکول نے کہا تھا کہ نوآبادیاں مثل پھل کے ہیں جو درخت سے پختہ ہونے پر گر پڑتا ہے۔ یہ ایک اور تمثیل ہے۔ اور دو حدیں وہی ہیں جو کہ پہلی تمثیل میں تھیں نسبت ایک نوآبادی کی اس مُلک سے جس سے وہ پیدا ہوئی ہے مختلف مقابلے مختلف ذہنوں کے لیئے پیش کرتی ہے اور بالکل مختلف نتیجے ہوتے ہیں۔ یہ سب نتیجے اس سے نہیں نکل سکتے۔ ہم ایک اور مثال فرض کرتے ہیں جہاں نسبتیں قریبی ہیں اور اس وجہ سے حجت کی قدر بھی زیادہ ہے۔ یہ فرض کرکے کہ انتخاب طبیعی وہ سب کام کرسکتا ہے جس کا اُس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے[1] اور پھر اس بنا پر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ واقعات جن کی توضیح اس کے ذریعے سے ہوتی ہے مساوی طور سے ایک ذی عقل کی تجویز کی طرف منسوب ہوسکتے ہیں یہ گویا وہی بات ہے کہ ایک انسان اس بات کو تسلیم کرے کہ نیوٹن کا مسئلہ نظام شمسی میں کام کرتا ہے اور پھر کپلر کے ساتھ یہ بھی ماننا چاہیئے کہ ہر سیارہ اپنے مدار پر ایک موکل فرشتے کے ذریعے سے رہنمائی پاتا ہے اگر یہ آخری تجویز غیر معقول ہو تو پہلی کو بھی ہونا چاہیئے۔ یا اس عبارت پر غور کرو کہ مذہب لذت کے ماننے والوں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ لذت محض ایک مجرد تصور ہے اس حیثیت سے کہ وہ ایک مجرد تصور ہے لذت کا تجربہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ کسی نہ کسی نوع لذت کے جس کا تجربہ ہوسکتا ہے

---

[1] متاخرین میں ایک خاص رجحان پیدا ہوگیا ہے کہ قوانین فطرت کو وہ فطرت میں ایک فاعل موثر اور بعض اوقات گویا عقل و شعور کو بھی ضمناً اس کے ساتھ منسوب کر دیتے ہیں حالانکہ قوانین فطرت محض ایک نظم خاص کا بیان ہوتا ہے جو عالم میں ہم نے پایا ہے نہ کہ کوئی فرشتہ یا معاذ اللہ خدا جو بالذات موثر اور عامل ہے۔ درحقیقت یہ مغالطہ مجاز اور حقیقت کے غلط سے پیدا ہوتا ہے ۱۲ھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



لہذا غیر ممکن ہے کہ لذت کو (معیار) جانچ کا وسیلہ قرار دیں (یعنے یہ غیر ممکن ہے کہ جو چیز اچھی ہے اُس پر اُس مقدار لذت سے حکم لگائیں جو مقدار لذت کی اس سے حاصل ہوتی ہے یہ سچ ہے کہ ہم خاص لذت دینے والی حالتوں کا تجربہ کرتے ہیں جو کہ جزاً باہمدیگر مبائنت رکھتی ہیں لیکن یہ کوئی وجہ معقول نہیں ہے ہم ایک خاص مجرد عنصر جو اُن سب میں شامل ہے اُس کی مقدار کے ذریعے سے اُن کی تقسیم کے قابل نہوں کسی جہاز میں مجرد دولت بار نہیں ہوتی بعض میں جاء ہوتی ہے بعض میں، سکہ ہوتا ہے بعض میں کلیں ہوتی ہیں لیکن یہ بالکل جائز ہے کہ ہم اُن جہازوں کی ترتیب دیتے ہیں اس کو مناسب سمجھیں کہ ایک ترتیب اس طرح دریافت کی جائے کہ جو کچھ اُن پر بار ہے اُن کا یہ مجرد وصف کہ اشرفیوں کی تعداد معینہ ہے وہ قابل تبادلہ ہیں۔ اس حجت کی قوت اس پر موقوف ہے کہ خاص لذت بخش حالتیں لذت کے مجرد عنصر سے وہی نسبت رکھتی ہیں جو کہ جہازوں کے عینی بار (جہازوں پر جو چیزیں بار ہیں) دولت کے مجرد عنصر سے رکھتی ہیں بلاشک نسبتیں جزاً یکساں ہیں کیونکہ ہر ایک مجرد عنصر ایک وصف اپنے عینی موضوع کا ہوتا ہے لیکن وہ قابل تقدیر (پیمائش) ہیں اپنے اوصاف کے ذریعے سے اس واقعہ کی وجہ سے کہ اُن کا تبادلہ ایک معین تعداد کی اشرفیوں سے ممکن ہے اور سوال یہ ہے کہ آیا ایسی کوئی چیز ہے جو کہ دوسروں کو بھی اس طرح لذت کے حساب سے قابل پیمائش کردے۔ اس حجت کی قدر و قیمت پر غالباً اہل علم اتفاق نہ کریں اور اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمثیل سے جو حجتیں لائی جاتی ہیں وہ غیر منتج ہوتی ہیں۔ بہر طور ایک اور معنے جس میں اصطلاحات تمثیل اور حجت بالتمثیل استعمال ہوتے ہیں تمثیل ایک مشابہت ہے درمیان دو چیزوں کے اور نہ صرف مشابہت نسبتوں کی جو وہ بہ ترتیب دو اور چیزوں سے رکھتی ہیں اور حجت بالتمثیل ایک حجت ہے کسی درجہ مشابہت کی ایک اور مزید مشابہت کے ساتھ نہ یہ کہ وہ حجت ہو ایک نسبت کے نتائج کی ایک صورت میں اُس دوسری صورت کے نتائج سے علامتوں کے ذریعے سے تعبیر کرکے حجت کی صنف جواب تک بیان ہوئی ہے ا کو نسبت ہے ب سے جیسا کہ ج کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



نسبت ہے د سے ا اور ب کی نسبت سے ایسا ایسا نتیجہ نکلتا ہے۔ لہذا ج اور د کی نسبت سے بھی یہی نتیجہ نکلیگا۔ موجودہ حجت اس طرح جاری ہوگی مشابہ ہے ب سے ایک خاص حیثیت لا میں ا سے پیدا ہوتی ہے خصلت ء لہذا ب سے بھی خصلت ء پیدا ہوگی۔ اس صنف کی حجت بہت ہی عام ہے ٹھیک اُسی طرح جیسا کہ سنگ چقماق اور ہڈی کے بنے ہوئے اوزار وحشی نسلوں کے باہمدیگر زیادہ مشابہت رکھتے ہیں دھات کے بنے ہوئے اوزاروں اور توپ خانہ سے مہذب قوموں کے مسٹر اینڈریو لینگ اسطرح فرماتے ہیں کہ پریوں کے افسانے اور قصے وحشی قوموں کے ہر جگہ قریبی خاندانی مشابہت رکھتے ہیں یہ اُن کے ذہنی ماحصل ہیں یہاں یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ذہنی ماحصل جو کہ بعض مادی حاصلات سے اس جہت میں کہ وہ وحشی قوموں کے ماخوذ ہیں۔ اُن میں مزید مشابہت پائی جائے گی جس سے وحشی قوموں کی خصلتیں جو معلوم ہیں بخوبی ظاہر ہوں گی۔ یا یہ مثال سر ہنری مین سے اختیار کردہ اس بات پر بحث کر رہے ہیں کہ بہت سے نظامات قانون میں درصورت عدم موجودگی اولاد نرینہ کے کریا کرم کرنے کے لیئے مختلف تجویزیں عمل میں آئی ہیں تاکہ اُس کریا کرم کے قائم مقام ہوں ہم تبنیت کے طریقے سے آگاہ ہیں لیکن تبنیت سے انگلستان میں قانونی نتائج حقیقی بیٹے ہونے کے نہیں پیدا ہوتے ہندو مجموعہ قوانین میں تبنیت اور مختلف ضروری اعمال اس کے سوا تسلیم کر لیئے گئے ہیں اور جو لڑکا اس طرح سے حاصل ہوتا ہے اُس کی پوری حیثیت حقیقی بیٹے کی ہے وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اہم رسوم کریا کرم کے ادا کر سکتا ہے اور جائداد کا وارث جائز مثل حقیقی بیٹے کے ہو کہ باپ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ ایک ضروری عمل نیوگ کا طریقہ ہے یہ ایک رسم ہے کہ یہودیوں کے یہوی قبیلے کا ازدواج اُس کی ایک خاص صورت ہے بیوہ بلکہ زوجہ ایک لاولد شخص کی ایک لڑکا اُس خاندان کے ایک اور شخص سے حمل رکھوا کے پیدا کرتی ہے اور یہ لڑکا اُسی شخص کا سمجھا جاتا ہے نہ کہ اصلی باپ کا ایسے مصنوعی قرابت سے ہندوؤں کو کیونکر اطمینان ہوا؟ تمام قدیم رائیں (جن کا بیان ہے) کہ مذہبی ہوں یا قانونی اُن پر مثیلوں کا قوی اثر ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اور جو لڑکا نیوگ کے طریقے سے پیدا ہوتا مساوہ حقیقی لڑکے سے بہت مشابہ ہے۔ مثل حقیقی لڑکے کے وہ ایک شخص کی جورو یا بیوہ سے پیدا ہوا ہے اگرچہ اُس میں شوہر کا خون نہیں ہے لیکن شوہر کی نسل کا خون ہے۔ شخص واحد کا خون علی الاتصال چل نہیں سکتا لیکن خاندانی خون میں دوامًا روانی کی صفت ہے۔ مجھے یہ امر قدیم استناد کی جانب سے ایک رواجی قانون کے متعلق بالکل طبعی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے حالات میں خاندان کی ترقی مناسب طور سے جاری رہتی ہے اور ایک کاہن یا مقدس مقنن یہ تجویز کرے کہ کریا کرم بیوہ یا زوجہ کے لڑکے سے مقصود کی تکمیل کے لیئے معقول وجہ رکھتا ہے۔ اب ہم زیادہ تحقیقی علوم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حجت بالتمثیل استعمال کی گئی ہے۔ قبل اس کے کہ یہ معلوم ہو کہ روشنی تموجات کے ذریعے سے مسافت طے کرتی ہے یہ معلوم تھا کہ آواز ایسا ہی کرتی ہے روشنی اور آواز دونوں قابل انعکاس ہیں اور سمت انعکاس یکساں قانون کی تابع ہے۔ یہ کہ زاویہ انعکاس مساوی زاویہ وقوع کے ہوتا ہے ان واقعات سے بذریعہ تمثیل یہ استدلال کیا گیا تھا کہ روشنی مثل آواز کے تموجات کے ذریعے سے مسافت طے کرتی ہے۔ من بعد یہی صورت ثابت ہوئی سونے کی خاصیتوں میں زمانۂ قدیم سے قیام یعنے عدم طیران شمار کیا گیا تھا اور ایک عنصر بعد دوسرے کے پے در پے طیار پایا گیا تمثیل کے ذریعے سے یہ استدلال ہو سکتا تھا کہ سونا بھی طیار[1] ہے؛

اب ہم اس کو پیشتر کے صنف استدلال بالتمثیل سے اور من بعد اُن کی منطقی قدر و قیمت پر اور اُن کی اُس نسبت پر جو استقراء بذریعہ تصفح بسیط سے اُن کو ہے غور کریں گے؛

---

[1] اور فی الحقیقت ایسا ہی ہے سونا زیادہ حرارت میں اُڑ جاتا ہے اور سونے کے کارخانوں کی چھت اور تہتروں سے سونا لگا لاگیا ہے۔ مگر سونے کے لیئے زیادہ مقدار حرارت یا زیادہ مدت تک حرارت کا استعمال درکار ہے بہ نسبت اور دھاتوں کے پارہ فرار ہے اور پھر اور دھاتیں درجہ بدرجہ ۱۲ھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



چونکہ تمثیل میں چار حدیں ہوتی ہیں لہذا متاخر اور وسیع تر لیکن عام تر معنے حجت بالتمثیل کے ایسے ہیں کہ ابتداءً اُن کی توضیح دشوار معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک ایسی مشابہت کو جو نسبتوں کی مشابہت نہیں ہے تمثیل کہا جائے؟ شاید جواب یہ ہے کہ جہاں کہیں نسبت مقداری نہ ہو وہاں موضوع کے خاصے میں ایسی صلاحیت تجویز ہو سکتی ہے کہ اُس میں نسبت ہے۔ مقداری نسبت ایک چیز کی دوسری چیز سے اُس چیز کی ذاتی ماہیت پر منحصر نہیں ہے۔ لیکن اور نسبتیں موثر ہوتی ہیں ہم کو یہ نہ تجویز کرنا چاہیئے کہ یہ مشابہت مثل اس کے ہے جو کہ ایک آدمی کے بچے اور ایک ہاتھی کے بچے میں ہو۔ ایک کا وزن تخمیناً بارہ سیر اور دوسرے کا وزن بارہ من ہو۔ بلکہ مشابہت اس بات میں ہے کہ دونوں کی مائیں ہوتی ہیں (اگرچہ یہ بھی نسبتوں کی مشابہت ہے) یہ مشابہت معلوم ہوتی ہے کہ ایسی نسبت پر مبنی ہے اور شامل ہے کسی چیز کی اہم خصلتوں کو جو کہ نسبت دیجائے کسی اور چیز سے جس میں ایسی خالص نسبتی خاصیت کمتر ہو بہ نسبت اُس کے جو مقداری محمولات میں ہے اور اس طریقے سے اصطلاح تمثیل کو وسعت دے سکتے ہیں عموماً[1] مشابہتوں تک ایسی مشابہتوں میں بھی جہاں نسبتی[2] مشابہتیں ہوں ؛

---

[1] یعنے مشابہت عام ہے مقداری اور غیر مقداری دونوں کو مثلاً طریق توالد سے پیدا ہونا یہ بھی مشابہت ہے اور محض رنگین ہونا گو رنگ مختلف ہوں یہ بھی مشابہت ہے یا محض کرہ زمین پر سکونت رکھنا یہ بھی مشابہت ہے یا کسی اور کرے پر جو مثل زمین کے ایک کرہ ہو ساکن ہونا یہ بھی مشابہت ہے لفظ مشابہت بہت عام ہو گئی اور اُس کے معنے وسیع ہو گئے ۱۲ م

[2] میں حاشیے پر ایک اور توضیح اُس تبدیلی کی دیتا ہوں جو لفظ تمثیل کے منطقی استعمال میں ہوئی ہے لیکن یہ توضیح مجھے گذشتہ توضیح سے زیادہ واضح نہیں معلوم ہوتی۔ اربعہ متناسبہ ایک اعتبار سے ایک حجت ہے تمثیل سے۔ تمثیل کے مفہوم پر بنا کر کے تین حدوں سے ایک چوتھی حد دریافت کیجاتی ہے اس طرح تمثیل پوری ہو جاتی ہے۔ تمثیل کے عام تصور یا صورت سے آغاز کر کے تمثیل بالفعل پوری کی جاتی ہے۔ (تمثیل کی کل حدیں کامل کر دی جاتی ہیں) ایک جزئی صورت میں۔ پس اگر میں کہوں کہ ا اور ب دونوں سے خاصہ لا ظاہر ہوتا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ٹھیک معنے کے اعتبار سے بھی حجت بالتمثیل کے عموماً یہ معنے نہیں ہیں کہ ریاضی کا استدلال جو نسبت کے بعینہ ہونے سے کیا جاتا ہے اُس سے یہ مراد ہو۔ نسبتیں، صرف مشابہ ہیں اور ذاتی اوصاف میں اُن چیزوں کے جن میں نسبت دی گئی ہے نسبت کا تصور ہونا چاہیئے۔ حجت کی قدر و قیمت کے لحاظ کرنے میں ہم آئندہ اُس امتیاز سے قطع نظر کریں گے جو کہ اس استدلال کی دو صنفوں میں بتایا گیا ہے۔ اور جن کا یہ نام رکھا گیا ہے اور دوسری صنف کو اختیار کریں گے (پہلا جس کے قریب قریب ہے) اور دوسرے کو اصل مانیں گے۔ حجت تمثیل کے ذریعے سے ایک حجت ہے درمیان ایک چیز اور دوسری چیز (یا چیزوں) کے ایک حد تک دریافت کی ہوئی مشابہت سے ایک اور مزید مشابہت پر کیونکہ آ اور ب لا ہیں اور ا ء ہے لہذا ب بھی ء ہے۔ منطقی نسبت اس دلیل کی کیا ہے؟

ظاہر ہے کہ یہ ثبوت نہیں ہے جیسا کہ لوز[1] نے بتایا ہے کہ تمثیل سے کوئی ثبوت نہیں[2] ہوتا اکثر نتیجے جو اس طرح نکالے جاتے ہیں پھر اس کے بعد اُن کی تطبیق کیجاتی ہے۔ اکثر غلط پائے جاتے ہیں حجتیں جو تمثیل سے کی جاتی ہیں وہ اکثر متقابل نتیجے

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) علاوہ اس کے ا سے خاصہ ء کا اظہار بھی ہوتا ہے لہذا ب سے بھی خاصہ ء کا اظہار ہوگا۔ تو کہا جائیگا کہ میں نے ایک تمثیل کو کامل کیا۔ موجودگی لا کی ا میں موجودگی ء کے ساتھ ا میں وہی نسبت ہے جو کہ موجودگی لا کی ب میں موجودگی ء سے رکھتی ہے ب میں اس صورت میں ایک تمثیل کی موجودگی سے چوتھی حد پر حجت کیگئی ہے۔ لیکن اگر زیادہ وسیع معنے حد کے اصطلاح بیان کیئے جائیں تو اس کو قدیم استعمال سے زیادہ مشابہت نہیں ہے جیسے تین کی مثال میں ہیں

[1] ایک مصنف کا نام اُس کی منطق کے فصل ۲۱۴ کا حوالہ دیا گیا ہے ۱۲

[2] مابعد الطبیعی تنقید سے بہت آسانی کے ساتھ مشکلیں پیدا ہو سکتی ہیں اس رائے کے خلاف کہ نسبتیں اس تعلق کی حیثیت سے خارجی ہیں اور خاصہ موضوع کے اس اعتبار سے ذاتی ہیں۔ لیکن یہاں ہماری روش عام طریق سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ اُس کی اخیری مقبولیت سے۔ اور ہمارا خیال کہ ہم عموماً یہی لحاظ کرتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



پیدا کرتی ہوئی پائی گئی ہیں۔ افلاطون کی کتاب برمانیدس ایک مکالمہ اُس کے آخری عمر کا ہے اُس میں مختلف مشکلات پر بہ لحاظ اُن نسبتوں کے جو درمیان کلی اور جزئی کے ہوتی ہیں بحث کی گئی ہے۔ اکثر علماء نے یہ تجویز کیا ہے کہ مسئلہ مثل جو اُس کے اوائل عمر کی کتابوں میں بیان ہوا ہے یہاں خود اس کی تنقید[1] کی ہے۔ بعضوں نے یہ رائے دی ہے کہ اس مکالمے میں وہ تنقیدات[2] شامل ہیں۔ جو ارسطاطالیس نے سترہ برس کی عمر میں پہلے پہل نکالی تھیں جب کہ وہ مدرسۂ قدیمہ میں ایک طالب علم تھا۔ آیا جو نکتے اُس میں درج ہیں وہ افلاطون کے ذاتی ہیں یا اُس نے اپنے شاگردوں سے مستعار[3] لیئے ہیں۔ ایک جانب یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب افلاطون نے کتاب برمانیدس تحریر کی ہے تو اُس کا سن اسقدر زیادہ تھا کہ وہ اپنے نظام پر نظر ثانی نہ کرسکتا تھا گو کہ بظاہر جب اس مکالمے کے مطالب سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ نظر ثانی کر رہا تھا اور دوسری جانب یہ کہا جاتا ہے کہ سترہ برس کی عمر میں ارسطاطالیس کا سن اس قابل نہ تھا کہ وہ ایسی دقیق عالمانہ تنقید اپنے ذہن سے پیدا کرتا۔ لیکن کانٹ کی خاص تصنیفات جن میں اُس کی حکمت کا وہ نظام شامل ہے جس سے اُس نے شہرت پائی (۵۰) برس کی عمر کے بعد لکھے گئے تھے اور برکلی (۲۰) برس کی عمر میں جدید تنقیدیں لوک[4] پر اپنی کتاب مسودات میں لکھ رہا تھا ان میں سے ایک تمثیل افلاطون کی طرف منسوب ہونے کی تائید میں اور دوسری ارسطاطالیس کی تائید میں ہے ؛

---

[1] ایک اعتراض بعینہ وہی ہے جو ارسطاطالیس نے مسئلہ افلاطونیہ پر اکثر کیا ہے جیسا وہ ارسطو اُس مسئلے کو سمجھا ہے۔

[2] یہ صحیح ہے کہ یہ استدلال اختصار کے ساتھ کتاب دیما قریطیہ کے دسویں مقالے میں بعینہ مندرج ہے ۱۲ مصنف

[3] یہ تو مسلم ہے کہ ارسطاطالیس نے مسئلہ مثل پر اعتراض کیئے ہیں لیکن یہ کہ افلاطون نے اُن تنقیدوں کو اپنی کتاب برمانیدس میں لکھدیا بعید از قیاس ہے ۱۲ م

[4] میں نے اس استعمال کو جو لوک نے تمثیل کا کیا ہے بعینہ نہیں نقل کیا ہے ۱۲ مصنف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اگر تمثیل ثبوت نہیں ہے تو آیا اس کی کچھ بھی قدر و قیمت ہے؟ کیا ہم ایسے قاعدے دے سکتے ہیں جن کے ذریعے سے کسی مفروضہ صورت میں تمثیل کی قدر و قیمت پر حکم لگایا جا سکے۔ اس موقع پر ہم کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حجت کلیتہً ایک یقین پر مبنی ہے۔ کہ جو اتصال[1] ہم مشاہدہ کر رہے ہیں اُس سے ایک ارتباط پیدا ہے۔ موجود ہونا لا اور ر دونوں کا موضوع ا میں ہم کو ایسا ارتباط درمیان اُن دونوں کے بتاتا ہے کہ موضوع ب میں لا سے ر پر استدلال کرنا ہمارا جائز اور درست ہے۔ اگر ہم نے یقیناً یہ خیال کیا ہے کہ لا اور ر ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تو ہمارا ب ایک کے موجود ہونے کی توقع کرنا اس لیئے کہ دوسرا موجود ہے حماقت ہوگی اگرچہ حجت میں ایک ربط درمیان لا اور ر کے تسلیم کر لیا گیا ہے لیکن اس کے ثبوت کا کوئی ادّعا نہیں ہے کہ ر لا پر موقوف ہے نہ کسی اور خاصیت ظ پر جو کہ ا میں موجود ہے جس کا شریک[2] ب ہے ا کے ساتھ یہاں کوئی چیز اسقاط بھی نہیں کی گئی ہے۔ اگر کوئی ضمنی اسقاط موجود ہوتا۔ گو صریحی وہ صوری اسقاط نہ ہو یا کوئی ایسی چیز ہم کو معلوم ہوتی جو اس مفروض کی تائید میں ہوتی کہ لا اور ر میں کوئی ربط ہے تو ہم اپنی حجت کو زیادہ وزن دیتے۔ لہذا اگر دریافت شدہ مشابہت درمیان ا اور ب کے بہت زیادہ ہے تو ہم حجت بالتمثیل کو زیادہ ترقوی سمجھیں گے۔ کیونکہ کوئی چیز ا میں ایسی موجود ہے جو کہ لا کے موجود ہونے کی توجیہ کرتی ہے۔ اور اگر ر کو لا سے کوئی ربط نہیں ہے تو ہم کو چاہیئے کہ اُس[3] چیز کو بقیہ ماہیت ا میں تلاش کریں لیکن جس قدر زیادہ لا میں

---

[1] اتصال سے مراد ہے دو وصفوں کا ایک ہی شئے میں پایا جانا ارتباط سے مراد ہے اُن میں کسی علاقے کا ہونا ۱۲م

[2] افسوس ہے کہ ہم کو علم کی کساد بازاری اور زبان کی عام ناواقفیت کی وجہ سے اکثر الفاظ قلم زد کرنا پڑتے ہیں جو زیادہ تر مناسب اور بلیغ ہیں مثلاً لفظ سہیم کو کاٹ کے یہاں شریک بنا دیا ہے اگرچہ سہیم زیادہ تر مصنف کے مقصود کو ظاہر کرتا ہے ۱۲ھ

[3] وہ جس سے لا کے ا میں پائے جانے کی توجیہ ہو سکے ۱۲م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



(دریافت شدہ مشابہت) کو ہم داخل کرتے ہیں اُسی قدر کمتر کوئی شئے رہتی ہے جو اُس سے خارج ہو اور بہت کم شقیں ہمارے لیئے کھلی ہوئی ہیں جس سے ہم د کی موجودگی کو ا میں موجہ کریں۔ اب بھی یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ جب تک ہم صرف اس قسم کی تجویز پر اعتبار کرتے ہیں تو خاتمے تک باقی رہتا ہے کہ ممکن ہے یا نہیں، غیر مربوط ہو لا سے۔ فلہذا د ب میں نہ پایا جائیگا۔ اس سے زیادہ یہ تجویز وزنی ہے کہ ارتباط درمیان لا اور د کے جو اس حجت میں ضمناً داخل ہے ایسا ہے جس کے لیئے ہمارا پیشتر کا علم ہم کو آمادہ کرتا ہے۔

یہ واقعہ کہ زاویہ انعکاس مساوی زاویہ وقوع کے ہے بخوبی تجویز ہو سکتا ہے (جیسا کہ فی الحقیقت ہے) کہ اُس کا موجب آواز کا موجوں میں شائع ہونا ہے اور اگر ایسا ہے تو ہم اس واقعہ کو روشنی کی صورت میں بھی توقع کر سکتے ہیں کہ اس سبب سے پیدا ہوگا۔

ملاحظہ ہوگا کہ جن تجویزوں کا اثر ہم پر اس امر کے دریافت کرنے کے لیئے ہے کہ حجت بالتمثیل کو ہم کیا وزن بخشیں وہ ویسا ہی ہے جس سے ہم کو یہ تخمینہ کرنا چاہیئے کہ استقراء بذریعہ تصفح بسیط کی کیا قدر و قیمت ہے۔ دونوں ایک اصل عام کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اگر وہ اصل درست ہو تو اس سے اُن واقعات کی توجیہ ہوتی جن سے ہم استنباط کرتے ہیں کسی سے بھی صدق کا ثبوت نہیں ہوتا اور ثبوت کی کوشش ہمارا دوسرا کام ہے۔ مل ٹھیک کہتا ہے کہ کوئی تمثیل کیسی ہی قوی کیوں نہو قابل محقق اُس کو ایک سنگ نشان اُس سمت کی رہنمائی کے لیئے سمجھے گا جس میں نہایت درست تحقیقات عمل میں آئے اور تجربی تعمیم کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ مل کی منطق سے اس کے بعد کے جملوں کا نقل کرنا مناسب ہوگا۔ "اُسی آخری اعتبار کی وجہ سے ہے کہ تمثیل کی تجویزیں اعلیٰ درجے کی علمی قدر و قیمت رکھتی ہیں۔ وہ صورتیں جن میں تمثیلی شہادتوں سے اعلیٰ درجے کا مظنہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے صرف وہی ہیں جن میں مشابہت وسیع اور بہت تقریبی ہے۔ لیکن کوئی تمثیل ایسی نہیں ہے خواہ وہ کیسی ہی ضعیف ہو جو کہ ایسے تجربوں یا مشاہدوں کی طرف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



متوجہ کرنے کے لیئے بیش قیمت ہو۔ جن سے زیادہ اثباتی نتائج کی طرف رہنمائی ممکن ہے"

اب یہ دیکھنا ہے کہ تمثیل اور استقراء تصفح بسیط میں کیا فرق ہے؛ دوسری صورت میں لاقسم کی معدود مثالوں سے وصف ؛ پیدا ہوتا ہے ہم استنباط کرتے ہیں کہ کل لا ہیں۔ پہلی صورت میں چونکہ دو جزوی (فردیں) ا اور ب ایک خاص حیثیت لا میں موافقت رکھتی ہیں ہم استنباط کرتے ہیں کہ ؛ جس کا ظہور ا سے ہوا ہے اُس کا ظہور ب سے بھی ہوگا۔ دوسری صورت میں ایک وصف کی محدود وسعت سے اوپر ایک قسم کے ہم اُس کی وسعت اوپر تمامی قسم کے استنباط کرتے ہیں اور پہلی صورت میں ایک جزوی موافقت سے درمیان دو فردوں کے باعتبار ایک وصف عنوانی کے ہم استنباط کرتے ہیں کہ اس وصف کے اعتبار سے مزید موافقت ہے لیکن ایک بہ تدریج دوسرے میں منتقل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پہلی کہی جا سکتی ہے کہ ایک عام اصل کا اجرا خاص جزئی صورت میں ہے جو اصل کہ دوسری میں متعدد امثلہ سے بالنسبت پہلی کے استنباط کی گئی ہے۔ یہ بہت ہی ظاہر ہے ارسطاطالیس کی ایک مثال سے۔ (وہ حجت بالتمثیل کو مثال سے نامزد کرتا تھا) ایک شخص ممکن ہے کہ استنباط کرے کہ دایونیسیوس[1] سیراکیوس کے رہنے والے نے تجویز کیا تھا کہ حاکم جابر[2] ہو جائیگا جب کہ اُس نے قوم سے ایک باڈی گارڈ (فوج محافظ) طلب کیا کیونکہ پیس طراطوس نے اثنیہ[3] میں باڈی گارڈ طلب کیا تھا اور جب اُس کو وہ ملگیا تو وہ حاکم جابر بن گیا اور ایسا ہی تھیا جینس نے میگارہ

---

[1] دایونیسیوس سے استنباط کی صحت کے لیئے ضرور ہے کہ دایونیسیوس اول مراد ہو۔ اصل (جامع) یہ ہے کہ جو شخص فوج محافظ طلب کرتا ہے وہ جابر بننا چاہتا ہے اور حقیقۃً یہی اصل سیراکیوس شہر کے رہنے والے کے لیئے جو شکی مزاج کے تھے اُس کے دل میں ہوگی ۱۲ مصنف بحوالہ کتاب ریطوریقیہ (ارسطاطالیس) ۱۲

[2] غیر آئینی حاکم کو عربی میں جابر کہتے ہیں یہ اصطلاح مقررہ ہے اس کی جمع جبابرہ ہے ۱۲

[3] اثنیہ ایتھنز دارالسلطنت قدیم یونان ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



میں کیا تھا۔ دونوں ایک ہی عام اصل کی تحت میں ہیں۔ کہ جو شخص جبری سلطنت کا منصوبہ کرتا ہے وہ باڈی گارڈ طلب کرتا ہے۔ ایک مثال حجت بالمثل کی جو اوپر دی گئی تھی وہ سونے کے طیران[1] کے متعلق تھی۔ اور یہ بخوبی کہا جا سکتا ہے کہ سونے کا گیس (ہوائی) صورت کے قبول کرنے کے ناقابل ہونا بالکلیہ قیل کے خلاف ہے۔ لیکن ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا تجربہ جو دوسرے عناصر کے متعلق ہے اُس سے ہم کو اس تجربی تعمیم کی سند ملتی ہے کہ تمام عناصر طیار رہیں اور لہٰذا سونے میں بھی ایک قابلیت ہے۔ یہ مناسبت درمیان دو طریقوں استنباط کے اکثر اس واقعے سے چھپائی جاتی ہے کہ وجوہ مشابہت دو یا زیادہ موضوعات میں جو کہ بنیاد مزید مشابہت کے استنباط کی ہے اُس کا کوئی خاص نام نہیں نکلا ہے۔ کوئی اسم عام جن سے موضوع مشابہت کی قوت سے نامزد کیے جائیں موجود نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ مشابہت ایسی ہو جس کی ہم کو پہچان ہے مگر اُس کو ٹھیک ٹھیک بیان نہیں کر سکتے۔ سونے کی صورت میں ہم اس واقعے کو انتخاب کر سکتے تھے کہ وہ ایک عنصر ہے اور اس لیئے توقع اُس کے طیار ہونے کی درست ہے۔ درصورت رایونی سیوس اُس کا باڈی گارڈ طلب کرنا ایک ایسا واقعہ ہے جس سے وہ پیس طراطوس اور تھیا جنیس کی قسم میں داخل ہوا اور اس سے ہم کو یہ اندیشہ پیدا ہو کہ اُس کا قصد جبریہ حکومت کا تو نہیں ہے۔ ہر شخص جو موسمی حالت کی بصیرت رکھتا ہو گو بیان نہ کر سکے کہ آسمان کی کیسی صورت اُس نے مشاہدہ کی ہے جس سے وہ طوفان عظیم کا اندیشہ رکھتا ہے۔ اگرچہ وہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں رات کو ٹھیک ایسی ہی صورت تھی جب کہ طوفان اُٹھا تھا۔ وہ قضیۂ عام (جس کو بعض استقراء کہیں گے) جو کہ اُس کے استنباط میں واسطہ واقع ہوا ہے جس سے وہ گذشتہ موقع سے موجودہ پر استدلال کرتا ہے صورت بیان میں نہیں آسکتا۔ شاید ایسا معلوم ہو کہ وہ بغیر اس واسطہ کے استنباط کر رہا ہے۔ اور جو مناسبت

---

[1] طیران یعنے آگ کی گرمی سے اُڑ جانا۔ یہ اہل کیمیا کی اصطلاح ہے۔ اسی لیئے وہ پارے کو طیار کہتے ہیں ۱۲ مترجم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اس طریقہ عمل اور استقراء تصفح بسیط میں ہے مشاہدہ نہ ہو سکے۔ تاہم یہ موجود ہے اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ایک عمل یہ تدریج دوسرے میں منتقل ہو جاتا ہے جب کہ تعداد مثالوں کی زیادہ ہو جاتی ہے۔ جن سے نتیجے کا استنباط ہو۔ اگرچہ جہاں کہیں ہم ایک اصل عام کو صورت بیان میں نہ لائیں تو ہم یقیناً کہیں گے کہ ہماری حجت تمثیل سے ہے۔ نہ دوسری طرح ؛

اس امر کا تحقق کچھ اہمیت رکھتا ہے کہ اس قسم کی حجت میں ایک اصل عام ہمیشہ شامل رہتی ہے۔ کیونکہ یہ مناقشہ کیا گیا ہے کہ تمام استنباط درحقیقت جزوی سے طرف جزوی کے چلتا ہے ممکن ہے کہ بعض نفسانی اعمال ہوں جن میں ایک انسان کا ذہن بلاواسطہ ا سے ب میں تجاوز کرتا ہے اور وہ دوسرے پر وہی محمول کرتا ہے جو کہ وہ پہلے پر محمول کرتا تھا۔ بغیر اس کے کہ وہ استدلال کی بنا کرے کسی ایسے امر پر جو دونوں میں مشترک سمجھی گئی ہو۔ اسی طرح جیسے کوئی شخص کسی دیوار میں صندوق خطوط کے پاس سے گذر کر اس کو وقت دریافت کرنے کے لیئے دیکھنے لگے۔ علماء نفس ایسے افعال کو تلازم تصورات سے توجیہ کرتے ہیں لیکن اس میں کوئی امر منطقی نہیں ہے۔ اور استنباط نہیں ہے ہر شخص جب اس سے پوچھا جائے اس کو تسلیم کریگا کہ بغیر اس کے سمجھے ہوئے کہ ب ا کے ساتھ ان شرائط میں شریک ہے جن پر ج کی موجودگی موقوف ہے۔ وہ کسی عقلی طریقے سے ج کی موجودگی ب میں نہ تجویز کریگا اس لیئے کہ اس نے ا میں اس کو پایا اور جو طریقہ عقلاً عمل میں نہ آئے اس کو بمشکل عمل استدلال کہہ سکتے ہیں لیکن یہ تجویز عام ارتباط کی تجویز ہے۔ لہذا استدلال جزوی سے جزئی پر بواسطہ ایک ضمنی اصل کلی کے اپنا کام کرتا ہے ؛

---

ا یہ کل کا مسلمہ ہے کہ کل استدلال درحقیقت جزئی سے جزئی پر چلتا ہے مصنف نے یہاں ایک تعریض عالمانہ کی ہے جو ظرافت سے خالی نہیں صاحبان ذوق ملاحظہ کر سکتے ہیں ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



# باب بست و پنجم

## استدلال تعلیمی یعنے ریاضی کا استدلال

ریاضیات (فلسفہ تعلیمی) کو اکثر علم قیاسی کہا ہے اور درست کہا ہے تاہم یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ علم بھی عمومات پر مبنی ہے جو تجربے سے ماخوذ ہیں لہذا یہ علم بھی اساساً استقرائی ہے۔ اکثر طریقے استدلال کے ریاضی میں ایسے ہیں جن کو استقرائی کے نام سے بالتخصیص موسوم کیا ہے۔

اُن میں سے ایک طریقہ ٹھیک استقراء ہے بذریعہ تصفح کامل کے جو کہ بعض اوقات ریاضیات میں واقع ہوتا ہے ایک قضیہ مثلث قائمۃ الزاویہ منفرجۃ الزاویہ اور حادۃ الزوایا سے عام تر کلیۃً مثلث کی نسبت بیان کیا جا سکتا ہے یا قطع زائد مکافی اور ناقص سے عام تر صرف قطوع مخروطات کی نسبت عموماً بیان ہو سکتا ہے۔ سلسلہ ذوالاسمین[1] کے بسط کا جو قاعدہ ہے اُس کو علٰحدہ علٰحدہ اسطرح ثابت

---

[1] یہاں بعض اصطلاحیں ریاضی کی ہیں جن کا ترجمہ علٰحدہ لکھدیا گیا ہے۔

ذوالاسمین یعنے جو مقدار دو چیزوں سے مرکب ظاہر کیجائے۔ اور بذریعہ علامت مثبت یا منفی کے جوڑی جائے مثلاً $\overline{ا + ب}$ یا $\overline{ج - د}$

بسط کسی جملے کو کھولنا جیسے $(ا + ب)^۲ = ا^۲ + ۲ ا ب + ب^۲$

قوت نما جس کو مضلعہ کہتے ہیں مثلاً $ا^۲$ یعنے الف کا مضلعہ دوم جس کو اصطلاح جدید میں قوت کہتے ہیں ۱۲

عدد صحیح جیسے ۱ و ۲ و ۷ وغیرہ

عدد منفی جیسے ۱ و ۳ و ع وغیرہ

کسر جیسے $\frac{۱}{۲}$ و $\frac{۱}{۵}$ و $\frac{۳}{۷}$ یا $\frac{لا}{د}$ وغیرہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کرتے ہیں کہ وہ اس صورت میں صادق آئیگا جبکہ قوت نما عدد صحیح مثبت ہو۔ جبکہ قوت نما منفی ہو۔ اور جبکہ قوت نما کسر ہو لہذا عموماً اور کلیتہً ثابت ہو سکتا ہے۔ ریاضیات میں ہمارے موضوع کی خاص ماہیت کی وجہ سے ہم کو ہر صورت میں اس امر کے ملاحظے کا موقع ملتا ہے کہ کوئی دوسری شق متبادل ممکن نہیں ہے جو اس جنس کے ماتحت ہو سوائے اُس کے جس پر ہم نے نظر کی ہے لہذا ہم کو یقین ہو سکتا ہے کہ ہمارا استقراء کامل ہے موضوع بحث کی ماہیت سے ہم کو مزید برآں اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ ہر نوع کا خاصہ جو کسی جنس کے ماتحت ہے یکساں ہے اور اس یکسانی کی وجہ کوئی امر عارضی[1] نہیں ہے۔ لہذا جو نتیجہ ہم نے نکالا ہے وہ عموماً اور صحت کے ساتھ جنس پر کلیتہً صادق ہے اور یہ اس جنس کی کسی نوع کی نسبت ایک محض تصفحی تصدیق نہیں ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ ایک بنائے عام موجود ہے اگرچہ ہم کو اُس بنا کے ذریعے سے ثبوت نہیں ملا ہے اس قسم کا تعلیمی ریاضی استقراء زیادہ خوض و فکر کا محتاج نہیں ہے صورت اس سے اختلاف رکھتی ہے جس میں کوئی قضیہ ایسا استنباط کیا جائے جو کہ وہ کلیتہً صادق آتا ہے محض اس لیئے کہ دو ایک صورتوں میں اُس کا صادق آنا ثابت کیا گیا ہے۔ اس قسم کا استنباط علم ہندسہ میں واقع ہوتا ہے جہاں ہم ایک امر کسی خاص مربع یا دائرہ یا مثلث کے لیئے ثابت کرتے ہیں اور یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ عموماً مربع یا دائرہ یا مثلث پر صادق ہے۔ یا پھر الجبرہ میں ایک فارمولا (ضابطہ) واسطے جمع یا بسط کسی سلسلہ وغیرہ کے لا کی کسی خاص قیمتوں کے لیئے ثابت کیا گیا ہے اور پھر یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ یہ ہر قیمت کے لیئے صادق ہے۔ پہلی قسم کا طرز عمل ایسا مشہور ہے کہ اُس کے لیئے کسی تشریح کی حاجت نہیں ہے۔ دوسرے کی سب سے سادی تشریح اُس ضابطے کا ثبوت ہے جس سے ع افراد[2] اولیہ کے جمع کرنے کا ثبوت دیا جاتا ہے یعنے وہ افراد جس کا سلسلہ ایک سے شروع کر کے افراد متوالیہ

---

[1] یعنے خاصہ نوعی یا جنسی زیر بحث ذاتی ہے عرضی نہیں ہے ۱۲۔

[2] فرد اُس عدد کو کہتے ہیں جو دو برابر پر تقسیم نہو سکے اس کے مقابل زوج ہے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



میں جس حد تک چاہیں لیجائیں مجموع ہمیشہ ع² یعنے تعداد کی دوسری قوت کے برابر ہے۔ اور اس کا ثبوت اس طرح دیا جاتا ہے جمع کرنے سے پایا جاتا ہے کہ پہلے تین یا چار یا پانچ افراد متوالیہ کا مجموع ۳² و ۴² و یا ۵² ہے فلہذا ثابت کیا جاتا ہے کہ اگر مجموع افراد متوالیہ اولی ع - ۱ ہو تو وہ = ع - ۱ ہوگی اور پھر مجموع ع اعداد متوالیہ اولی ضرور ہے کہ = ع² ہو کیونکہ ع - ۱ داں عدد فرد ۲ع - ۳ ہے۔ فرض کرو کہ

۱ + ۳ + ۵ + ۷ + ... + ۲ع - ۳ = ع - ۱ = ع² - ۲ع + ۱

اس مساوات کے دونوں طرف ۲ع - ۱ (جو کہ سلسلۂ مذکورہ میں اس کے بعد کا یا ع داں عدد فرد ہے)

∴ ۱ + ۳ + ۵ + ۷ + ... + ۲ع - ۳ + ۲ع - ۱ = ع² - ۲ع + ۱ + ۲ع - ۱ = ع²

اگر ضابطۂ مذکورہ ع - ۱ تعداد پر صادق آتا ہے لہذا وہ ع تعداد پر صادق آئیگا۔ یعنے ہمیشہ جو تعداد کے لیئے یہ صادق آتا ہو اُس سے ایک عدد زیادہ کے لیئے بھی صادق آئیگا۔ لیکن یہ پایا گیا تھا کہ جمع کرنے سے (مثلاً) ۵ تعداد پر صادق آتا ہے لہذا ۶ پر صادق آئے گا۔ اور چونکہ پھر ۷ پر صادق آتا ہے۔ قس علی ہذا الی غیر النہایہ پس کلیتہً صادق آتا ہے۔

اس استدلال کو اور علوم استقرائی کے استقراء کے ساتھ مقابلہ کرنا مفید ہوگا۔ ایک اعتبار سے مسئلہ بعینہ ایک ہے یعنے عمومیت کے لیئے ہمارا وثیقہ کیا ہے؟ تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دونوں صورتوں میں استدلال ایک ہی قسم کا ہے۔

ہم نے ملاحظہ کیا کہ علوم استقرائیہ میں جملہ عمومات کی بنا ایک کلی ارتباط کی موجودگی پر ہے۔ خواہ ہم اس کلیئے کو قانون تعلیل کہیں خواہ استصحاب فطرت کہیں

---

لہ ۱ = ۱

۱ و ۳ = ۴ جو مساوی ۲ کے مربع کے ہے

۱ و ۳ و ۵ = ۹ جو مساوی ۳ کے مربع کے ہے

۱ و ۳ و ۵ و ۷ = ۱۶ مساوی ۴ کے مربع کے ہے

۱ و ۳ و ۵ و ۷ و ۹ = ۲۵ مساوی ۵ تعداد کے مربع کے ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



یا کسی اور طریقے سے بیان کریں۔ لیکن خاص مسئلے کی استقرائی تحقیق میں یہ ہے کہ وہ شرائط دریافت کیئے جائیں جن سے کہ ایک معین اثر لاکلیتہً مربوط ہے۔ اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک حصر و ضبط کے ساتھ ثابت کیا جائے۔ کہ کس چیز سے یہ واقعات کی شہادت کے اعتبار سے کلیتہً مربوط نہیں ہے۔ یہاں تک کہ صرف ایک ہی شق باقی رہ جائے جو خارج نہ ہو سکی ہو جس کے تسلیم کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے عمل استقاط سے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ہم کسی شکل ہندسی کے خواص یا کسی سلسلۂ اعداد کا مجموعہ برہان سے نہیں ثابت کرتے۔ ہم یوں نتیجہ نہیں نکالتے کہ کسی مثلث کے زاویئے دو قائموں کے برابر ہیں اس سبب سے کہ ہم نے کوشش کی ہے اور دریافت کیا ہے کہ کوئی ایسی شئے موجود نہیں جس کے برابر وہ ہو سکیں بلکہ ہم ایک خط مستقیم مثلث کے راس[1] میں گذرتا ہوا قاعدے کے متوازی کھینچتے ہیں۔ اور اس سے ہم یہ ملاحظہ کرتے ہیں کہ فضا کی ماہیت میں مساوات مذکورہ ضرورۃً شامل ہے علم ہندسہ کا عالم بعض اوقات کسی سابق کی برہان کی طرف رجوع کرتا ہے اگرچہ اُس کو اُس نتیجے کی ضرورت کا ذہنی تحقق بالفعل نہو مثلاً اس بات کے ثابت کرنے کے لیئے کہ نصف دائرے کا زاویہ قائمہ ہوتا ہے وہ رجوع کرتا ہے اُس واقعے کی طرف کہ تینوں زاویئے مثلث کے جو اس نصف دائرے میں بنی ہوئی ہے دو قائموں کے برابر ہے۔ اور اس واقعے کی طرف کہ قاعدے پر کے زاویئے مثلث متساوی الساقین کے ایک دوسرے کے برابر ہوتے ہیں۔ اور اب صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ زاویہ جو کہ نصف دائرے میں ہے ضرور ہے کہ برابر باقی دو زاویوں کے مدجوکہ مثلث موسومہ میں ہیں جس حد تک کہ وہ برہان سابق کے نتیجے کی طرف رجوع کرتا ہے اور اُس کو اُس شکل میں جو اُس کے سامنے ہے جاری کرتا ہے اُس کا استدلال قیاسی ہے لیکن جبکہ اُس کو اس نتیجے کی ضرورت کا تحقق ہوتا ہے تو وہ قیاس نہیں کرتا بلکہ بداہتہً فضائی نسبتوں کی سچائی پر اُس کی نظر ہوتی ہے اور یہ

---

[1] یا دو ضلعوں کے مقام تقاطع سے تیسرے ضلعے کے متوازی ۱۲ مم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



شکل کے بنانے کی مدد سے اُسے معلوم ہو جاتا ہے ؛

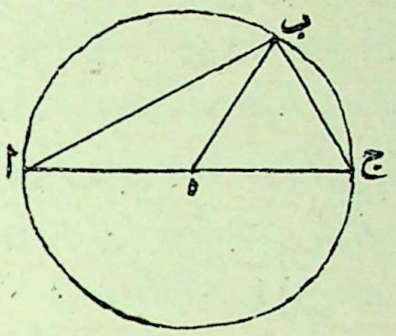


یہ محسوس ہوتا ہے کہ دلیل خلف ہندسہ میں ایک ناقص ثبوت ہے۔ صرف اس لیئے کہ فلاں قضیہ صادق ہے بلا واسطہ حوالے سے اُن شرائط کے جو اُس کو ضروری کرتے ہیں اور نہ بالواسطہ اُس کے نقیض کو باطل قرار دیکے اس صورت میں استدلال بلا واسطہ شرائط سے اُس کے نتائج[1] پر جاری ہوتا ہے نہ جیسا کہ استقرار میں واقعات سے اُس اصل واحد پر جس سے اُس کی عدم منافات ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور یہ جاری ہوتا ہے بذریعہ ہماری بصیرت کے۔ (جبکہ ہم لکیریں کھینچ کے تجربہ کرتے ہیں) ایک ضمنی واقعے کی ضرورت کا موقوف ہونا دوسرے واقعہ پر فضائی نسبتوں کے نظام میں پہلی وجہ سے یہ قیاسی ہے۔ دوسری وجہ سے اُس کے مقدمات ہماری برہان حجت کے خاص مقدمات ہیں یعنے ہندسی سچائی صدق جن سے دوسرے ہندسی سچائیوں کی توضیح ہوتی ہے اور یہی امر کسی حسابی عمل میں ملاحظہ ہو سکتا ہے خواہ وہ حساب ہو خواہ الجبرہ وہاں بھی ہم قیاسی استدلال کرتے ہیں اور وہاں بھی ہمارے مقدمات خاص مقدمات ہیں یعنے مقداری نسبتوں کے صدق سے

---

[1] یہ سچ کہ ریاضیات میں مختلف صدق فضائی یا مقداری نسبتوں کے متعلق باہمدگر مشروط ہیں اور ترتیب برہانات کی یکساں ہے کبھی اصل فرع ہو جاتی ہے اور کبھی اس کا عکس تاہم استدلال قیاسی ہی ہوتا ہے اس لیئے کہ مقدمات سے عقلی ضرورت نتیجے کی ظاہر رہتی ہے نہ یہ کہ برہان یہ ضرورت موقوف ہو ۱۲ مصنف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



دوسری مقداری نسبتوں کا صدق ضرورۃً پیدا ہوتا ہے۔ نہ کوئی خاص مشکل استقراء ریاضی تعلیمی میں ہے جس کو ہم کسی ضابطہ جمع یا بسط سلسلہ وغیرہ کے لیئے کام میں لاتے ہیں جب کہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ ایک ضابطہ جو کہ ع ۔ا حدوں پر صادق آتا ہے وہ ع حدوں پر بھی صادق آئیگا۔ ع سے مراد ہے کوئی عدد کیوں نہ ہو جس طرح سے کہ وہ دائرہ جو سیاہ تختے پر بنا ہوا ہے وہ دائرے کی تعبیر ہے خواہ کوئی دائرہ کیوں نہو۔ ہندسی ثبوت موقوف ہیں فضائی نسبتوں کی بداہت پر اور جبری ثبوت مقداری نسبتوں کی بداہت پر اور یہی اختلاف دونوں علموں میں ہے لیکن یہ کچھ زیادہ تعجب کی بات نہیں ہے بہ نسبت اس واقعہ کے کہ فلسفہ اخلاق میں ہمارے ثبوت ایسی نسبتوں کی بصیرت پر موقوف ہیں جو نہ مقداری ہیں نہ فضائی وہ ہندسہ اور الجبرہ دونوں سے مختلف ہے ؛

پھر ہم اسی سوال کی طرف رجوع کر سکتے ہیں کہ تعمیم کا وثیقہ ہمارے پاس کیا ہے؟ ہمیں تسلیم کرنا چاہیئے کہ وہ استدلال جس سے ہم ثابت کرتے ہیں کہ زاویہ اس نصف دائرے میں ا۔ ب۔ ج قائمہ ہے اور وہ ضابطہ جو کہ مجموع ع۔ا افراد متوالیہ اولیٰ پر صادق آتا ہے وہی ع افراد متوالیہ اولیٰ پر بھی صادق آئیگا اُس استدلال سے اختلاف رکھتا ہے جس سے ہم ارتباطات علت و معلول کے علوم استقرائیہ میں ثابت کرتے ہیں ؛

تاہم یہ نتیجہ ہم کیوں نکالتے ہیں کہ زاویہ کسی نصف دائرے میں قائمہ ہوگا۔ یا یہ کہ ضابطہ واسطہ مجموع افراد متوالیہ کے جو کہ ع ۔ ا وین حد تک صادق آتا ہے وہ کسی فرد تک صادق آئیگا جو اُس کے بعد ہو جبکہ ہم نے اس نصف دائرے اور اس سلسلے کے لیئے جو ع ۔ ا وین عدد فرد کے فرد مابعد تک کیلئے ثابت کیا ہے؟

غالباً اکثر لوگوں کا طبعی رجحان یہ ہوگا کہ وہ اس سوال پر تعجب ظاہر کریں نہ کہ اُس مشکل کے احساس پر جو کہ اس ثبوت میں ہے۔ وہ کہیں گے کہ اس سے کیا فرق پڑ سکتا ہے کہ کونسا دائرہ اختیار کیا جائے؟ اس سے کیا فرق پڑ سکتا ہے کہ ضابطہ اسقدر افراد تک صحیح ہے وہ اُس تعداد سے جس کو تم نے ع ۔ ا سے تعبیر کیا ہے ایک اور فرد اور لے لی جائے تو بھی صحیح ہوگا؟ یہ متضاد سوالات کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مناسب جواب الجواب ہے لیکن اس بات کا ملاحظہ کرنا مفید ہے کہ کون سے اصول پر ان کی بنا ہے جو مضبوطی کے ساتھ ذہن نشین ہیں لیکن شاید صورت بیان کا شعور نہیں ہوا ہے[1]

وہ اصول یہ ہیں کہ فضا کی ساخت یکساں ہے اور سلسلۂ اعداد کی ساخت بھی یکساں ہے۔ یہ اس سبب سے کہ فضائی نسبتیں خصوصیت مکانی سے متاثر نہیں ہوتیں جو کچھ ہم نے اس دائرے کا خاصہ ملاحظہ کیا ہے وہ ہی ہر دائرے کا خاصہ ہونا چاہیئے اس سبب سے کہ فرق درمیان ایک عدد فرد اور دوسرے عدد فرد کے جو اس کے بعد ہے یکساں ہے ہر نقطہ سلسلۂ عددی میں وہ استدلال جو کہ ع - ۱ دیں سے ع دیں عدد تک درست ہے وہ ع کی ہر قیمت پر درست ہے۔ اگر اور صورت ہوتی تو ہم فضا کے نمونے آزماتے جیسے پنیر کے نمونے آزماتے ہیں۔ اور اس امر کے یقین کرنے کی کوئی اور وجہ نہ ہوتی کہ ایک خاصہ جس کو ہم نے اس دائرے کی نسبت ثابت کیا ہے جو میرے کالے تختے پر بنا ہوا ہے وہی خاصہ اس دائرے میں بھی پایا جائے گا جو اس کتاب کے صفحے پر بنا ہوا ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ یقین کیا جائے کہ وہ مزا اور بو جو اس پنیر میں ہے جو بُرج واٹر میں مول لیا گیا ہے وہ بعینہٖ اس پنیر کا بھی خاصہ ہے جو واٹر فورڈ میں مول لیا گیا ہے۔ اسی طرح مجھکو مختلف مقامات عددی سلسلے کے بھی امتحان کرنا ہوتے ہیں۔

لیکن نمونہ ایسا استعارہ نہیں ہے جو اس موقع کے لیئے مناسب ہو کیونکہ جب میں ایک پنیر کا نمونہ لیتا ہوں تو میں اس پنیر کے ٹکڑے سے جس کو میں نے چکھا ہے کل پنیر پر تعمیمی حکم لگاتا ہوں ممکن ہے کہ اس صورت میں میں تعمیم نہ کر سکوں میں ایک دائرے کا امتحان کروں یا افراد متوالیہ گا ۱۵۔ اس امر کے دریافت کرنے کے لیئے کہ اس کے محیط پر زاویہ قائمہ پیدا ہوتا ہے جس کا وتر دائرے کا قطر ہے۔ یا مجموع اس سلسلۂ اعداد کا ۱۵۷ ممکن ہے کہ میں اس دائرے کو تمام دائروں کا مثالیہ یا اس سلسلۂ عدد کو دوسرے سلسلوں کا مثالیہ نہ بنا سکوں کیونکہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ

---

[1] مصنف کا مقصود ہے کہ یہ اصول دلوں میں سما گئے ہیں لیکن انکا بیان نہیں ہوا ہے ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



میں اپنی برہان کو دوسرے دائرے پر یا ایک سلسلے کو جس میں ایک حد زیادہ ہے تمام دائروں پر یا تمام سلسلوں پر جو کسی مقام تک لیئے جائیں منتقل نہ کرسکوں ؛

امر واقعہ یہ ہے کہ نفسا کی یکسانی اور یکساں ساخت عددی سلسلے کی استدلال تعلیمی سے وہی نسبت رکھتی ہے جو کہ استصحاب فطرت کو استقراء سے ہے۔ اگر ان سے انکار کروگے تو دونوں صورتوں میں کوئی قضیہ کلیہ باقی نہ رہیگا جو کبھی ممکن ہو۔ نہیں۔ بلکہ کوئی برہان ممکن نہ رہیگی۔ حتےٰ کہ جزئی صورت کے لیئے بھی جیسے کہ ہم یہ بھی نہیں ثابت کرسکتے کہ کلیتہً پطرا کی موت ایک بھڑ کے زہر سے ہوئی بغیر اس کے کہ ہم تسلیم کریں کہ یہ امر کسی سبب پر موقوف ہے جس سے اس قسم کی موت کو کلیتہً ربط ہے بلکہ صرف یہ کہہ سکتے تھے کہ ایک بھڑ نے اُس کو کاٹا اور وہ مرگئی اسی طرح ہم یہ بھی نہیں ثابت کرسکتے کہ زاویہ کسی مفروضہ نصف دائرے میں قائمہ ہوتا ہے۔ بلکہ صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس نصف دائرے میں ایک زاویہ ہے جو جو کورسا معلوم ہوتا ہے ہم سراسر کل ارتباطات پر اُن عناصر میں جو از روئے صفت یکساں ہیں اعتماد کرتے ہیں۔ ایک بھڑ اگر وہ اُسی ماہیت کی ہو اور اُسی قوت سے ایسے شخص کو جس کا ویسا ہی جثہ اور مزاج ہو اگر کاٹے گی تو اُس شخص میں وہی اثر پیدا ہوگا اور ایک دائرہ اگر وہ وہی شکل ہے تو اُس میں ہمیشہ وہی خاصہ ہوگا نہیں تو ہم کسی ایک صورت میں بھی ایک معین نتیجے کو ایک معین سبب سے یا ایک معین خاصہ کسی معین موضوع سے منسوب نہ کریں گے ؛

اگر موازات کے ملاحظے میں کوئی مشکل ہے تو وہ اس واقعے سے پیدا ہوتی ہے کہ دائرہ صریحاً ہمیشہ ایک ہی شکل کا معلوم ہوتا ہے۔ دائرۂ قد[1] اور استدارت میں اختلاف رکھتے ہیں اور مثلثوں میں بہ نسبت دائروں کے زیادہ فرق ہیں مگر ہم دائرے کی شکل کو اُس کے قد سے علیحدہ کرکے یا محض مثلثیت کو ایک مثلث کی اُس کے اضلاع یا زاویوں کے تناسب مجرد کرکے آسانی سے ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ اور جب ہم نے اپنی برہان میں ثابت کیا کہ کوئی خاصہ فقط دائرے کی صورت

---

[1] خاص مقدار یا ناپ ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



سے یا محض تین سیدھے خطوں سے بنے ہونے کے سبب سے مثلث سے پیدا ہوتا ہے بغیر اس کے کہ ہم کوئی اور امران دونوں شکلوں کے بابت اپنی توجہ میں لیں تو ہم جانتے ہیں کہ یہ خاصہ تمام دائروں پر یا تمام مثلثوں پر صادق آئے گا۔ علوم استقرائیہ میں ہماری مشکل اس دریافت کرنے میں شامل ہے کہ بعینہٖ وہیان پیچیدگی صورت موجودہ کے جو ہمارے سامنے ہے کن شرطوں پر کوئی خاص نتیجہ موقوف ہے۔ اور وہ نتیجہ ٹھیک کیا ہے یہ تحلیل کی مشکل ہے۔ کوئی شخص جس نے یہ ثابت کیا ہے کہ لا ٹھیک ٹھیک اُ پر موقوف ہے اُس صورت میں جو کہ اُس کے سامنے موجود ہے تعمیم کرنے میں پس و پیش اس سے زیادہ نہ کریگا جیسا کہ ایک ہندسی کر سکتا ہے بے شک اُسے محسوس ہوگا کہ وہ اپنے تمام اوقات میں حدود عامہ سے عمل کر رہا ہے۔ اور ایک کلی تعلق ثابت کرتا ہے نہ کہ جزئی۔ لیکن جب تک کہ اُس کے لا اور اُ صاف صاف نہیں تراشے گئے ہیں اور جمیع امور غیر متعلقہ سے جدا نہیں کر لیئے گئے ہیں وہ تعمیم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ ریاضیات میں ہمارے حدود کی پہلے[1] ہی سے تعریف ہو چکی ہے اور ٹھیک ٹھیک ہیں۔ ہمارے ثبوت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کون سے شرائط پر نتیجہ موقوف ہے اور ہم اُن شرائط کو اور جگہ بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں جہاں کہیں کہ وہ واقع ہوں۔

ہمارے اس جزو بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ استدلال تعلیمی ریاضی فضا اور عدد میں ایسے نظام کو وضع[2] کیا ہے جس سے سرتاسر مقررہ کلی اصول پیدا ہیں جیسا کہ استقرائی

---

[1] یہ عموماً کہا جا سکتا ہے۔ لیکن بلاشبہ بعض اوقات ایسے موضوع کے دریافت کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو درحقیقت محمول سے مساوات رکھتا ہو مثلاً جب کسی کو ثابت کرنا ہو کہ خارجہ زاویئے مربع کے چار قائموں کے برابر ہوئے درحالیکہ یہ ہر مسطح شکل کے بارے میں درست ہے۔ یہاں تعداد اصلاح کی اور مقدار داخلہ زاویوں کی غلطی سے اُن شرائط میں داخل ہو گئی ہے جن پر یہ خاصہ موقوف ہے ۱۲ مصنف

[2] جیسے ریاضی میں اصول موضوعہ کلیات ریاضی اخذ کیئے جاتے ہیں اُسی طرح استقرائی استدلال ایسے اصول موضوعہ ہیں جن سے کلیات استنباط کیئے جاتے ہیں ۱۲ م

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



استدلال نے دوران فطرت میں وضع کیا ہے۔ دونوں صورتوں میں نتیجے کی عمومیت اسی پر مبنی ہے۔ لیکن ماہیت اُس استدلال کی جس سے ریاضیات میں فضائی یا مقداری شرائط کو نتائج کے ساتھ ربط دیتے ہیں۔ وہ بالکل مختلف ہے۔ علوم طبیعہ میں جس حد تک کہ وہ استقرائی ہیں طبیعی شرائط اور نتائج میں ربط دیا جاتا ہے پہلی صورت میں بلاواسطہ براہت پر عمل ہے خاص ماہیت اُس کے موضوع بحث کی بدرجہ اتم مجرد ہے لیکن دوسری صورت میں ایسی براہت ممکن نہیں ہے بلکہ ایسے حدود تلاش کیے جاتے ہیں جو واقعات کی موجودگی میں تعلیلی ارتباط کے عام شرائط کو پورا کردیں پہلی صورت میں تعمیم پر نظر نہیں ہوتی کیونکہ وہ ہر جگہ موجود ہے اور متعلقہ شرائط پہلے ہی سے امتیاز کر لیے گئے ہیں اور دوسری صورت میں تعمیم انجام میں آتی ہے۔ اور توجہ گویا ایک طولانی کوشش کے نتیجے کی طرف مبذول ہوتی ہے۔ ہمارا تمام کام یہ ہوتا ہے کہ متعلقہ کو غیر متعلقہ شرائط سے امتیاز کریں۔

اب ایک سوال باقی رہتا ہے جس کی طرف اس باب کی ابتدا میں حوالہ کیا گیا تھا کہ اصول ریاضیات کے بیان کیے گئے ہیں کہ تجربے کے تعمیمات ہیں اور یہ علم اس وجہ سے اصل بنیاد میں استقرائی ہے۔ بے شک اس بات کا سمجھنا مشکل ہے کہ ریاضیات کے استدلال کی نسبت بھی ایسا ہی کیوں نہ کہا جائے۔ اُن کی برہانی قوت اس واقعہ سے پیدا ہوتی ہے کہ فضا یا مقدار کی ماہیت اس طرح کی ہے جس سے ہم بلاواسطہ سمجھ سکتے ہیں کہ نتائج بعض شرائط میں شامل ہیں لیکن کوئی شخص جو یہ چاہتا ہے کہ بار بار تجربہ کر کے اُس کو کسی ہندسی اصل کے صدق کا یقین حاصل ہو (مثلاً یہ کہ دو سیدھے خطوں سے جگہ نہیں گھر سکتی) اُس کو ٹھیک اسی طرح یہ بھی خواہش ہو سکتی ہے کہ مکرر تجربے سے کسی ہندسی استنباط کا بھی یقین پیدا ہو۔ دونوں صورتوں میں ہم کو فضائی شرائط کے باہمی یقین[1] سے کام پڑتا ہے۔ اور یہی حالت اُس علم کی بھی ہے جو مقدار بسیط سے بحث کرتا ہے۔ ضربی پہاڑے ۱۲×۱۲ تک کہے جا سکتے ہیں کہ ان میں اصول شامل ہیں اور ضرب ۲۶۶×۵۶۶ میں وہی اصول

---

[1] ایک کا دوسرے کے مفہوم میں ضمناً داخل ہونا ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جاری کیئے جائیں گے۔ لیکن جو کوئی وجہ ۶×۶=۳۶ میں شک کرنے کی ہو وہی وجہ اس میں بھی شک کرنے کی ہو سکتی ہے کہ آیا اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ۶۰×۶۰=۳۶۰۰ کے ہے۔ بہرطور یہ کافی ہوگا کہ ہم اُس عمل کی استقرائی حیثیت تک جس سے ریاضی کے اصول دریافت کیئے گئے ہیں جس کا دعوے کیا گیا اپنی بحث کو محدود رکھیں بغیر اس کے کہ اس دریافت کی کوشش کی جائے کہ اُس میں سے کسقدر اصول سمجھے جائیں اور کسقدر صحیح نتیجے[1]

اُس بیان سے حقیقتہً یہ مراد ہے جب کہ ہر ایک اصول ریاضی کا مثلاً علوم متعارفہ متوازی خطوں کا یا ۲×۲=۴ کلی ہے اور اس کے قبول کرنے کی وجہ کہ یہ کلیتہً صادق ہے اس واقعہ پر مبنی ہے کہ ہم نے اُس کو تجربے میں ہمیشہ سچا پایا ہے دو سیب اور دو سیب ملکے چار سیب ہوتے ہیں۔ یہی صورت گایوں میں ہے یا اشرفیوں میں ہے کھڑکی کے دلہوں میں یا پانی کے کٹوروں میں اور جہاں کہیں ہم نے دیکھا کہ ایک سیدھا خط دو اور سیدھے خطوں پر گرتا ہے اور متبادل مقابل کے زاویہ پیمائش سے برابر ہوتے ہیں ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اگر ہم کوشش کریں اور اُن دونوں سیدھے خطوں کو جتنی دور تک چاہیں لیجائیں جب تک وہ دیکھنے میں سیدھے رہیں گے اُن کے درمیان میں پیمائش سے وہی فاصلہ رہیگا۔ کل تجربات ان اصول کی تقویت کرتے ہیں اور کوئی اُن کے خلاف نہیں ہے۔ پس ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ تجربی تعمیمات ہیں اور باعتبار وسعت اور تمام مختلف حالات جن میں وہ صادق پائے گئے ہیں اُن کو وہی درجہ یقین کا ملا ہے گویا کہ اُس کا ثبوت تحقیقی اسقاط کے ذریعے سے تمام مفروضات کو فنا کر کے قطعی انفرادی امتحان سے کیا گیا ہے[2]

حقیقتہً اس رائے کی بنا پر وہی جواب کافی ہوگا جو کے قانون تعلیل کے بارے میں دیا گیا تھا جس کے باب میں بھی ایسی ہی کوشش کی گئی تھی کہ وہ قانون بھی تجربتہً مقرر ہوا ہے۔ اگر قانون تعلیل صحیح ہے تو ہمارے تجربے کے واقعات

---

[1] یعنے ریاضی کے اصول تجربی ہیں ۱۲ھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہم کو مدد دیتے ہیں کہ ہم خاص تعلیلی ارتباطات فطرت میں دریافت کریں اگر ہم اس قانون میں شک کرنے سے ابتدا کریں تو واقعات ہم کو ہرگز ثبوت کے قریب نہ لیجائیں گے اسی کے مثل اگر ہم فضائی اور عددی نسبتوں میں شک کرنے سے آغاز کریں تو واقعات سے ہرگز ثبوت کی ابتدا نہ ہو سکے گی۔ فرض کرو کہ مجموعہ ۲×۲ کا ہمیشہ وہی ہے اور یہ دیکھنا مناسب ہے کہ وہ کیا ہے اور جو چیزیں شمار میں آسکتی ہیں اُن میں سے جس کے شمار کو ہم چاہیں اختیار کریں کچھ فرق نہ پڑیگا۔ لیکن اس کے ہمیشہ یکساں ہونے میں شک کیا جائے اور ثبوت ناممکن ہو گیا کیونکہ اگر ۲+۲ بعض اوقات ۵ ہوں تو اس کے فرض کرنے کی تمہارے پاس کوئی وجہ نہیں ہے کہ صورتیں اُس کے وقوع کی تمہارے تجربے میں واقع ہو چکی ہیں۔ ہر چیز امکانی ہو جائیگی اور اکثریت کسی فرد خاص مجموعہ ۲+۲ کی بالکل غیر معین ہے اگر مجموعہ غیر معین ہے۔ اور تمہارا تجربہ ممکن ہے کہ تم کو یقین دلائے کہ تم نے کبھی اُن کا مجموعہ سوائے ۴ کے اور کچھ نہیں پایا لیکن یہ یقین نہیں دلا سکتا کہ تم ایسا کبھی نہ پاؤ گے اگر ہندسی نسبتیں ضروری اور کلی نہیں ہیں تو ہمارے پاس سوائے اجتماع واقعات کے جو تجربے سے دریافت ہوئے ہیں کوئی چیز نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ ہر مقام اور وقت میں اجتماع مختلف ہو اس کے فرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ جو یہاں اور اس وقت واقع ہوتا ہے اُس سے کوئی ہدایت اُس کے وقوعات کے بارے میں دوسرے وقتوں اور مقاموں میں مل سکتی ہے اگر ہر مقام اور وقت بے تعلق بجائے خود اور مستقل ہے تو دوبارہ ہمیشہ اگلے تجربے کے یکساں نتائج کا بھی نقص ہو سکتا ہے۔

---

۱؎ یعنے یہ تم نہیں کہہ سکتے کہ ہم اس کا پہلے ہی تجربہ کر چکے ہیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ صورتیں لامتناہی ہیں ۱۲۔

۲؎ جب کہ یہ کلیہ کہ ۲+۲=۴ غیر معین ہے جس کا اہل تجربہ دعوے کرتے ہیں تو کسی فرد خاص کلیہ ۲+۲=۴ کی بطریق اولیٰ غیر معین ہے ۱۲م

۳؎ جب کسی خاص موقعے اور وقت پر جو نتیجہ نکالا جائے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اور یہ طریقے تردید کے بھی ممکن ہیں۔ دکھایا جا سکتا ہے کہ اصول کی توثیق کے لیئے واقعات کے لحاظ سے ہم کو کسی قسم کے تقویت کی اُمید تجربے کی تکرار سے نہیں ہے۔ لیکن ہم تجربے کی ترجمانی اصول کی روشنی سے کرتے ہیں دو قطرے پارے کے[1] دو قطروں پارے سے۔ ایک قطرہ پارے کا بنے گا۔ لیکن ہم اصرار کرتے ہیں کہ یہاں چار قطرے موجود ہیں ایک نئی شکل میں۔ زاویہ ایک ٹینس کورٹ کے طولی اور عرضی لکیروں کے درمیان ممکن ہے کہ ہر ایک ایک زاویہ قائمہ معلوم ہو اور اضلاع سیدھے کھینچے جائیں۔ لیکن اگر ہم کو معلوم ہو کہ ایک طولی خط بہ نسبت دوسرے کے چھوٹا ہے تو ہم کہیں گے کہ ہم کو معلوم ہے کہ زاویئے ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ ہم سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت تک ہمارے اصول بخوبی قائم ہو چکے ہیں اور جو واقعات ظاہراً اُن سے تناقض رکھتے ہیں اُن کی دوبارہ ترجمانی ہوئی ہے اور مقررہ اصول سے اُن کی توفیق ہو گئی ہے۔ لیکن واقعات جو ظاہراً تناقض ہیں وہ ابتدا ہی سے اکثر ایسے ہی ہوتے ہوں گے۔ پھر اس کا سمجھنا مشکل ہے کہ اس بیان کے کیا معنی لگائے جائیں کہ ۲+۲ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ۵ ہو یا یہ کہ جو لکیریں ایک تیسری لکیر سے برابر زاویہ بنا لی ہیں ممکن ہے کہ سیدھی رہیں اور پھر ایک دوسرے کے قریب بھی ہوتی جائیں۔ ایسی چیزیں تصور میں لانا غیر ممکن ہے ؛

یہ بے شک صحیح ہے کہ جب تعلیمی استدلال عین اشیا میں جاری کیا جاتا ہے تو ہمارے نتائج اُسی صورت میں صحیح ہوں گے جبکہ ہمارے مقدمات صحیح ہوں اگر ایک پہیہ جس کو دائرے کی شکل کا سمجھتے ہیں اگر دائرہ نہیں ہے تو جو نتائج اس مسئلے پر مبنی ہیں غلط ثابت ہوں گے۔ اگر میری خطی پیمائش کسی فرش کی غلط ہو تو اُس کپڑے کی ناپ مربع فٹوں کی جو اس پر بچھانے کے لیئے مطلوب ہے غلط ہو جائے گی۔ لیکن اس سے ریاضیات کے یقینی اور کلی ہونے میں کوئی تزلزل نہیں واقع ہوتا۔ بے شک[2] اس کے سوا اور کوئی چیز اُس کے ساتھ موافق نہ ہوگی ؛

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) بلکہ اس کا نقیض صحیح ہے ۱۲م

[1] علامت جمع کی ہے یعنے دو قطرے مع دو قطروں کے ایک قطرہ ہوگا ۱۲

[2] یعنے اگر ریاضیات کو یقینی اور کلی نہ مانیں تو پھر کوئی واقعہ جو ریاضی پر موقوف ہے درست نہ ہوگا ۱۲ھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



یہ صحیح ہے کہ تجربے سے جو چیزیں گنی جا سکتی ہیں اُن کے گنّے اور جو شکلیں بن سکتی ہیں فضا میں اُن کو بنا کے ہم ریاضی کے اصول کو سمجھ سکتے ہیں اور اس کے بغیر سمجھنا دشوار ہے اور نہ اُن کی سچائی کو معلوم کر سکتے ہیں لیکن اس سے اُن کے صدق تجربی نہیں ہو جاتے اور نہ یہ اُن کے دریافت کرنے کا استقرائی کیونکہ یہ اصول بہ مجرد سمجھ میں آنے کے خود بخود ضروری معلوم ہوتے ہیں درحالیکہ استقرائی نتائج کبھی بذات خود ضروری نہیں معلوم ہوتے بلکہ صرف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نتائج ناگزیر ہیں۔ نہ مزید تجربے سے ہمارے یقین میں کچھ زیادتی ہوتی ہے جبکہ ہم ایک مرتبہ شکل کو رسم کر لیں یا حساب لگا لیں جن میں اُن کا صدق ظاہر ہو جائے درحالیکہ مزید تجربے سے اجتماع واقعات کی نسبت جبکہ حالات مختلف ہوں تجربی تعمیم کے صدق کے یقین میں زیادتی ہو جاتی ہے[1]۔

اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ریاضیات میں تجربے سے تعمیمات نہیں حاصل ہوئے ہیں۔ اصول ریاضیہ کو ایسے تعمیمات سمجھنا مثل اس کے ہے کہ قانون تعلیل کو ایسا سمجھیں۔ اُن کی کلیت جزو طبیعی ماہیت کے عمل کی مکمل ہے۔ لیکن قیاسی حیثیت علم ریاضیات کی اُس کے موضوع پر موقوف ہے اور ہماری خاص بصیرت اُس کے اجزا کے معقول ارتباط پر ہماری اس بصیرت کی کیا قسم ہے یہ ایک مابعد الطبیعی مسئلہ ہے جو ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔

[ریاضی یقین کی مابعد الطبیعی اہمیت کا اثر دور تک پہنچتا ہے۔ جے ایس مل نے اپنے آپ لکھی ہوئی سوانح عمری میں نہایت آزادی کے ساتھ تسلیم کیا ہے کہ تجربی فلسفے کی مخالفت ہمیشہ اسی سے قوی معلوم ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اُس نے چاہا کہ یہ ثابت کیا جائے کہ درحقیقت ریاضی کے اصول بھی تجربی تعمیمات ہیں۔ منطقی اصول کے باب میں بھی اُس نے یہی رائے اختیار کی۔ منطقی اعتبار سے یہ سمجھنا اہمیت

---

[1] تجربی صورت میں واقعات کو مختلف حالات میں تجربہ کرنے سے اُن کی سچائی کا یقین بڑھتا جاتا ہے ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



رکھتا ہے کہ علم کا وجود ممکن نہیں ہے جب تک ایسی سچائیاں نہوں جو تجربی نہیں ہیں یعنے ایسے مسائل نہوں جن کے فیصلے کے لیئے ہم کو حس ادراک یا حوادث کے محکمے میں جانا چاہیئے۔ اور کوئی شخص علمی ساخت کو نہیں سمجھ سکتا جو یہ نہ سمجھے کہ ریاضی کے اصول کی سچائی اسی قسم کی ہے۔ لیکن ہم سے یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اُن کو ریاضی کے اصول سے کیا تعلق ہے۔ ایسے بھی لوگ ہیں جنھوں نے منطق کی اصل بنیاد کو ایک شعبہ ریاضی کا بیان کیا ہے۔ اور دوسرے ایسے لوگ ہیں میلان اس طرف کہ ریاضی منطق صوری میں تحویل ہو سکتی ہے۔ ایک شخص جو ریاضی کا ماہر نہو وہ اس معاملے کو بحث کو چھاپے میں شائع نہیں کر سکتا اور بہر صورت یہ بحث علم منطق کے زیادہ تکمیلی تنزل سے تعلق رکھتی یہ کتاب جس کے اکتساب کا ادّعا نہیں کر سکتی۔ لیکن شائد مجھکو یہ کہنا چاہیئے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیونکر دونوں نظریوں سے کوئی ایک سچ ہو سکتا ہے]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



# باب بست و ششم

## اسلوب علمی کی بحث

ہم ملاحظہ کر چکے ہیں کہ تمام حجتیں چند مقرر صنفوں میں تحویل نہیں ہو سکتیں۔ ان میں سے سب سلوجزمی[1] نہیں ہیں بلکہ وہ سب بھی اس شکل کی نہیں ہیں جو قیاس ہیں۔ اُن کی صورت بالکلیہ مادے سے مستغنی نہیں ہے تمام حجت مسٹر بریڈلے کے نزدیک ایک عمل (یا ساخت) اور ایک بداہت ہے مقدموں کا ترتیب دینا عمل ہے مگر حدود سے یہ امر دریافت ہوتا ہے کہ کیا ترتیب ہونا چاہیئے۔ اور ادراک ایک امر جدید کا جو اس جملے سے جس کو ہم نے مرتب کیا ہے بداہت ہے۔ اور اگر ہم اُس کی ضرورت کو ملاحظہ نہ کر سکیں تو ہمارے لیئے کوئی علاج نہیں ہے۔ لیکن اس تعریف (تحدید) کی وحدت میں ہم کسی خاص صنفِ حجت کا امتحان کر سکتے ہیں جو کہ اپنی تکرار یا اہمیت کی وجہ سے ہماری خاص توجہ چاہتی ہے (سلوجموس) سلوجزم۔ اُن میں سے ایک صنف ہے۔ انفصالی حجت جس حیثیت سے وہ جو تعلیلی تعلق سے قائم کرنے کے لیئے مستعمل ہوتی ہے وہ ایک اور صنف ہے۔ نسبت موضوع اور محمول کی نہایت عام ہے جس کو ہماری فکر کام میں لایا کرتی ہے لہذا جو حجتیں اس پر مبنی ہیں وہ بھی عام ہیں تعلیلی نسبت کی اہمیت کچھ کم نہیں ہے اور وہ صنف حجت (حجاج) جو اس کے قائم کرنے کے لیئے مستعمل ہے وہ بھی اسی طرح ہماری

---

[1] اگلی منطق میں اس حجت کو جس میں دو قضیوں کے صدق کو تسلیم کر لینے سے ایک قضیہ پیدا ہوتا ہے جس کو نتیجہ کہتے ہیں اور اس جزو منطق کو بھی قیاسی کہتے ہیں جس میں اس حجت کا ذکر ہے لہذا یونانی نام سلوجزم کے استعمال کی ضرورت ہے تاکہ دونوں میں فرق ہو جائے ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تحقیق کی سزاوار ہے ؛

ہم نے معلوم کیا کہ یہ صنف احتجاج مبنی ہے علت کے مفہوم یا (تحدید) تعریف پر ہم نے نہایت عمومیت کے ساتھ غور کیا کہ اُس مفہوم میں کونسا امر شامل ہے اور ہمارا اطمینان اس بارے میں کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ مخصوص واقعات جو اس ترکیب کے تحت میں ہم لائے ہیں صحیح ہیں۔ ہم نے بعض اُن مشکلات کو جو ماہیت کی پیچیدگی سے ہمارے سامنے آتے ہیں ملاحظہ کیا۔ اور اس مفہوم کے موافق واقعات کی ترجمانی میں جو احتیاطیں ہم کو ذہن نشین رکھنی چاہئیں اُن کو بھی دیکھا۔ ہم نے پایا کہ عام صدق (سچائیاں) ذہن کے سامنے اولاً تخمینہ یا مفروض کی صورت میں آئی ہیں اور یہ کہ اکثر کوئی وسیلہ ایسے مفروض کی جانچ کا سوائے اس کے کہ اولاً ہم قیاس[1] کریں نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ یہ نہایت دقیق استدلال ہو نتائج حالات مخصوصہ میں جو نکلنا چاہیئے خواہ وہ صحیح ہو خواہ نہو۔[2] لیکن ان تمام معاملات پر ایک عام طریقے سے بحث ہوئی اور اُن کی تشریح کی گئی ؛

مختلف تحقیقات میں خاص مشکلیں پڑتی ہیں جو موضوع بحث اور اس مسئلہ ماہیت سے جو زیر بحث ہے پیدا ہوتی ہیں۔ اور وہ ضابطے جو ان خاص مشکلات میں کام میں لائے جاتے ہیں وہ اسلوب علمی کے ضابطے ہیں جن سے ہم کو یہ ہدایت ملتی ہے یہ گتھیاں واقعات کی کسی خاص علم میں جو ہمارے سامنے ہیں اُن سے قوانین یا تعلیلی ارتباطات کو علٰحدہ کرنے کا کام کس طرح جاری کریں ایسے ضوابط پر غور کرنا اُن کے استعمال سے علٰحدہ کر کے بحث اسلوب کہلاتی ہے۔ اور اس حد تک کہ کسی خاص صورت میں بعض عام منطقی مطلوبات کو پورا کریں اس اعتبار سے ہم اس کو بعض اوقات عملی منطق کہتے ہیں ؛

اس مضمون سے مل کی بحث اُس خاص طریقے کی جو علوم اخلاق یا معاشرت میں کام میں لانا چاہیئے تعلق رکھتی ہے۔ اُس نے بتلایا ہے کہ کس طرح

---

[1] قیاس سے یہاں استنباط مراد ہے۔ ۱۲۔

[2] وہ کا اشارہ بظاہر حجت ہے۔ ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



سے طریقۂ تحقیق کے کیمیائی تحقیقات سے مناسبت رکھتے ہیں (جن کو اُس نے کیمیائی طریق سے موسوم کیا ہے) ماہیت انسانی کے علوم میں بحث کرنے کے لیئے ناقابل استعمال ہیں۔ ماہر کیمیا خواص عناصر کے علم سے ایک وسیع حد تک یہ پیش بینی نہیں کرسکتا کہ مرکبات کے کیا خواص ہوں گے اُس کو تجربے پر چلنا پڑیگا اور یہ تجربے کمال احتیاط سے عمل میں آئینگے تاکہ شرائط کا ٹھیک علم حاصل ہو اور اس طرح سے ایک جدید حالت یا اجزا کا اثر اسی قسم کے کسی مجموعے پر دریافت کریگا۔ لیکن ہم معاشرت انسانی پر محض تجسس کے طور سے تجربہ نہیں کرسکتے علی اغراض جو اس میں شامل ہیں وہ بہت ہی عظیم ہیں اور اگر ایسے نہ بھی ہوں تو بھی یہ امر غیر ممکن ہے۔ ہمارا مواد ہمارے قابو میں نہیں ہے۔ لیکن علمی مقاصد کے لیئے بہت ہی مفید ہو اگر الکوحل کا استعمال انگلستان میں ایک نسل کے لیئے ممنوع ہو جائے اور اس طرح سے ہم افلاس اور جرائم کے فرق کو ملاحظہ کرسکیں لیکن ایسا تجربہ کرنے کے وسائل موجود نہیں ہیں اس لیئے کہ کسی قانون کا جاری کردینا اُس کے نافذ ہونے کے مثل نہیں ہے نہ ہم کو یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ کن شرائط میں ہم اُس جزو موثر کو داخل کریں جس کے اثرات کی تحقیق ہم چاہتے ہیں اور نہ ہم اُن شرائط کو بلا تغیر اُس حد تک جو کہ اثنار تجربہ میں جزو موثر کے اثر پر موقوف ہے قائم رکھ سکتے ہیں ان وجوہ سے اور دوسرے وجوہ سے ناامیدی ہے کہ یہ توقع کی جائے کہ قوانین معاشرت کے آثار پر ہم زیادہ روشنی ڈال سکیں۔ صرف اس نگہداشت کے لیئے کہ کسی خاص مصلحت کے اختیار کرنے پر مختلف صورتوں میں کیا نتیجہ نکلتا ہے یا یہ کہ مختلف مصلحتوں کے نتائج کا مقابلہ کیا جائے۔ اس قدر اجزاء موثرہ ہیں جو ایک دوسرے کے تغیر پر موثر ہیں ہر اثر متعدد شرائط پر موقوف ہے اور ہر شرط اپنی موجودگی یا عدم موجودگی سے متعدد اثرات میں فرق پیدا کرتی ہے جنکو ہم علٰحدہ علٰحدہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ سمجھنا بے فائدہ ہے کہ اثر کسی خاص معاشرتی تجربے کا سب سے الگ رہے اور اپنے ماحول میں قابل امتیاز ہو یا یہ کہ ہم کہہ سکیں کہ یہاں ایک ایسی چیز ہے جس کا وقوع ممکن نہ تھا بغیر اُس تدبیر کے جو ہم نے جاری کی ہے۔

پس ہم کو قیاس سے کام لینا چاہیئے۔ ہم کو قوانین ماہیت انسان کا جو کچھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



علم حاصل ہے چاہیئے کہ ہم اُس اثر کے دریافت کرنے کی کوشش کریں جو کہ کسی تدبیر سے پیدا ہو سکتا ہے۔ یا وہ شرائط جن سے ایک مفروضہ حالت معاشرت کی ضرور ہے کہ ظہور پذیر ہوئی ہو۔ لیکن پھر بھی اس موضوع کی بڑی پیچیدگی سے بعض موانع ہم پر لازم ہوتے ہیں۔ ہم کو یہ توقع نہ کرنا چاہیئے کہ ہم کسی مروجہ (جاری وساری) خصوصیت معاشرت کو محرک واحد کی طرف منسوب کر سکتے ہیں مثلاً سیاسی اطاعت کو خوف سے یا اچھی سلطنت کسی ایسے نظام سے کہ جس کی وجہ سے فرمان روا کی ذاتی غرض عمدہ حکومت کرنے میں مصروف ہو۔ اور مل نے بالتخصیص اُس طریق کی ایک حیثیت پر زور دیا ہے جس کے ذریعے سے انسانی تاریخ کے دور کی توضیح ہو سکتی ہے۔ بجائے اس کے کہ پہلے وہ نظری نتائج سے کسی عام اصول کے کام لے اور پھر واقعات سے ہمارے نتائج کو باہمدیگر مقابلہ کر کے جانچ کی جائے اُس کی یہ رائے ہے کہ ہم اوّلاً تجربے کے ذریعے سے تابع اصول کو دریافت کریں جن کا ظہور تاریخ میں ہوتا ہے۔ اور اپنے صورت بیان کی اس طرح تصحیح کریں کہ وہ ماہئیت انسانی اور اُس کی کردار کے اخیری قوانین سے موافقت رکھتے ہیں یا نہیں جن سے بالآخر اُن کا مشتق ہونا ضرور ہے۔ کیونکہ واقعات ہر مدت کے ایسے کثیر اور مختلف ہیں کہ پہلے طرز عمل میں غالباً سوائے تصحیح اوقات کے کچھ نہ ہوگا ممکن ہے کہ ہم ماہئیت انسانی کے قوانین کو جانتے ہوں مگر جب تک کہ ایک مفروضہ حالت معاشرت کے واقعات ہم کو معلوم نہوں تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُن قوانین سے کیا نتائج پیدا ہوں گے۔ ہم اُن کو کافی طور سے ہرگز نہیں جان سکتے تاکہ ہم یہ کوشش کریں کہ تاریخ انسانی کا (استکشاف) بروز تدریجی اُسی طرح ہو سکے جیسا کہ ہیئت کے جاننے والے کسی طریقے سے کسی ستارۂ دوذنب کی چال کے (تدریجی تکمیل کو دریافت) کر سکتے ہیں یا جزر ومد کی امواج کا۔ ہم کو اس پر قناعت کرنا چاہیئے۔ کہ ہم طریقہ ائی سے ایسے عمومات کی تصدیق کریں یہ ثابت کر کے کہ اُن میں کوئی امور عجیب نہیں ہے جو اُن کے وقوع کے باعث ہوں۔ اگرچہ ہم اُن کی پیش بینی[1] کرنے کے قابل نہوں۔

[1] مل نے اس طریق عمل کو معکوس قیاسی یا تاریخی اسلوب سے موسوم کیا ہے یعنے وہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



غیر متلازم تعلیلی نسبتوں کے باب میں مسائل اسلوبی پر حقیقتہً کسی حد تک بحث کی گئی تھی۔ کیونکہ ہم مصروف تھے کہ شہادت کے اُس امتیاز پر غور کیا جائے جو خالص تعلیلی نسبت کے قائم کرنے کے لیئے مطلوب ہے جہاں کوئی چیز غیر متعلق علت یا معلول کے بیان میں نہیں داخل ہوتی اور اُس شہادت میں ہے جو غیر متلازم نسبت میں جس کو تعدد علل کہتے ہیں ضمناً شامل ہے بعض علوم میں بہ نسبت بعض کے غیر متعلق کا طرح کرنا بہت دشوار ہوتا ہے اور اُن کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ یہ امر اہم ہے کہ اُس قسم کی جانچ کو یاد رکھیں جس کے ذریعے سے غیر متلازم حیثیت کسی نسبت کی پہچانی جا سکے؛

اُسی باب میں دو ضابطے جن کے ذریعے سے علل اور معلولات پر حکم لگایا جاتا ہے جن کو سابقاً بیان کر چکے تھے اُنھی پر کسیقدر طول کے ساتھ دوبارہ غور کیا گیا تھا۔ اور یہ ثابت کیا گیا تھا کہ اگرچہ کوئی چیز جو ان شرطوں کے پورا کرنے میں ناکام رہے قطعی معنے سے کسی اثر کا سبب نہیں قرار دی جا سکتی تاہم اگر علت کو اُس کے وسیع معنوں میں لیں جیسا کے غیر متلازم تو یہ طریقہ سالم نہ تھا کہ وہی بیان اُن کی نسبت کیا جائے لیکن اور دو ضابطوں کے جاری کرنے کے بارے میں جن احتیاطوں کا خیال رکھنا چاہیئے اس کے بارے میں بہت کم کہا گیا تھا؛

وہ ضابطے یہ تھے کہ اگر کوئی چیز متغیر ہو جبکہ اثر قائم رہے یا وہ چیز قائم رہے جبکہ اثر متغیر ہو۔ یا اُس سے علٰحدہ ہو کر مستقلاً متغیر ہو تو وہ اس اثر کی علت نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کہ کوئی شئے علت نہیں ہے جس کے اثر کی توجیہ کسی اور اثر سے ہو چکی ہو یہ دونوں ضابطے خصوصیت کے ساتھ مفید ہیں جہاں کہیں کہ ہم قابل پیمائش اثروں سے بحث کرتے ہیں جس کی مجموعی مقدار شرائط کی ایک بڑی تعداد پر موقوف ہے اور وہ تحقیقات جن میں یہ کام میں لائے گئے ہیں اُن کو "طرق استقرار مقداری"[1] کہتے ہیں ایسی

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) تاریخی تحقیق کے لیئے مناسب بہر طور اب تاریخی اسلوب سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ موجودہ واقعات پر اُن کی گذشتہ تاریخ سے روشنی ڈالی جائے ۱۲ مصنف

[1] دیکھو جیونس الیمنٹری لیسنس ان لاجک (منطق کا ابتدائی سبق) ۲۹ بست و نہم ۱۲ مصنف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بعض مشکلات پر غور کرنا جو کہ اُن کے استعمال میں محیط ہیں بالفعل مناسب ہوگا اور اُس سے ایک مثال مسئلہ بحث اسلوب کی ملے گی۔ کیونکہ وہ علم جو کہ قابل مقدار آثار سے بحث کرتا ہے باوجود اُس کے بہت مفید ہونے کے جو قابل مقدار ہونے سے نکلتی ہے عموماً اُس کو بعض مخصوص مشکلات سے سامنا پڑتا ہے جن مشکلوں پر غالب ہونے کے لیئے مخصوص احتیاطی تدبیریں کرنا ہوتی ہیں ؛

جو چیز قابل پیمائش ہے وہ اس حد میں ضرور ہے کہ متجانس ہو۔ بعض اوقات اس حد تک جملہ عملی اغراض کے اعتبار سے بالکلیہ متجانس ہوتی ہے ایک جماعت تاجروں کی جو پیمانے سے ناپ کے گیس لوگوں کے لیئے مہیا کرتی ہے گیس ناپی جاتی ہے اور ایک مکعب فٹ عملاً دوسرے مکعب فٹ سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔ بعض اوقات مجانست ناقص ہوتی ہے لیکن پیمائش نہیں ہوسکتی سوائے اُس حد کے جس حد تک مجانست پائی جائے ایک جرنیل کے لیئے یہ امر دریافت کرنا اہم ہے کہ کسقدر فی صدی سپاہی اور اسباب سے سوائے دشت کارزار کے فوت ہوں گے یہ اسباب مختلف قسم کے ہوسکتے ہیں اور ایک فرد واحد سپاہی کے لیئے یہ بہت فرق رکھتا ہے کہ آیا اُس کی ناکامی بخش کے عارضے سے ہوئی یا تھکن سے۔ لیکن اس اعتبار سے یکساں ہیں کہ نوکری کے لیئے ناقابل کردیتی ہیں اور جرنیل کو اس کی ضرورت ہے کہ ایک پیمانہ اُس حد کا دریافت ہو جس سے کہ ناقابلیت ملازمت کی واقع ہو۔ ایک قیمت لگانے والا کسی شخص متوفی کی ذاتی جائداد کی قیمت تجویز کرتا ہے اُس جائداد میں تصویریں ضروری فرنیچر گھوڑے اسٹاک اور حصص کتابیں اور جملہ قسم کی متفرق چیزیں شامل ہیں مگر جس حد تک کہ یہ سب چیزیں روپے سے قابل مبادلہ ہیں تو ان میں ایک مشترک خاصہ ہے جس سے وہ سب روپے کے بھاؤ سے ناپی جاسکتی ہیں ؛

کسی متجانس مقدار کے لیئے مختلف متعدد مبدؤں سے رصدی لگائی جاسکتی ہے۔ لیکن جب تم سے صرف یہ کہدیا جائے کہ اب یہ ظاہر کرنا نہیں ہے کہ کتنے حصول سے وہ مقدار بنی ہوئی ہے۔ مقدار کی میزان ایک قسم کی اکائی ہے اگر ایک حصہ اُس کا بڑا ہو تو میزان بھی بڑی ہوجائیگی اگر ایک حصہ باعتبار مقدار کے متغیر ہونے والا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہے تو کل میزان متغیر ہونے والی ہے لیکن اس کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کونسا حصہ متغیر ہے اور کونسا قائم ہے اور تغیر ظاہراً کل مجموعے سے متعلق ہے ؛

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاں کہیں ایک اثر مقداری ہو اور ایک تعداد رسدی اجزاء موثرہ کی ہو جو کہ ایک طریق سے یا دوسرے طریق سے مقدار پر موثر ہے تو یہ تغیرات نتیجے میں علٰحدہ نہ ہینگے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کثرت آبادی موت کی نسبت پر موثر ہے۔ تاہم کسی قصبے میں ممکن ہے کہ موت کا تناسب بڑھ جائے درانحالیکہ آبادی کی کثرت میں کمی ہوگئی ہو اگر دوسرے اسباب اُس کے بڑھانے میں جلد تر عمل کرتے ہیں بہ نسبت اس کے کہ طرز سکونت کی ترقی اُس کے گھٹانے میں عمل کرتی ؛

لہٰذا اس ضابطے کا بعجلت جاری کرنا کہ کوئی چیز کسی متغیر اثر کی علت نہیں ہوسکتی جو کہ اس کے ساتھ اپنے اختلاف میں تناسب نہ رکھتی ہو اس سے ہم بھاری غلطیوں میں پڑ سکتے ہیں مثلاً گذشتہ مثال میں ہم یہ تجویز کریں کہ کثرت آبادی موت کے تناسب پر کوئی اثر نہیں رکھتی کیونکہ معلوم ہو کہ اس کا بڑھنا گھٹنا اس سے بے تعلق ہے بلاشک بادی الرائے میں ایسا معلوم ہوتا ہے اور اگر ہم دوسرے موثر عاملوں کو قائم رکھ سکتے تو ہم کو معلوم ہوتا اُس کا بڑھنا گھٹنا متناسب ہے۔ مگر ہم اُن کو قائم نہیں رکھ سکتے ؛

اور اگر قائم بھی رکھ سکتے تو اور غلطیاں جو واقعات کے سمجھنے میں ہوتی ہیں۔ درپیش ہوں گی۔ موت کا تناسب اگرچہ اُس کے موثر اسباب کثرت سے ہیں لیکن اُس کا تخمینہ مجموعی حیثیت سے کیا جاتا ہے اور وہ اثر واحد سمجھا جاتا ہے اگر تمام علتیں جو اُس کو پیدا کرتی ہیں قائم ہوتیں سوائے ایک کے اور یہ ایک متغیر ہوتی تو مجموعی نتیجہ اُسی ایک حالت کی طرف منسوب ہوتا جس میں اُس کے ساتھ تغیر تناسب ظاہر کیا ہے۔ اس خاص معاملے میں ہم کو بے شک اسقدر علم حاصل ہے کہ ہم ایسی غلطی میں نہیں پڑ سکتے۔ ہم جانتے ہیں کہ کثرت آبادی تنہا موت کا سبب نہیں ہے۔ لیکن جہاں کہیں ہمارا سابق کا علم کمتر ہو تو یہ نہایت سہل ہے کہ ہم جملہ متغیر اثر کو اسی عامل کی طرف منسوب کردیں جو نسبتہً متغیر ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



زیادتی یا کمی جو ایک مقررہ مقدار سے تجاوز کر گئی ہو صرف اُس کی طرف منسوب کریں۔ تعلیم کا اثر سیرت پر بہت کچھ ہے اور یہ اس طرح ظاہر ہو سکتا ہے کہ ایک صورت میں تعلیم دیجائے اور دوسری صورت میں روک دیجائے۔ لیکن ہم اس سے یہ استدلال نہیں کر سکتے کہ اسی میں سب قوت ہے یا یہ کہ جملہ فرق درمیان جو ایک مجرم اور ایک اچھے شہری باشندے اور باپ میں ہے مقابلۃً مجرم کی تعلیم[1] کے نقص پر منحصر ہے ؛

یہ صاف ظاہر ہے کہ درصورت ایک متغیر اثر کے جو کہ ملتف نتیجہ چند اسباب کا ہو کہ اگرچہ بلاشک متناسب متغیر یا قیام سبب میں موجود ہے لیکن درست نہیں ہے کہ ایک جزو موثر جو کہ متغیر ہوا کرتا ہے جبکہ اثر قائم ہو یا قائم رہتا ہے۔ جبکہ اثر متغیر ہو سبب ہونے سے خارج کر دیا جائے کیونکہ ہم اثر کو مجموعی حیثیت سے دیکھتے ہیں اور یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ مجموعے میں کسی حصے کے موافق متناسب تغیرات پیدا ہوں۔ طرح کرنے کا قاعدہ جھوٹا نہیں ہے اور اگر علٰحدہ اثر جزو موثر کے گم نہ ہوں یا مجموع میں اُن کی شناخت نہ ہو سکے تو ہم کو چاہیئے کہ اُن واقعات کا مشاہدہ کریں جو اُس سے موافقت رکھتے ہیں لیکن جب ایسا نہ ہو تو وہ قاعدہ غیر سالم ہے ؛

بہترین علاج یہ ہے کہ ٹھیک مقدار اثر کی جو ہر جزو موثر پیدا کر سکتا ہے دریافت کیجائے اور چونکہ ہر حال ممکن ہے کہ تغیر پذیر ہو تو جس چیز کی ہم کو ضرورت ہے وہ ایک ایسا اصول یا قانون ہے جو کہ ہر درجے فعلیت موثرہ کو بالمطابقت مقدار اثر سے ربط دے مثلاً قانون جذب میں ایسا ہی کیا جاتا ہے اور اگر ہم اسی طرح اثر کی مقدار کا جو کہ اور کارکن اسباب اپنی علٰحدہ علٰحدہ موجودگی کی قوت سے پیدا کرنے کے قابل ہیں حساب کر سکیں تو ہم نہایت سالم استدلال سے کسی فرق کو جو اُن کے علاوہ کسی اور حالت کی وجہ سے ہو جو کہ تناسب کے ساتھ

---

[1] قبول تعلیم سے تکمیل کے قابل مثل گودوں پچھلی صدی کے اوائل اس کے قریب قریب اعتقاد رکھتے تھے ۱۲ مصنف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



متغیر ہے منسوب کر سکتے ؛

لیکن اس طریقۂ عمل میں ہم صرف اُس اصول کی طرف رجوع نہیں کرتے ہیں کہ علت ایک متغیر اثر کی ایسی کوئی چیز ہے کہ اس کا تغیر متناسب ہے۔ ہم چوتھی وجہ اسقاط کی طرف بھی رجوع کرتے ہیں کہ وہ کوئی چیز علت نہیں ہو سکتی جس کے اثر کی توجیہ ہو چکی ہے۔ صرف اس سبب سے کہ وہ مقدار اثر کی جو دوسرے اجزاء موثرہ پیدا کر سکتے ہیں ہم نے دریافت کر لی ہے۔ پس ہمیں اس بات کے کہنے کا حق ہے کہ بقیۂ اثر کوئی اُن کے جزا ثر کا نہیں ہے اور جب تک ہم خاص صحت کے ساتھ یہ نہ جانتے ہوں کہ اور اجزاء موثرہ موجودہ کی طرف کونسی مقدار اثر کی ٹھیک ٹھیک منسوب ہو سکتی ہے تو ہم اس اصل کی قوت پر کسی جزو اثر کو کسی اور جزو موثر سے منسوب نہ کریں گے۔ اس ضابطے کے جاری کرنے میں اُنھیں غلطیوں کا احتمال ہے جو کہ پہلے میں تھا اس واقعے کے سبب سے کہ متعدد مختلف علتوں کے اثرات مرکب ہو کر ایک مجموعی مقدار میں گم ہو گئے ہیں ؛

مزید برآں جب تک تمام علتیں آزادی کے ساتھ متغیر ہیں اور اپنے جداگانہ اثرات کو ایک مجموعے میں چھپا رہی ہیں تو دریافت کرنا کسی علت واحد کے قانون کا اگرچہ وہ ہم کو دوسری علتوں کے دریافت کرنے میں بہت کچھ مدد دے۔ ٹھیک وہ چیز ہے جو اس قدر دشوار ہے۔ اس وجہ سے ضرورت ہے کہ ہر محتمل علت سے علٰحدہ تجربہ کیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ دوسری علتوں کے اثر کو خارج کرنا غیر ممکن ہو تو ہمیں چاہیئے کہ اُس کو قائم رکھیں یا کہ ہم ایک قابو رکھنے والے تجربے کو اُسی وقت کام میں لائیں ہم دیکھ سکیں گے کہ دونوں صورتوں میں کیا ہوتا ہے جبکہ ایک خاص عامل جزو موثر داخل کیا جائے۔ اور جبکہ داخل نہ کیا جائے۔ ایسی حالتوں میں گو کہ ہم اُن کو قائم نہ رکھ سکیں لیکن اس یقین کی خاصی وجہ موجود ہے کہ بہر صورت عامل ایک ہی ہے مثلاً ایک کسان اس بات کے معلوم کرنے کا خواہشمند ہے کہ ایک نئی کھاد کے پھیلانے سے اُس کی گھاس کو کیا فائدہ پہنچے گا وہ اور اسباب کو جن سے گھاس زیادہ یا کم اُگتی ہے جدا نہیں کر سکتا۔ اور یہ مشاہدہ نہیں کر سکتا کہ صرف اسی کھاد کے پھیلانے سے کسقدر چارے کی فصل پیدا ہو سکتی ہے کیونکہ صرف اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کھاد سے کوئی پیداوار ممکن نہیں اور نہ وہ اور اسباب پر اس طرح قابو رکھ سکتا ہے کہ اُسی کمیت پر ایک سال استعمال کرے اور دوسرے سال نہ کرے اور تمام اجزاء موثرہ کو برقرار رکھے لیکن وہ دو قطع یا سلسلہ قطعات کے انتخاب کر سکتا ہے جن پر اُس کو یقین ہے کہ اور تمام اجزاء موثرہ کا مساوی اثر ہے اور ایک پر وہ کھاد پھیلائے اور دوسرے پر نہ پھیلائے لیکن ایسا کرنے سے بھی ہم کسی علت کے قانون دریافت کرنے کے راستے میں بڑی دور تک نہیں گئے ہیں۔ اُن چیزوں میں سے جو اُن کو پوشیدہ رکھتی ہیں کہ ایک حصہ کسی اثر کا کسی خاص علت پر منحصر ہے وہ وہی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ اس کا اسقدر جزو اس علت پر موقوف ہے۔ اس سے بھی کمتر ایسے ریاضی کے قاعدے کا دریافت کر لینا ہے جس سے مقررہ تغیرات کو دوسرے کے مقررہ تغیرات سے ربط دیا جا سکے۔ بہت سی صورتیں ایسی ہیں جہاں یہ آخری کامیابی غیر ممکن ہے اگرچہ اثر زیر بحث مقداری ہو اور کسی درجے تک پیمائش کیا جا سکتا ہو بے شک یہ غیر ممکن ہے الا اُس صورت میں جب ہم اجسام کی طبیعی خاصیتوں سے بحث کرتے ہوں اور صورتوں میں کم و بیش مجمل نتیجہ پر ہم کو قانع ہونا چاہیئے۔ لڑائی کے زمانے میں جہازوں کا گرفتار ہو جانا ایک غیر طرفدار تجارت کا مانع ہے لیکن ہم یہ ٹھیک ٹھیک نہیں کہہ سکتے کہ یہ مانع کسقدر عظیم ہے۔ طاعون کے زمانوں کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زندگی کے عدم اعتماد سے رسم و رواج اور اخلاق کی پابندیاں سست پڑ جاتی ہیں لیکن اس کے تخمینہ کا دینا غیر ممکن ہے جو ربط کہ درمیان دو واقعوں کے ہے۔ اگرچہ ان واقعات کا قابل تخمین ہونا اس معنے سے کہ جسقدر تناسب اموات کا زیادہ ہوتا ہے تعداد مجرمانہ یا غافلانہ افعال کی بڑھ جاتی ہے۔ اس سے ہم دونوں میں ربط قائم کر سکتے ہیں۔ ریاضی کی اصطلاح سے ایک واقعہ دوسرے کا تفاعل ہے۔ لیکن یہ صرف دوسرے ہی کا تفاعل نہیں ہے اور ہم متعدد اسباب اور اُن کے پیچیدہ نتائج کو اس طرح جدا جدا نہیں کر سکتے تاکہ ہمیں ٹھیک ٹھیک درجہ ایک کے اثر کا دوسرے پر معلوم ہو۔ مزید برآں یہ کہ جہاں کہیں اسباب زیادہ تر خالص مقداری ہوں۔ تو اُس قانون تغیر کا جو اُن کو ربط دیتا ہے مقرر کرنا کسیطرح

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



سہل نہیں ہے۔ کیونکہ ایک (فارمولا) ضابطہ جو ایک خاص وسعت تغیر تک صادق آتا ہو ممکن ہے کہ ان حدود سے تجاوز کرنے کے بعد ٹوٹ جائے۔ مخرج فلزات کے (بسط) پھیلاؤ کا جس سے وہ تناسب ظاہر ہوتا ہے جس پر فلز کا حجم درجہ بدرجہ ترقی حرارت سے زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اس حد کے بعد تحمل نہ ہو سکے گا جب کہ فلز طیران کرنے لگے۔ ایسے نازک نقطے موجود ہیں جہاں علت اور معلول کے تغیرات میں جو نسبت چلی آتی ہے آگے نہیں چلتی۔ لہذا جہاں کہیں دو اثروں میں تلازم ہوں وہاں محض اس تلازم کی بنیاد پر کسی قانون کے وضع کرنے میں بڑی احتیاط کرنا چاہیئے۔ بلکہ ایسی صورتوں میں بھی جہاں ہم کو کافی اعتماد ہو کہ اور اسباب کی وجہ سے جو تغیرات واقع ہوتے ہیں اور ہم ٹھیک پیمائش اس اثر کی جو زیر بحث ہے دے سکتے ہیں ؛

وہ اسباب جن کے اثر مجموعے میں غرق ہو جاتے ہیں صرف یہی نہیں کہ ایک دوسرے سے علیحدہ متغیر ہوتے ہوں بلکہ بعض اپنے عمل میں ممکن ہے کہ دوری ہوں۔ (باری باری سے اثر کرتے ہوں) خواہ علی الاتصال عمل کریں یا باری باری سے ممکن ہے کہ وہ موقت ہوں اور ممکن ہے کہ ایک کی مدت دوسرے سے طولانی ہو۔ ایسے بھی اسباب ہو سکتے ہیں جو دوری بھی ہوں اور اپنے عمل میں غیر منتظم ہوں۔ اور ان کا وقوع کسی مقررہ اور موقت فاصلۂ زمانی سے ہوتا ہو۔ تاہم ممکن ہے کہ بہت سی مشکلات سے کام پڑے جو کہ ان واقعات سے اوسطیں لینے میں پیدا ہوں۔ کوئی شخص یہ نہیں توقع کر سکتا کہ بارش ایک سال کی دوسرے سال کے ساتھ قریب قریب ایک ہی اوقات میں ہو۔ جن حالات کا ان پر اثر ہے وہ بہت کثیر اور غیر قائم ہیں لیکن اس کا کوئی سبب نہیں ہے کہ ہم توقع کریں کہ اوسط سالانہ بارش معتد بہ مدت برسوں میں قریب قریب موافق ہو۔ مختلف مدتوں کے لیئے کیونکہ ایک سال ممکن ہے کہ اکثر حالات موافق بارش کے ہوں بہ نسبت دوسرے سال کے اور پھر دوسرے ہی سال دوسرے طریق سے ہو پس اگر اوسط بارش معتد بہ مدت برسوں کے لیئے زیادہ ہو بہ نسبت دوسری مدت کے تو ہم کو چاہیئے کہ ہم کوئی معین سبب فرق کا تلاش کریں۔ ممکن ہے کہ ہم مختلف زمانوں میں اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ضلع کے جنگلوں کی مقدار میں فرق پائیں کیونکہ دوری اور غیر منتظم علتیں جن کے عمل سے ہم واقف ہیں اُن کا تقریبی موازنہ دو مدتوں میں ممکن ہے اگرچہ کسی دو برسوں میں شاید نہو۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قوسیں رسم کی جائیں مثلاً ایک خط بطور قاعدے کے فرض کیا جائے اور اُس پر برابر فاصلوں سے واسطے پے در پے برسوں کے عمود نکالے جائیں اُن میں سے ہر عمود پر بارش کے پیمانے سے انچھوں کی مقدار کم و بیش جو اُس سال ہوئی ہو نقطے لیئے جائیں اور اُن نقطوں میں خط ملایا جائے تو یہ خط (منحنی) کبھی اونچا اور کبھی نیچا غیر منتظم طریق سے واقع ہوگا لیکن یہ ممکن ہے کہ باوصف ان درمیانی تغیرات کے طولانی مدت کے تغیرات ہوں۔ جو صاف صاف ظاہر ہو جائیں گے۔ وہ جسے قوس کا حدب اور قعر کہتے ہیں تقریباً برابر فاصلوں پر واقع ہو۔ اگرچہ اُس کا طریق قعر سے حدب تک یکساں نہیں ہوتا اس سے کسی علت کا فعل ظاہر ہوگا جس کی مدت متشابہ ہے اور اگر ہم نے کوئی جزو موثر دریافت کیا جس کا تغیر مطابق کی مدت کے ہو تو نہایت قوی احتمال اُس کے علت ہونے کا ہوگا ؛

مفید استعمال شمار و اعداد اسٹاٹسٹک کا بہت کچھ اسی قسم کے طریقوں پر موقوف ہے لیکن اُن سے (ہدایت) تعلیم حاصل کرنے کی تجویزیں اُس طریقے سے جس کا اظہار کیا گیا ہے بہت زیادہ دشوار ہوتی ہیں۔ وہ مخصوص علموں کی تفصیل سے بہ نسبت ان منطقی اسلوبی کے اصول کے زیادہ تعلق رکھتی ہیں شاید تعلیلی تعلق کی غلط ترجمانی کے متعلق کافی بحث ہوگئی ہے تاکہ ہم اُن غلطیوں میں نہ پڑیں جو درصورت مقداری آثار کے جن کی میزان میں تغیر واقع ہوتا ہے۔ یہ غلطیاں نامناسب عجلت سے سچے ضوابط کے جاری کرنے میں ہو جاتی ہیں جبکہ مجموعی اثر کی تحلیل نہوئی ہو۔ اور اُن مشکلوں کی وجہ سے بھی جو اجزا اور تغیرات کے جدا کرنے میں ہوا کرتی ہیں ؛

چند متفرق مثالیں اُس طریقے کی جن سے احکام واسطے بہتر طریقۂ عمل کے مخصوص علوم میں عام منطقی اصول سے اخذ کیئے جاتے ہیں بیان کر کے اس باب کو ختم کرنا مناسب ہوگا۔ یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ اس موضوع پر یہاں کافی بحث ہوئی ہے یہاں صرف مثالوں سے تشریح کی گئی ہے ؛

وہ جسے تاریخی طریق یا طریق مقابلہ کہتے ہیں چند پشتوں سے اکثر تحقیقات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کے شعبوں میں تغیر عظیم کا باعث ہوا ہے کسی اثر کی علت دریافت کرنے کے لیئے بہتر طریقہ جاری کرنا عام اصول کا ہے ترتیب وار مختلف حالات میں اگلے وقتوں میں معاملات تاریخی نشونما کے مثلاً زبان یا قصص یا مذہب یا قانونی تصورات کی تحقیقات میں اس پر قناعت کی جاتی تھی کسی مخصوص عہد یا ملک کے واقعات مشاہدات کے ذریعے سے جو اُسی عہد یا ملک سے تعلق رکھتے ہیں واقعات کی توضیح میں کوشش کی جائے۔ یا اگر اس سے تجاوز کریں تو صرف قریب العہد یا جو ملک اُس صنف کے ہوں اُن کے بارے میں یہ طریقہ عمل اختیار کیا جائے تاریخی طریقے کی نظر اب اس میدان سے دور تک جاتی ہے اب رسم ورواج اُن عہدوں کے جن میں فصل بعید ہے مقابلہ کیئے جاتے ہیں یا اُن قوموں کے جو باوصف معاصر ہونے کے تہذیب اور شائستگی اور عقلیات میں مختلف سطحوں پر واقع ہیں اس مقابلے کی روشنی میں واقعات ایک بالکل ہی نئی شان سے ظاہر ہوں گے۔ قانونی یا اور رسم ورواج جس کے لیئے زمانہ متاخر نے کوئی سبب کسی مجوزہ معنے یا منفعت میں پایا ہے جس پر اب رسم ورواج کو تصرف ہے۔ ان کا مبداء بالکل ہی مختلف تھا وہ حالات اب موجود نہیں ہیں اور نہ وہ خیالات ہیں۔ عوام الناس میں ایسے عجیب وغریب امور ابتک بکثرت ہیں دُلہن دولھا پر چانول پھینکنے کی رسم جب وہ دونوں سوار ہو کے روانہ ہوتے ہیں اُس کی یہ توضیح کی گئی ہے کہ چانول ایک علامت بارآوری کی ہے۔ ڈاکٹر فریزر متعدد واقعات کو مقابلہ کر کے یہ خیال کرتے ہیں کہ چانول سے یہ مراد تھی کہ دُلہن یا دولھا کی روح کو پھسلا کر جسم کی جانب راغب کیا جائے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ مشکل کے اوقات میں اور جو چیز شادی سے متعلق ہے وہ متشکل ہی مشکل ہے۔ روح بدن سے چڑیاں کر اُڑ جاتی تھی۔ چانول اس کو پھر اپنی طرف راغب کر لینگے۔ اور اگر یہ بدن کے پاس منڈلاتی رہیگی تو ممکن ہے کہ پھر داخل ہو جائے۔ خواہ یہ صحیح نو صحیح اس رسم کی ہو خواہ نہو صرف طریقہ مقابلہ ہی سے اس کا اشارہ مل سکتا تھا۔ یہی حال قصص کا بھی ہے یونانی اور رومی قصص الاصنام (میتھالوجی) جس کو میکس میولر نے رواج عام بخشا ہے حسب قول ڈاکٹر اینڈریو لینگ وہ زبان کی ایک بیماری ظاہر کی جاتی ہے۔ جیسے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



موتی صدف میں وہ نام جو زمین یا سورج یا چاند کے اوصاف ظاہر کرتے تھے اور لفظوں سے جن کی آواز مشابہ اور معنے جداگانہ تھے غلط واقع ہوا اور ان معنوں سے قصے پیدا ہو گئے۔ اپولولیکیوس کو کوئی ربط بھیڑیے سے نہ تھا۔ وہ صرف درخشاں تھا۔ لیکن جب یہ فراموش ہو گیا تو کسی بھیڑیے کی کہانی اس نام کی توجیہ کے لیئے ایجاد ہو گئی۔ ایسے نظریات بہر طور ناقابل اعتماد ہیں کیونکہ ایک قصہ جس کا مضمون مشابہ ہوتا ہے وہ مختلف اور دور دراز قوموں میں پایا جاتا ہے جن کی زبانوں کے متعلق یہ نہیں تسلیم کیا جا سکتا کہ تجنیس لفظی کے غلط سے مختلف معنے پیدا ہوئے۔ کوئی جدید اصول اس بحث کے متعلق جو نظریۂ اصنام قصۂ آفتاب کے خلاف ہو مستعمل نہیں ہے ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ اس نظریئے کو کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ وہ آثار جنکی توجیہ کے لیئے یہ مقصود تھا جہاں اُن کا وقوع ہوتا ہے وہاں نظریہ جاری نہیں ہو سکتا لیکن ایرین (ایرجی) قصص الاصنام بجائے خود ایک وسیع مضمون ہے ایک محقق کو طبعی طور سے یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس کی توجیہ ممکن ہے بغیر اس کے کہ افریقہ یا امریکہ کے وحشیوں کے قصص الاصنام کی طرف رجوع کریں۔ یہ معلوم ہوا کہ ایسی صورت نہیں ہے طولانی نسل انسان کے موجودہ واقعات کو گذشتہ کے ساتھ جو بالکل غیر مشابہ ہے ربط ہے اور اُس کے ذریعے سے ایک ہی عہد کی صورتیں تمدن کی جن میں فصل بعید ہے مربوط ہو جاتی ہیں لہذا یہ امر اہمیت رکھتا ہے کہ موجودہ کو تاریخ کی روشنی میں مطالعہ کریں اور ایک وسیع سلسلہ واقعات کو جن کا فراہم کرنا ممکن ہے باہم مقابلہ کریں۔

ہم بعض اوقات مسلمات اسلوبی بحث کا ذکر سنتے ہیں اس اصطلاح سے یہ مراد ہے کہ وہ مسلمات جو کسی علمی بحث کے جاری رکھنے کے لئے اختیار کیئے جائیں اُن کا ضرورۃً صادق ہونا تصور نہیں کیا جاتا۔ مثلاً حالات ذہن اور حالات بدن کے درمیان صریحی کوئی ربط ہے۔ عالم نفسیات یہ بات دیکھ کے کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ دوسرا پہلے کا پیدا کیا ہوا ہے تو ایسے تناقص واقع ہوں گے جن سے نجات حاصل کرنا غیر ممکن ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ دونوں میں جو تعلق ہے اُس کے بیان کا کیا سچا طریقہ ہے پس وہ خیال کر سکتا ہے یہ مفروض کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اُن میں باہمی فعل و انفعال ہے نہایت مناسب مسلمہ ہے جس سے اُس کے علم میں ترقی اور انتظام پیدا ہو سکتا ہے یعنے اُن قوانین کا علم جن سے ایک منفرد ذہن کا تدریجی کمال دریافت ہو یا بجائے مفروض فعل و انفعال (جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ذہن اور بدن ایک دوسرے میں تغیر پیدا کر سکتے ہیں) کے مفروض موازات کو ترجیح دیجائے جس کے موافق ہر ذہنی تغیر کے مطابق ایک جسمانی تغیر موجود ہے اور بالعکس۔ لیکن دونوں سلسلے جاری ہیں اسطرح کہ ایک کے حوادث کا دوسرے پر اثر نہیں ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی مفروض اگر سچا نہ سمجھا جائے بلکہ صرف تحقیق کی سہولت کے لیئے اختیار کیا جائے تو وہ ایک مسلمہ اسلوبی ہوگا۔ اسی کے مثل اگر وہ انسانی ارادے کے آزاد ہونے کا یقین کرتا ہے تو بھی ماہر نفسیات مسئلہ تعین کو اسلوبی مسئلہ کی حیثیت سے قبول کرلے گا۔ اس لیئے کہ جس حد تک افعال کی کوئی علت نہیں ہے جن سے فاعل کی سابق حالت سے اُن کی توجیہ ہو سکے بلکہ وہ ایسے ارادے کی فعلیت سے صادر ہوتے ہیں جس کے عمل کرنے کے مقررہ قوانین نہیں ہیں۔ پس اُن کے وقوع کی توضیح کی کوشش کرنے سے کوئی امید نہیں ہے۔ اس عمل کی کوششوں میں اسی لیئے وہ اس بات کو تسلیم کرے گا جو اس کام کے امکان کے لیئے ضروری ہے اگرچہ وہ یقین کرتا ہو کہ یہ بالکل ہی نہیں ہو سکتا۔

بالآخر عام منطقی تجویزوں سے کسی خاص علم میں ضعیف مقامات کسی خاص وقت میں ظاہر ہو سکتے ہیں اور اس سے ثابت ہو سکتا ہے کہ کونسا راستہ تحقیق علم زیر بحث کے لیئے از روے منطق زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ نظریہ انتخاب طبیعی میں موجود ہونا اختلافات کا تسلیم کرلیا گیا ہے یعنے انحرافات اولاد میں والدین کی صنف سے اور یہ مان لیا گیا ہے کہ یہ اختلافات محض اتفاقی اور غیر توفیقی[1] ہیں۔

---

[1] توفیقی سے ایسے واقعات مراد ہیں جو کسی خاص نوع حیوان کو کسی خاص اقلیم یا خاص ماحول میں رہنے کے موافق بنادیں مثلاً گرم سیری جانور جب سرد ملکوں میں جائیں تو اُن کے بڑے بڑے بال ہو جائیں یا گہرائی سے مچھلیاں شکار کے لیئے چونچ لمبی یا زمین کے اندر سے کھودنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



پہلے توجہ اس کام پر مرتکز ہوئی کہ فعل ثابت کیا جائے کہ کونسا بڑا درجہ توفیق کا درمیان کس نظام عضوی اور اُس کے ماحول کے پیدا ہو سکتا ہے بذریعہ عمل جہد للبقا کے اُن افراد میں جو صنف سے تمام سمتوں میں خفیف اختلاف رکھتے ہوں اور کیونکر ایسے خفیف اختلافات کے مجتمع ہو جانے سے جو اتفاقاً ہر نسل کے مناسب حال ہوئے ایک عظیم متغیر خاص صنف کا بالآخر پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ نہایت مناسب معلوم ہوا کہ بعض مسلمات کی بنیاد پر بھی بحث کرنا بعض واقعات کے لیئے انسب ہے۔ لیکن تنقید کے دباؤ نے توجہ کو اس سوال کی طرف مبذول کیا کہ آیا تغیرات سب کے سب غیر توفیقی ہیں اور نظریہ انتخاب طبیعی کی منطقی ضرورتوں سے ایک مناسب مجموعہ واقعات اس نقطے پر روشنی ڈالتا ہے واقعات کا حاصل کرنا یا تخمینہ کرنا سہل نہیں ہے لیکن علماء حیات اس مسئلے پر بڑی مستعدی سے کام کر رہے ہیں اور ملاحظہ معاصر حالات علم حیات کے لیئے منطقی نقطۂ نظر سے خبرداری کے ساتھ اس قسم کے واقعات پر غور کرنا ہوگا۔ ایسے ہر کسی مسئلے میں جسکا مذکور ہوا۔ اور وہ مثالیں جو قطعی[1] ہیں جن سے ایک یا دوسرے نظریئے کی تردید ہو جائے ضروری ہیں:

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) کیڑے نکالنے کے لیئے چونچ تیز نہ ہو جائے۔ دیکھو ڈارون کی کتاب انواع حیوانات جس میں ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ انواع کی پیدائش میں توفیقی واقعات کا بہت کچھ اثر ہے ۱۲ھ

[1] لفظ کروشیل (جس کے معنے قطعی مثال لیئے گئے ہیں) لاطینی میں کروکس ستون نشان کو کہتے ہیں ملاحظہ کرو بیکن کی کتاب ارغنون جدید قطعی مثال کسی نظریئے کی تردید ممکن ہے نہ کہ ثبوت اگر کسی اور نظریئے کا موجود ہونا تسلیم نکیا جائے جس سے یہ مثال موافقت رکھتی ہو۔ ایسی مثالوں کا تجویز کرنا آسان تر ہے جو اس رائے کو باطل کرتی ہوں کہ تمام اختلافات غیر توفیقی ہیں بہ نسبت اس کے کہ ایسے اختلافات بھی واقع ہوتے ہیں جو توفیقی ہیں مصنف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



# باب بست و ہفتم

## ضمیمہ: مغالطات کے بیان میں

مغالطہ ایک حجت ہے جو بظاہر منتج معلوم ہوتی ہے درحالیکہ حقیقۃً ایسا نہیں ہے۔ اور خاص غرض مغالطات کے حاصل کرنے سے یہ ہے کہ ہم اُن سے بچنا سیکھ لیں۔ منطق کو ایک علم کی حیثیت بالاستیعاب تحصیل کرنے کے بعد حق یہ ہے کہ ہم کو اُن سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف وہ طریقہ جس میں اُن کا تتبع ہم کو افعال فکریہ میں مدد دے سکتا ہے بذریعہ قوت تقابل کے ممکن ہے۔ ایک شخص کو کوئی حجت دکھاؤ جس کو وہ غیر سالم سمجھتا ہو پھر اس کو یہ بتاؤ کہ سقم کہاں ہے اور وہ نہایت صفائی کے ساتھ اس کو سمجھ لیگا۔ جس حد تک کے اُن کا صوری بیان ممکن ہے کہ سالم استدلال کے شرائط کیا ہیں؟ اسی طریقے سے بحث کرتے ہوئے ہم نے مثالیں غیر سالم اور سالم استدلال کی مقابلہ کیں۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے؟ کیونکہ اس علم میں جو صورت ہے وہ مثلاً علم نفس میں نہیں ہے۔ علم نفس کے ماہر کے لیئے چند ہی چیزیں اس سے زیادہ مفید ہو سکتی ہیں کہ ذہنی زندگی کی نمایاں بے قاعدگیوں کا تتبع کیا جائے۔ ٹھیک اسی طرح جیسا کہ عالم عضویات کو بیماریوں سے بہت کچھ ایسی چیزوں کا انکشاف ہوتا ہے جو عالم صحت میں نہیں دیکھی جا سکتیں کیونکہ علم نفس ایک تجربی علم ہے جس حد تک یہ کوئی علم ہے بھی اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اصول دریافت کیئے جائیں جن کے موافق شعور کے مختلف ظہور کسی فرد واحد کی زندگی میں کامل ہوتے ہیں وہ اصول کیا ہیں ایک وسیع حد تک اس کی پیش بینی ممکن نہیں ہے۔ اگرچہ علمائے مابعد الطبیعت اُن شرائط کے بارے میں جن کے تحت میں اُن کا عمل ممکن ہے خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہوں۔ کچھ رائیں رکھتے ہیں۔ اب دیکھو کہ دیوانگی ایک ایسا ہی واقعہ ہے جیسا کہ باقاعدہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ذہنی تکمیل کا کوئی واقعہ ہو سکتا ہے۔ اس کی توضیح اُس کے مثل ممکن ہے اور بلا شک وہ[1] اصول جن کی مطابقت سے بعض شرائط کے تابع ہو کے ہوشیاری کے نتائج کی تکمیل ہوتی ہے اُس کی مثالیں ذہنی فتور کی حالت میں بھی نکلتی ہیں جن کو دوسرے شرائط بیدار کرتے ہیں۔ بلکہ اس صورت میں زیادہ نمایاں طریق سے ان کی مثالیں ملتی ہیں ان صورتوں میں وہ مثالیں ملتی ہیں جن میں ہمکن روشن مثالیں کہتا ہے۔ جو ہم کو اُن کے دریافت میں مدد دیتی ہیں مگر یہ کہنا لغو ہوگا کہ فکر صحیح کے اصول کی مثالیں مغالطے میں بھی پائی جاتی ہیں اور یہ امید عبث ہوگی کہ کسی غلط کار ذہن کے طرز عمل سے ماہیت فکر صحیح کی دریافت کی جائے۔ ہم یہ کہہ چکے ہیں اور مکرر کہتے ہیں کہ منطق اُن اعمال فکری کی تحلیل کرتی ہے۔ جن کو ذہن اور معاملات میں بجا لایا ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس وجہ سے منطق ریاضیات سے بڑھا ہوا کوئی تجربی[2] علم ہے۔ ریاضی کا ماہر صرف ضروری نسبتیں عدد یا فضا کی جو مقداروں یا شکلوں میں ملتی ہیں اُن کو دریافت کر لیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اُس کو تحقیق ہو جاتا ہے کہ اُن کی ضرورت منطق اور کل ہے اور یہ واقعہ کے ریاضی نہ جاننے والے حضرات ریاضی تعقل میں غلطیاں کرتے ہیں اُس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ تعقل کے درحقیقت دو طریقے ہیں بلکہ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ ان موضوعات کے متعلق یہ لوگ حقیقۃً تعقل نہیں کر سکتے یہی حال منطق کا ہے صرف کسی ایک ہی تعقل میں جس میں وہ پائے جاتے ہیں ضروری نسبتیں تعقل کی شامل ہیں اور اُن کی تحقیق ہوتی ہے اُن کی ضرورت بھی مطلق سمجھی جاتی ہے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ جو لوگ خلاف طریقے سے فکر کرتے ہیں وہ جس چیز کے متعلق فکر کر رہے ہیں اُس پر فکر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اگر کوئی شخص اس بات کے خلاف ماننے پر مائل ہو اور یہ سمجھے کہ قوانین فکر یہ نفسانی قوانین ہیں اور مغالطے میں جیسی[3] جیسی اُن کی مثالیں ملتی ہیں

---

[1] اصول ایک ہی ہیں لیکن ہوشیاری کی حالت میں جن شرائط سے کوئی ظہور ہوتا ہے بمقابلہ دیوانگی اُسی قسم کے ظہور کے لیئے اور شرائط ہیں ۱۲ م

[2] مقصود یہ ہے کہ نہ ریاضی تجربی علم ہے نہ منطق ۱۲ ھ

[3] یعنے جو نسبتیں دریافت ہوئی ہیں وہ مطلقاً صحیح اور کلیتہً سچ ہیں ۱۲

[4] مغالطے میں جیسی مثالیں ملتی ہیں ویسی ہی صحیح فکر میں بھی ملتی ہیں گویا کوئی قانون صحیح فکر کا مضبوط اور مستحکم نہیں ہے ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



وہ کچھ کم نہیں ہیں مقابل کی مثالوں سے۔ تو اُس کو سوچنا چاہیئے کہ ایسا کرنے میں بھی اُس کو اس کی ضد کا تسلیم کرنا لازم ہوگا کیونکہ جو شخص ایسے (غلط کار) ذہن میں اصول فکریہ کو بطور تجربی واقعات کے دریافت کرنے کا قصد کریگا وہ حقیقت کے اعتبار سے اس بات کے معلوم کرنے کے قابل نہوگا کہ وہ فکر سالم ہے جس کے ذریعے سے اُس نے تحقیق کو جاری کیا ہے۔ اُس کو اُن نتائج پر کیونکر اعتماد ہوسکتا ہے؟ تاہم اس واقعے میں کہ وہ اُن پر اعتماد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے ضمناً یہ امر داخل ہے کہ وہ ایسے اصول فکریہ کو تسلیم کرتا ہے جن کے مطابق تحقیق کو جاری کرنا چاہیئے۔ تاکہ اُس کی تحقیق سالم ہو خواہ کچھ ہی اصول اُس کی تحقیق پیدا کرے یہاں اُس نے اس بات کو مان لیا ہے کہ وہ بلا کسی واسطے کے عقلی طریقۂ فکر سے واقف ہے بغیر حوالہ اُن واقعات کے جو علم نفس سے منکشف ہوئے ہیں؟

قطع نظر اسکے مغالطات کا باب داخل کرنے پر یہ معذرت کیجا سکتی ہے کہ روایت[1] اُس کے موافق ہے اور بغیر اسکے مغالطات کا تسمیہ (ایسا تسمیہ جو کسی طرح عام استعمال سے متروک نہیں ہوا ہے) بغیر توضیح کے رہ جاتا علی فائدے بھی اسکے ہیں اور یہ کہنا مضحکہ کے قابل ہے کہ منطق ایک علم ہے لہذا ہم کو نہ چاہیئے کہ ہم اسکے مطالعے کو عملی فائدے سے بدلیں۔ بعض عام صفتیں مغالطے کی ازبسکہ معروف ہیں تو یہ معروف ہونا اس کا ضامن نہیں ہے کہ ہم ہرگز ان مغالطوں میں نہ پڑیں گے۔ بلکہ یہ ہے کہ ان مغالطوں میں پڑنا ضروری ہے جب تک کہ ہم اُن کی مزاولت نہ کریں۔ لیکن جب ہم اُن کو اچھی طرح معلوم کرلیں گے اور اُن کا تصور حاصل ہو جائے گا تو ممکن ہے کہ یہ تحصیل ہماری اُن سے بچنے میں مدد دے۔ تیور[2] سروں کو جن کو ایک شخص نے تمیز نہیں کیا ہے جب تک کہ

---

[1] قدیم سے منطق کے آخر میں ایک باب مغالطات پر لکھا جاتا ہے یہ سلف کا طریقہ ہے اور فضول بھی نہیں ہے اس لیئے کہ مغالطات کے نام متروک الاستعمال نہیں ہیں۔ منطق اور دوسرے علوم میں بلکہ تمام بحث مباحثے میں داخل ہیں اُنکی توضیح منطق کی تکمیل کے لیئے ضروری ہے ۱۲

[2] تیور موسیقی کی اصطلاح میں حد معتدل سے زیادہ اونچے سر کو کہتے ہیں اس سے بھی زیادہ اونچے سر کو تیور تر اور اُس سے بھی اونچے کو تیور تم کہتے ہیں اسی طرح نیچے سر کو کومل اور اُس سے بھی نیچے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اُسے بتائے نہ گئے ہوں اس کے بعد وہ اُن کو آسانی سے پہچان لیگا۔ کسی کھانے کی خوشبو یا تصویر کا کوئی خط جس کو ملاحظہ نہ کیا ہو اگر کسی شخص کو اُس کی تمیز کرادی جائے تو پھر اُس کو نہ پہچاننا غیر ممکن ہوگا یہی حال ایک مغالطے کا بھی ہے اکثر[1] ایسے لوگ ہیں جن کا ادراک کسی دلیل کے غیر سالم ہونے کا اس سے متاثر نہیں ہوتا کہ وہ صدق یا کذب اُس کے نتیجے کا یقین کرتے ہیں وہ یہ سمجھ لیں گے کہ جو کچھ یہ دلیل ثابت کرتی ہے وہ جھوٹ ہے۔ یہ صحیح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ بھی مان لو کہ سچائی کی وہ بڑی قدر کرتے ہیں اور وہ اُس سے بخوبی مانوس ہیں مگر جس صورت کی حجت اُس کی تائید میں بیان کی جائے اُس سے کچھ تعرض نکریں گے۔ لیکن اگر ہم نے کسی مغالطے کی صورت یا اُس کی صنف کی مزاولت کرلی ہے تو اُس کا احتمال کمتر ہے کہ ہم اس خطا میں گرفتار ہوجائیں گے۔ یہ سچ ہے حسب قول اسقف اعظم ہوئیٹلی کے "بالجملہ بے شک مغالطے کی عملی شناخت پر بہت کچھ ہماری طبعی اور اکتسابی ذکاوت موقوف ہے اور کوئی ضابطہ ایسا نہیں دیا جاسکتا کہ صرف اُس کے سیکھ لینے سے ہم اُس کو بلا غور و تامل یقین کرلیں اور آمادگی کے ساتھ جاری کرسکیں لیکن ہم کو معلوم ہوگا کہ اگر ہم ایک عام صحیح نظر اس مضمون پر کرلیں اور اس کی علمی بحث سے موانست پیدا ہوجائے تو سب سے بڑھکر ایسا میلان پیدا ہوگا جس سے ذہن کو عادت ہوجائے کی کہ عمل کی صلاحیت پیدا کرلے۔ اور جیسا کہ ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ ایک شخص جو کسی مغالطے کو پہچاننے کے قابل ہے اگر اُس کو مہلت دیجائے کہ وہ محض روشنی طبع سے اُن کو پہچان لے لیکن عملاً ممکن ہے کہ وہ اس نقصان میں رہے کہ فوراً اُن کے پہچان لینے کے قابل نہ ہو۔ البتہ بالاستیعاب مغالطات کے تتبع اور تحصیل سے اُس کو ایسی مدد ملے گی۔ صرف دوسروں کے ساتھ احتجاج کرنے ہی میں اُس کو فائدہ نہ پہنچے گا بلکہ بجائے خود غور و فکر کرنے میں بھی اُس کے لیئے یہ تحصیل بہت مفید ہوگی۔ ارسطاطالیس نے

---

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ کوآت کوہل اور سب سے نیچے سرکوسکاری کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

[1] ایسے اکثر اشخاص ہیں جو نتیجے کی صحت یا عدم صحت کا یقین رکھتے ہیں مگر دلیل کے سالم یا غیر سالم ہونے کی تمیز نہیں کرسکتے ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



بحوالہ فن طریق و آداب مناظرے میں خصوصاً اس موضوع پر بحث کی ہے۔ اُس نے اس نقطۂ نظر سے اس کو ملاحظہ کیا کہ جو شخص خصم کی دلیل میں قصور پاتا ہے اور یہ نہیں بتا سکتا کہ کیا قصور ہے وہ مناظرے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اس میں یہ اور بڑھایا جا سکتا ہے کہ از بسکہ مغالطات معلوم صنفوں کی جانب حوالہ کیئے جا سکتے ہیں تو تنقید میں بہت اختصار ہو جائیگا کہ کوئی شخص اس قابل ہو کہ مغالطے کے اصناف کے نام لے سکے۔ اور کسی خاص مغالطے کو اُن میں سے کسی ایک کی طرف منسوب کر سکے؛

یہ سب عملی تجویزیں ہیں۔ اور ظن غالب ہے کہ یہ معلوم ہو کہ مسئلہ مغالطات کو خصوصاً اُن لوگوں نے اہمیت بخشی ہے جو منطق کو ایک آلۂ استدلال سمجھتے ہیں لیکن اس مسئلے کا فائدہ نظری علموں میں بھی پایا جا سکتا ہے یہ امر عقلاً قابل اطمینان نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی دلیل کو ناقص سمجھے اور یہ نہ دیکھ سکے کہ وہ نقص ٹھیک ٹھیک کیا ہے۔ ہم اپنے لیئے اُسی کے آرزومند ہیں۔ جو کہ ہمارا خصم ہم سے چاہتا ہے یعنے غلطی کی تحلیل ورنہ اگر ہم صرف خطا کو دیکھ لیں اور خطا میں کچھ نہ دیکھیں ارسطاطالیس کے بیان کے موافق ایسا ذہن جکڑا ہوا ہے اور چلنے کے لائق نہیں ہے۔ غالباً بعض مغالطے جن کا حل مختلف لفظی ابہامات میں پایا جاتا ہے ممکن ہے کہ کسی زمانے میں سخت گتھیاں ہوں۔ بہ نسبت زمانہ موجود[1] کے کچھ تو اس سبب سے جیسا کہ اوروں نے بتایا ہے ایسے مغالطات عموماً کسی غیر زبان میں ترجمہ کرنے سے غائب ہو جاتے ہیں اور جو لوگ یونانیوں کی بہ نسبت مختلف زبانوں سے واقفیت رکھتے تھے یہ واقفیت اُن کو مغالطات کے شناخت کرنے میں بہت مفید ہوئی۔ اور کچھ اس سبب سے بھی کہ وہ تحلیل جو ارسطاطالیس کے زمانے میں ایک نئی چیز تھی ہمارے زمانے میں ایک مشترکہ جائداد ہے اور اُس کے بہت سے نتائج ہمارے خیالات اور طرز گفتار میں اس طرح سما گئے ہیں کہ جب کسی شخص کی توجہ اس کی جانب مبذول کیجاتی ہے تو اُسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ

---

[1] ممکن ہے کہ انسان کے ذہن کی مزید تکمیل سے اکثر مغالطات عموماً حل ہو گئے ہیں جو تمام شائستہ انسانوں کا حصہ ہے ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اُس کو صرف وہی تعلیم دی گئی ہے جس کا علم اُسے پہلے ہی سے[1] حاصل تھا!

بہر صورت اگر ہم اس پر راضی ہوں کہ منطق میں مغالطات کی بحث ہونا چاہیئے تو یہ اطمینان حاصل ہونا دشوار ہے کہ اُن سے کسی قسم کی بحث ہو۔ سچائی کے قاعدے ممکن ہیں کہ موجود ہوں لیکن غلطی غیر محدود ہے اور اُس کے انحراف کی صورتوں کا حصر کسی قسم کی تقسیم[2] میں نہیں آسکتا۔ ایک ہی غیر منتج حجت اکثر کبھی ایک قسم کے مغالطے سے منسوب ہوتی ہے کبھی دوسرے سے چونکہ ہر حجت میں (ہویٹلی کہتا ہے) کہ ایک مقدمہ عموماً حذف کر دیا جاتا ہے۔ تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ درصورت کسی مغالطے کے سامعین دو شقوں[3] میں متردد رہتے ہیں وہ کبھی ایسا مقدمہ محذوف مقدمہ کی جگہ پر پیدا کرتے ہیں جو سچ نہیں ہے۔ یا ایسا جو کہ نتیجے کو ثابت نہیں کرتا۔ مثلاً کوئی شخص کسی ملک کی مصیبت پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے یہ احتجاج کرتا ہے کہ حکومت جابرانہ ہے ہم کو سمجھنا چاہیئے کہ یا تو یہ تسلیم کیا جائے کہ ہر مصیبت زدہ ملک ایک ظالمانہ حکومت کے ماتحت ہے اور یہ صریحاً جھوٹ ہے یا صرف یہ تسلیم کیا جائے کہ ہر ملک ماتحت حکومت جابرانہ کے ہو وہ مصیبت زدہ ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہو لیکن اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ بہ سبب عدم استغراق حد اوسط۔ کسی جھوٹے مقدمے کا تسلیم کر لینا شاید مغالطہ نہیں کہا جا سکتا (جیسا کہ ہم عنقریب ملاحظہ کریں گے) بہر طور

---

[1] یعنے مغالطے کے علم کو تحصیل حاصل خیال کرے کیونکہ وہ روشن خیال ہے ۱۲۔

[2] ڈی مارگن کی منطق میں یہ عبارت ہے ایسا کوئی قاعدہ موجود نہیں ہے جس سے انسان کے غلطی کرنے کے طریقوں کی تقسیم ہو سکے اس میں بھی بہت شک ہے کہ آیا ایسا قاعدہ تقسیم کبھی ممکن ہوگا مصنف۔

[3] مثال آئندہ میں دو قضیے یہ ہیں (ا) ہر مصیبت زدہ ملک حکومت جابرانہ کی تابع ہے۔ (ب) ہر ملک جو حکومت جابرانہ کا تابع ہے مصیبت زدہ ہے۔

قیاس کی صورت یہ ہے: ایران مصیبت زدہ ہے ہر ملک حکومت جابرانہ کا تابع مصیبت زدہ ہے اس سے کچھ ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ مصیبت زدہ حد اوسط غیر مستغرق ہے۔ دوسرے یہ قیاس دوسری شکل کا ہے مگر اختلاف فی الکیف نہیں ہے ۱۲ھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اس کی ماہیت غیر منتج احتجاج سے جداگانہ ہے۔ لیکن غیر منتج احتجاج کے دو طریقوں سے کسی ایک کا اختیار کر لینا مساوی ہے۔ جب کہ ہم کسی ایک مغالطے کی قسم مقرر کرتے ہیں۔ جو شخص کوشش کرتا ہے کہ چند نمایاں مثالیں دیکھا کے کسی قضیے کی تردید کرے مثلاً بعض نوعی خاصیتیں پودوں یا جانوروں کی صلاحیت رکھنے والی نہیں ہیں تو اُس پر یا تو فساد استعمالی حد اصغر کا الزام لگایا جا سکتا ہے یعنے ایک کلی نتیجہ نکالا جائے جہاں کہیں کہ اُس کے مقدموں سے اُس کو صرف یہ حق حاصل ہے کہ جزئی نتیجہ نکالے یا اُس پر جہل حجت کا الزام لگایا جائے اس لیئے وہ یہ سمجھتا ہے کہ جزئیہ موجبہ سے جزئیہ سالبہ کی تردید ہو سکتی ہے۔ اور صرف یہ غیر ممکن ہی نہیں ہے کہ ایسی تقسیم مغالطات کی کیجائے کہ کسی قسم کے مغالطے سے کوئی خاص مثال منسوب ہو سکے اور اس میں کوئی شک باقی نہ رہے اگر یہی ہوتا تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ اصناف میں تمیز ہو سکتی ہے اور تقسیم اس حد تک ایک عمدہ تقسیم ہے اگرچہ افراد مغالطات بلا ابہام اپنی اپنی صنفوں سے منسوب نہیں ہو سکتے لیکن اس میں بھی تو شک ہے کہ اصناف خطا کی حصر کے ساتھ تفصیل ہو جائے اور تقسیم کامل ہو ؎

اس کے دو سبب ہیں۔ اولاً ممکن ہے کہ حجتیں ایسی لغو اور غیر منتج ہوں کہ یہ بھی نہ کہا جا سکے کہ کوئی شائبہ قوت کا ان میں ہے۔ ایسے مغالطوں کی کوئی ہیئت اثباتی طریقے سے مقرر نہیں ہو سکتی بلکہ ایسی تمام حجتوں کو محض ایک سلبی نشان کے تحت میں مجموعاً لانا چاہیئے جس کو (غیر نتیجیت) کہیں اور ثانیاً بہت سے مغالطے ہیں جن کی شناخت کے لیئے عام منطقی تربیت مطلوب نہیں ہے بلکہ کسی خاص علمی موضوع بحث سے واقف ہونا چاہیئے۔ اس اخیری نقطے کی کچھ اہمیت ہے جو اُس کو برہان کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اُس سے مربوط کرتی ہے ؎

ہم نے ملاحظہ کیا کہ قیاس اُس دعوے کو قائم نہیں رکھ سکتا ہے جو اُس کے حق میں کبھی کیا گیا تھا کہ وہ تمام سالم استدلال کی کامل مثال ہے۔ بلکہ ایسے قیاسی استدلال ہیں (شرطی اور انفصالی دلیلوں کا تو کوئی ذکر ہی نہیں) جن کی صحت کسی مجرد نظام یا اصطلاحی علامتوں پر مبنی نہیں ہے بلکہ انکا مفہوم ہونا کسی خاص موضوع بحث کی ماہیت سے واقف ہونے پر موقوف ہے پیش پا افتادہ مثال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اس کی علم ہندسہ سے ملتی ہے گو کہ یہی ایک مثال نہیں ہے دیکھنا یہ ہے کہ جو امر سالم استدلال پر صادق ہے وہ اُسی طرح غیر سالم استدلال پر بھی صادق ہے۔ اکثر مثالیں اس قسم کی ہیں جو ہر موضوع بحث کے استدلال میں نہیں آتیں بلکہ اُس موضوع بحث کے غلط فہمی سے وابستہ ہیں جس میں اُن کا وقوع ہوا ہے اُس کی مثال بھی علم ہندسہ سے فوراً مل سکتی ہے۔ لیوس کیرول نے ایک ثبوت تجویز کیا تھا کہ جس سے زاویۂ قائمہ کبھی زاویہ منفرجہ کے برابر ہوتا ہے۔ یہ برہان اور تمام حیثیتوں سے ناقابل الزام ہے الّا ایک نقص عمداً رکھا گیا ہے یعنے شکل کے بنانے میں غلطی سے ایک خط جو ایک نقطے کے ایک جانب[1] کھینچا گیا ہے وہ فی الواقع دوسری جانب واقع ہونا چاہیئے تھا۔ جیسے جس طرح صرف علم ہندسہ سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اس خط کو کہاں واقع ہونا چاہیئے اُسی طرح علم ہندسہ سے اس غلط برہان کا عدم انتاج بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔

---

[1] فرض کرو کہ ا ب ج د ایک مربع ہے ا ب کی تنصیف کرو نقطہ ہ پر اور نقطہ ہ سے ہ ف عمود ا ب عمود پر نکالو جو کہ خط د ج کو نقطہ ف پر کاٹتا ہوا گذرے تو د ف = ف ج کے ہو گا ج سے ایک خط ج ز کھینچو برابر ج ب کے ملاؤ خط درمیان ا اور ز کے اور تنصیف کرو اس کی نقطہ ح پر۔ اور ح سے خط ح ک عمود ا ز پر نکالو۔

چونکہ ا ب اور ا ز متوازی نہیں ہیں تو ہ ف اور ح ک بھی متوازی نہیں ہیں لہذا اگر وہ بڑھائے جائیں تو ملجائیں گے۔ ہ ف کو بڑھاؤ تا کہ دونوں خط ملیں نقطہ ک پر۔ وصل کرو خط درمیان ک د ک ا ک ز اور ک ج کے۔

مثلثیں ک ا ح اور ک ز ح برابر ہیں کیونکہ ا ح برابر ح ز کے ہے۔ اور ح ک مشترک ہے۔ اور زاویہ نقطہ ح پر قائمہ ہے۔ لہذا ک ا برابر ک ز کے ہے۔

مثلثیں ک د ف اور ک ح ف برابر ہیں لہذا د ف برابر ہے ف ح کے اور ف ک مشترک ہے اور زاویہ ف پر کے قائمہ ہیں۔ لہذا ک د برابر ک ج کے اور زاویہ ک د ج برابر زاویہ ک ج د کے نیز د ا برابر ج ب کے برابر ج ز کے ہے لہذا مثلثیں ک د ا ک ج ز کے تمام اضلاع برابر ہیں۔ لہذا زاویہ ک د ا اور ک ج ز برابر ہیں۔ ان برابر زاویوں کے زاویہ ک د ج ک ح د کو منہا کرو لہذا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اسی طرح کے عدم انتاج ہر مخصوص علم میں واقع ہو سکتے ہیں اور اُسی علم کے سمجھنے پر اُن کے عدم انتاج کا ثبوت ممکن ہے مثلاً اگر یہ احتجاج کیا جائے کہ چونکہ ا اور ب ایک ہی چیز کے نصف ہیں لہذا وہ ایک دوسرے کے بھی نصف ہیں اور چونکہ ا = م ب ضرور = ۲ ماہیت مقدار کے تصور سے پہلے مقدمے کی عدم صحت ہم پر واضح ہو سکتا ہے بلکہ جو شخص کم سے کم ریاضی جانتا ہے وہ بھی اس صورت میں غلطی کو سمجھ لیگا۔

یہ کمتر ظاہر ہے کہ ایسی قوم جس میں قرابت صرف عورت کے واسطے سے تسلیم کرتے ہیں کوئی شخص اپنے باپ کا وارث نہ ہوگا بلکہ اپنے بھائی یا ماموں کا وارث ہوگا۔ لیکن ذرا غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہی صورت ہے اور احتجاج کرنے کا مغالطہ ثابت ہو جاتا ہے جہاں کہیں عورت کی قرابت جاری ہے کہ از بس کہ آ ایک جائداد پر قابض ہے اُس کا بیٹا بھی اُسی جائداد پر اُس کے بعد قابض ہوگا۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) باقی دونوں زاویئے بھی برابر ہوں گے یعنے زاویہ زج د برابر زاویہ ادج کے لیکن زج د زاویہ منفرجہ ہے اور ادج زاویہ قائمہ ہے۔

لہذا زاویہ منفرجہ کبھی برابر زاویہ قائمہ کے ہوتا ہے فہو المطلوب حقیقۃً خط زک کو

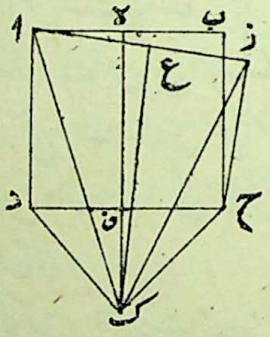


نقطہ ج کے دہنی طرف واقع ہونا چاہیئے تھا۔ زاویہ منفرجہ کبھی زاویہ قائمہ کے برابر نہیں ہو سکتا شکل میں ایک خط کو غلط جانب کھینچ کے یہ مغالطہ دیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



یہاں مغالطے کی شناخت ہمارے اس نظام قرابت کے تصور پر مبنی ہے جو کسی نظام معاشرت کے ارکان کو ایک دوسرے سے اس طرح ربط دیتا ہے جس نظام معاشرت میں رشتہ یگانگی عورت کی نسل کے اعتبار سے ہے۔

ارسطاطالیس جس نے یہ تبصرہ کیا تھا کہ ہر علم میں اُس کی مناسبت سے غلط استدلال کے موقع ملتے ہیں اُسی نے علم ہندسہ کے مغالطوں کو سوء ترسیم[1] کے نام سے موسوم کیا ہے۔ بطور مثال کے اُس نے بقراط کا طریقہ دائرے کی تربیع کا بذریعہ اشکال ہلالی کے بیان کیا ہے۔ شکل ہلالی دو دائروں کی قوسوں سے گھری ہوئی ہوتی ہے جبکہ دونوں قوسین ایک ہی سمت میں مقعر ہوں۔ بقراط نے دریافت کیا کہ ایک سطحی رقبہ برابر ایک ہلالی کے ہوتا ہے جس کے اوپر کی قوس نصف دائرہ اور اُس کے نیچے کی قوس برابر ربع محیط دوسرے دائرے کے ہو۔ پھر اُس نے دریافت کیا کہ ایک اور سطحی رقبہ برابر مجموعہ (ا) تین مساوی اور متشابہ ہلالی شکلیں جن کے باہر والی قوسیں نصف دائرہ ہوں اور اندرونی قوسیں برابر چھٹے حصے محیط دوسرے دائرے کے ہوں۔ اور (ب) ایک نصف دائرہ اُسی قطر کا جیسا کہ تین ہلالی شکلیں ہیں (یعنے قطر برابر وتر اُن قوسوں کے جو اُن شکلوں کو محیط ہوں) اور اُس نے تصور کیا کہ اس سطحی رقبے سے ایک رقبہ برابر تینوں ہلالی شکلوں کے اگر تفریق کیا جائے تو باقی ایک سطحی رقبہ مساوی نصف دائرے کے حاصل ہوگا اُس سے یہ تسامح ہوا کہ چونکہ تم کو ایک سطحی رقبہ برابر شکل ہلالی قسم اول کے مل سکتا ہے جس کی اندرونی قوس ربع دائرہ ہے تو اُس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تم ایک سطحی رقبہ مساوی قسم آخر ہلالی کے دریافت کر سکتے ہو جس کی اندرونی قوس مسدس دائرہ ہو اور فی الواقع سطحی رقبہ مساوی ان تینوں ہلالی شکلوں کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

بے شک یہ ملاحظہ ہوگا کہ اس صورت میں اور دوسری صورتوں میں غلط استنباط موقوف ہے غلط فہمی پر اُن نتائج کے جو کسی خاص موضوع بحث کے شرائط

---

[1] سوء ترسیم (غلط شکل بنانا)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



سے پیدا ہوتے ہیں۔ غلطی کو ایک جھوٹے قضیے کی صورت میں بیان کر سکتے ہیں غلطی یہ ہے کہ چونکہ ایک سطحی رقبہ برابر اُن میں سے ایک ہلالی شکل کے مل سکتا ہے تو دوسری ہلالی شکل کے بھی مل سکیگا۔ یہ غلط ہے کہ جو چیزیں کسی ایک چیز کی نصف ہوں وہ دوسرے کے بھی نصف ہوں۔ یہ غلط ہے کہ اگر ہم صرف عورت کی نسل سے قرابت کا حساب لیں تو ایک شخص اُسی سلسلۂ توالد میں ہوگا جس میں اُس کا باپ ہے مگر ہم یہ نہیں ملاحظہ کر سکتے کہ ان میں سے کوئی قضیہ جھوٹا ہے جب تک کہ ہم ہر ایک کہ متعلقہ موضوع بحث کو نہ سمجھتے ہوں۔ گویا کہ یہ خاص جھوٹے اصول ہیں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ ہر جھوٹے قضیے کو ایک مغالطہ کہیں مثلاً سانپ مٹی کھاتے ہیں یا جنوبی امریکہ ایک جزیرہ ہے نہ ہم اس نام کو اتنی وسعت دے سکتے ہیں کہ ہر سالم حجت کو جس میں جھوٹا مقدمہ استعمال کیا گیا ہو مغالطہ کہیں اگر کسی مقدمۂ استدلال کا جھوٹ ہونا صرف تجربے سے دریافت ہو سکے تو اس صورت میں خطا کہیں گے۔ لیکن مغالطہ نہیں کہینگے۔ بہر صورت اگر جھوٹ ہونا مقدمے کا بعض نسبتوں یا تصوروں کے نتائج پر غور کر کے دریافت ہوا ہے کسی مفروضہ صورت کے حالات میں تب ہم مغالطہ کرنے کے مجرم ہیں یا تصور استدلال کے۔ اگر ہم سے اس باب میں فروگذاشت ہوئی اور یہی اکثر کسی خاص علم کے معاملے میں ہوا کرتا ہے۔

بے شک ایسے عام عنوان ہیں جن کے تحت میں ایسے مغالطات لائے جا سکتے ہیں۔ خصوصاً مغالطات بہ سبب فروگذاشت بعض مخصوص حالات صورت زیر بحث کے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر کوئی چیز خاص شرائط کے ساتھ صحیح ہو تو ہم یہ فرض کر لیں کہ اُن شرائط کی تبدیلی پر بھی صحیح ہوں گی مثلاً اگر دو چیزیں ا اور ب ایک ہی چیز کے مساوی ہوں تو وہ باہم دیگر مساوی ہوں گی۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالیں کہ اگر وہ ایک ہی مقداری نسبت کسی تیسری چیز سے رکھتی ہوں تو وہ وہی نسبت باہم دیگر بھی رکھینگی۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالیں کہ اگر وہ دونوں ایک ہی چیز کی نصف ہوں تو وہ باہم دیگر بھی ایک دوسرے کی نصف ہوں گی لیکن فی الواقع یہ صورت اُسی وقت میں ہوگی جبکہ تیسری چیز سے نسبت مساوات کی ہو نہ اُس صورت میں کہ اُن کو ایک چیز سے محض ایک ہی نسبت ہو تو پھر اُن چیزوں میں باہمدیگر بھی وہی نسبت ہوگی۔ جو وہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تیسری چیز سے رکھتی ہیں۔ ہم اس صنف کے مغالطات سے عنوان تخصیص بالمخصص میں بحث کریں گے۔ اس عنوان میں ایک بڑا سلسلہ مثالوں کا شامل ہے اگرچہ ہم کو اُن میں ایک مشترک ہیئت کی معرفت ہو سکتی ہے مگر صرف خاص موضوع بحث کو سمجھ کے ہم یہ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ صورت مفروضہ میں مغالطہ واقع ہوا ہے اس کی مثال ایک سیال کی سی ہے (اگر یہ تشبیہ یہاں درست ہو) مثالیں ایسی یکساں نہیں ہیں کہ ہم صورت مشترکہ کو اُن کے مختلف مواد سے الگ کر کے بذریعہ علامت بیان کر سکیں باوصف ان اختلافات کے نہ تحت تقسیم اس طرح کر سکتے ہیں کہ تقسیم سے ہم نوع اخیر تک پہنچ جائیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اُس کی ہیئت مختلف صورتوں میں جداگانہ ہے لیکن ان تفریقات کی صورت بیان میں نہیں آسکتی ؛

ہمارا کام اس قسم کا ہے کہ اُس کی تعمیل میں کامل اطمینان ممکن نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ اچھی ہو یا بُری کوئی نہ کوئی تقسیم ہم کو اختیار کرنا چاہیئے۔ سب سے قدیم تقسیم جو مدتوں تک مقبول رہی وہ ارسطاطالیس کی تقسیم ہے جس کو اُس نے کتاب طوبیقیہ کے آخر مقالے میں مطالبہ سفسطیہ کے نام سے تحریر کیا ہے۔ یہ نقصانات سے خالی نہیں ہے اور تقسیمیں بھی جن میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جائیگا۔ تجویز ہوئی ہیں۔ لیکن یہ مضمون ایسا ہے کہ اس پر اصطلاح[1] کی شدید ضرورت ہے۔ اگر اس کی ضرورت ہے کہ مغالطات کے اصطلاحی نام ہوں تو اس کی بھی ضرورت ہے کہ یہ تسمیہ سب سے اعلیٰ ہو۔ اور یہ عجیب واقعہ ہے کہ مقابلے کی اور تقسیموں میں بھی ارسطاطالیسی انواع مغالطات اُس وقت تک بجائے خود قائم ہیں۔ متاخرین نے بعض صورتوں میں ارسطاطالیسی ناموں کو جدید معانی بخشے ہیں یا بعض ارسطاطالیسی مغالطات کی نوعی صورتوں کے لئے جدید نام ایجاد کیے ہیں یا اپنی فہرستوں میں وہ صورتیں داخل کرلی ہیں جو غلط حجت کی صورتیں نہیں ہیں بلکہ مختلف قسم[2] کے اغلاط اُن سے پیدا ہوتے ہیں تاہم تعجب یہ ہے کہ بہت ہی کم ایسے امور ہیں جو ارسطاطالیسی فہرست میں نہیں آسکتے۔ اور اگر ہم مغالطات کے تکثیر کی صنفوں پر غور نہ کریں بلکہ اُن کی

---

[1] اصطلاح یعنے سب کا ایک قرار داد پر راضی ہو جانا ۱۲

[2] (الف) مغالطۂ عرض کو عملاً مغالطۂ الحاق کے مثل خیال کیا ہے اور مغالطۂ انتاج کو ڈی مارگن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



تقسیم پر غور کریں تو میں خیال کرتا ہوں کہ معلوم ہوگا کہ تبادل نظام میں ایسی کوئی عمدگی نہیں ہے جس سے ہم نصابی اور قدیم نظام ارسطاطالیس کے فائدے کو ان تقسیموں کے لیئے نظر انداز کر دینا جائز سمجھیں ؛

ارسطاطالیس نے مغالطات کو دو خاص طبقوں میں تقسیم کیا ہے مغالطات لفظی

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) اور جیونس نے اس طرح یہ توضیح کی ہے کہ ایسا نتیجہ جو مقدموں سے نہ پیدا ہوتا ہو اُس کو تسلیم کر لینا مختلف صورتیں تجاہل مطلب کی خاص ناموں سے نامزد کی گئی ہیں ہوئیلی نے بخلاف اپنی تعریف کے تصریحاً ہر مسلمہ کاذبہ کو جو بطور مقدمہ استعمال کیا جائے مغالطہ کہا ہے مل نے مغالطوں میں اس قسم کے مصادر اغلاط کو داخل کیا ہے جیسے فساد مشاہدہ یعنے مشاہدے کے بیان میں استدلال کو خلط کر دینا اور وہ صنف مغالطات کی جس کو اُس نے اولاً بدیہی مغالطات سے یا مغالطات مشاہدہ بسیط سے نامزد کیا ہے متعدد اصول کو شامل ہے جن کو وہ مغالطہ آمیز کہتا ہے (اگرچہ یہ صاف نہیں ہے کہ وہ سب مغالطہ آمیز ہیں) جیسے جو چیز ناقابل ادراک ہو وہ سچ نہیں ہے۔ یہ کہ معلولات ضرور ہے کہ مشابہ اپنے علل کے ہوں۔ یہ کہ حرکت صرف حرکت ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ کہ ہر علت کا ایک ہی معلول ہونا چاہیئے۔ مغالطات مشاہدہ بسیط کو وہ تعصبات یا وہ امور جو (ب) بلا ثبوت تسلیم کر لیئے ہیں یعنے کسی بیان کی تائید میں ایسے حوالے دینا جو کسی کتاب کے مقامات سے منسوب ہیں جن سے تائید نہیں ہوتی اس اعتماد پر کے پڑھنے والے صحت نقل کی طرف توجہ نہ کریں گے[1] اور اُن کا فریب ظاہر نہ ہوگا۔ پروفیسر جیمس نے اس کو مغالطہ نفسیات کہا ہے کہ غلطی سے یہ مان لینا کہ کسی شخص کو جو نفسی تجربہ ہوا ہے وہ اس کو جانتا ہے وہ صرف اس قدر کہہ سکتا ہے کہ میں ماہر نفسیات کی حیثیت سے جانتا ہوں یا یقین کرتا ہوں کہ یہ اس طرح سے ہے۔ لاک نے مغالطہ حوالہ قول اکابر بجائے ثبوت کو حجت بالرائے کے مقابل خیال کیا ہے اور یہ سب عنوان مغالطے کے ہیں مصنف

[1] اسی واسطے مناظرہ کے آداب بلکہ فرائض میں داخل ہے کہ اگر خصم صحت نقل کا مطالبہ کرے تو تصحیح نقل کا وہ شخص ذمہ دار ہے جس سے مطالبہ کیا جائے ۱۲ مترجم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جو الفاظ کے ابہام سے پیدا ہوتے ہیں اور مغالطات غیر لفظی جن کا مصدر اس قسم کا ابہام نہیں ہے اگرچہ ایک کو اُس کے مغالطات غیر لفظی کے انواع سے یعنے مغالطہ تعدد سوالات کو شاذ دوسری صنف سے منسوب کرنا زیادہ مناسب نہیں ہے۔ لیکن چونکہ تقسیم نفی واثبات میں دائر ہے اس لیئے سالم ہے اس قسم کی اور تقسیموں کی طرح اس میں بھی یہ نقص ہے کہ ایک قسم کی اثباتی ہیئت معلوم نہیں ہوسکتی۔ متاخرین نے اس نقص کے علاج کے لیئے مغالطات غیر لفظی کو مغالطات واقعی یا مادی مغالطات کہا ہے لیکن اس سے تقسیم متقاطع ہوجاتی ہے کیونکہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مغالطات عبارت حجت کے واقعہ یا مادے سے مستغنی ہیں بلکہ بخلاف اس کے ازبسکہ الفاظ کو مختلف معانی میں استعمال کرنے سے ایسا مغالطہ مقدمتین یا مقدمہ اور نتیجے میں پیدا ہوتا ہے لہذا اگر ہم مادہ حجت سے اُن کو علیحدہ کرلیں اور اُس صورت پر نظر کریں جس میں حجت ڈھالی گئی ہے تو مغالطہ بالکل غائب ہوجاتا ہے مادے اور صورت میں خاص تضاد ہے۔ اگر مغالطہ مادے میں نہو تو ضرور ہے کہ صورت میں ہو یعنے وہ حدود پر موقوف نہ ہو اور اگر بجائے حدود کے علامتیں استعمال کی جائیں تو بھی قائم رہے اور جو حدود چاہیں بجائے علامتوں کے قائم کریں مغالطات لفظی کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے۔

یہ سچ ہے کہ ہوٹیلی نے مغالطہ مادی سے کچھ اور مراد لی ہے۔ اُس نے مغالطات کو منطقی اور مادی میں تقسیم کیا ہے پہلی قسم سے اُسکی مراد ہے وہ مغالطات جن میں غلطی کا یہ منشا ہے مقدموں سے نتیجہ نہیں ثابت ہوتا اور دوسری سے وہ مغالطات مراد ہیں جن میں مقدموں سے نتیجہ ثابت ہوتا ہے مگر یا تو مقدمے جھوٹے ہیں یا کم از کم ایسے ہیں جن کا تسلیم کرنا جائز نہیں ہے یا جو نتیجہ ثابت ہوا ہے وہ نتیجہ نہیں ہے جس کا ہم نے دعوے کیا تھا یا جس کا ثابت کرنا مطلوب تھا۔ پھر اُس نے منطقی مغالطات کو دو صنفوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس بنا پر کہ نقص ثبوت یا تو محض حجت کی صورت میں ملاحظہ ہو (مثلاً حد اوسط غیر مستغرق) یا یہ کہ صرف حدود مستعملہ کے ابہام کی طرف توجہ کی جائے۔ پہلی صنف کو اُس نے خالص منطقی اور دوسرے کو نیم منطقی کہا ہے۔ اگرچہ یہ تسمیہ کچھ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ مغالطے کی تعریف جو اس نے کی ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اُسی کے اعتبار سے وہ مغالطے جو ابہام لفظی پر مبنی ہیں وہ پورے منطقی ہیں نہ نیم منطقی۔ مگر تقسیم سالم ہے کیونکہ اس میں وہی حجتیں داخل ہیں جن میں سوا کذب مقدمات کے اور کوئی قصور نہیں ہے ؛

اور یہ سچ ہے کہ اس باب میں اُس نے ارسطا طالیس کے الفاظ کا اتباع کیا[1] ہے۔ لیکن اپنے رسالے کے متن میں ارسطا طالیس نے اپنے بیان کو اسی طرح جاری کیا ہے گویا کہ ان مغالطات کو اُس نے داخل نہیں کیا ہے۔ اور ارسطا طالیس کا عمل اس صورت میں مرجح ہے۔ کیونکہ جھوٹے مقدمات کی کوئی تقسیم نہیں ہو سکتی اور ایک جھوٹے مقدمے پر نظر کرنے سے دوسرے جھوٹے مقدمے کی شناخت نہیں ہو سکتی۔ اگر مقدمات کاذب ہوں تو ضرور نہیں ہے کہ نتیجہ[2] صادق ہو۔ اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ اور خصم کو لازم ہے کہ جن مقدمات کے تسلیم کرنے کا اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے اُن کو جانچ لے یا اگر بجائے خود تحقیق میں مصروف ہے تو چاہیئے کہ استدلال کے موقوف علیہ مقدمات کو اچھی طرح سمجھ لے ؛

بظاہر صحیح مگر غیر منتج حجت اور منتج حجت میں فرق ہے جو خوض و نظر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جھوٹا قضیہ خواہ دیکھنے میں صحیح ہو خواہ نہ ہو اگرچہ بجائے خود قابل تردید نہ ہو لیکن استدلال سے جس پر ہم کو قدرت ہے مردود ہو سکتا ہے۔ لہذا اصطلاح مغالطہ کو وسعت دے کے ہر مقدمہ غیر مسلمہ کو اس میں داخل کر لینا کچھ ضرور نہیں ہے۔ اس لفظ کے مفہوم کو غلط استعمال قوانین استدلال تک محدود رکھنا چاہیئے ؛

---

[1] اس تعریف میں غیر سالم حجتیں داخل نہیں ہیں جن کی بنا ایسے مقدمات پر جو مظنون یا صرف کسی کی ذاتی رائے ہو ایسے مقدمات علوم میں معتبر نہیں ہیں البتہ خطابت میں ان کا استعمال ہے لیکن سمجھ مستحسن نہیں ہے اکثر دلیلیں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ سوائے کذب مقدمات کے اُن میں اور کوئی خطا نہیں ہوتی مصنف

[2] ممکن ہے کہ غلط مقدمے سے نتیجہ صادق نکلے مثلاً ہر انسان بکری ہے اور ہر بکری انسان ہے لہذا ہر انسان حیوان ہے ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مذکورۂ بالا تصحیح کے بعد ہوئٹلی کے پاس صرف دو مادی مغالطے کی قسمیں رہجاتی ہیں (۱) مصادرہ علی المطلوب (۲) جہل یا تجاہل محل تنازع یہ دونوں ارسطاطالیس کی فہرست مغالطات غیر لفظی (معنوی) میں داخل ہیں ؛

جو اصول تقسیم ہوئٹلی نے اختیار کیا ہے اُس سے مغالطات کی ترتیب میں کوئی معتدبہ نفع نہیں ہے ؛

ہوئٹلی یقیناً خالص منطقی مغالطات سے ضوابط استدلال کی ان خلاف ورزیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جن کو ہم بہت قدیم زمانے سے حد اوسط غیر مستغرق وتربیع حدود وفساد استعمال حد اکبر وحد اصغر کے ناموں سے بخوبی جانتے ہیں۔ ارسطاطالیس نے ان کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ لیکن یہ اس لیئے نہیں کہ اُس کی تقسیم میں ان کے لیئے جگہ نہیں ہے بلکہ وہ صریحاً مغالطات غیر لفظی ہیں۔ اُن کا ذکر اس لیئے ترک کیا کہ ارسطاطالیس کے دعوے میں قطعیت سے اُن کا التباس نہیں ہوسکتا۔ جو شخص ان کو نہیں پہچان سکتا وہ مناظرہ کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ بلکہ سوفسطائی جس کی غرض یہ ہے کہ وہ بظاہر اپنے خصم پر غلبہ حاصل کرے اور تحقیق حقیت اُس کا مدعا نہیں ہے وہ بھی ایسے طریقوں کے استعمال کرنے کی جرأت نہ کریگا۔ اور یہی حال اُن مصنفین کا ہے جنھوں نے متعدد صدیوں تک کسی قدر ترقی کرکے کسیقدر اختلاف کے ساتھ ارسطاطالیسی مسئلے کو مکرر آبیان کردیا ہے۔ سیلوجسموس (قیاس) خالص اور اُن کے ضوابط سے وہ ایسے مانوس تھے جس طرح حروف ابجد سے۔ خیال ایک قطعی اور صریحی اصول کا قیاس کی بناکے بارے میں خطا کرنے کا اگر ایک دم کے لیئے بھی اختیار کیا جاتا تو اُس پر تنبیہ ہوتی یہ خیال ایک منطقی مصنف کے لیئے ایسا ہی تھا جیسا کہ زمانۂ حال میں ایک علم ہیئت کے مصنف سے اتفاقی غلطی واقع ہو (جو ہر شخص سے ہوسکتی ہے کہ وہ ایک لاکھ سے ضرب دینے میں بجائے پانچ کے چھ صفر لگا جائے جب اس غلطی پر تنبیہ ہوگی تو اس پر کوئی بھی قیام نہ کریگا سفسطہ یا سوفسطائی مناقشہ جس نام سے ارسطاطالیس مغالطے کو نامزد کرتا تھا کیونکہ اُس کے ذہن میں اول سے آخر تک ایک تنازع کا جاری کرنا اور وہ طریقے جن سے ایک شخص اپنے خصم کی تردید کے لیئے کام میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



لانے کی کوشش کرے جا گزیں تھے۔ اگرچہ یہی طریقے اس نتیجے کے قائم کرنے کے لیئے کام میں آسکتے ہیں جس کی تردید کی جائے) مغالطہ ضرور ہے کہ ایسا ہو جو بظاہر قیاس معلوم ہوتا ہو اور ظاہراً منتج ہو اُس نے چاہا تھا کہ طالب علم اس غلطی کے ظاہر کر دینے کے قابل ہو جائے۔ لیکن ایک صریحی نسخ ضابطۂ قیاسی کا منتج ہونے کی صورت نہیں رکھتا اور ارسطاطالیس نے اپنی کتاب انالوطیقا اولیٰ میں بہت کچھ کہدیا ہے کہ جس سے ہر شخص ایسی غلطیوں کو ظاہر کر سکتا ہے پس ہم مغالطات میں ارسطاطالیسی تقسیم مغالطات لفظی اور غیر لفظی کا اتباع کریں گے تقسیم کے ہر رکن میں وہ چند صنفوں کے اختلافات کو شمار کرتا ہے۔ فہرستیں یہ ہیں[1]

---

[1] ہوویٹلی نے اپنی تقسیم کی مناسبت سے ان کی جماعتیں از سر نو مرتب کی ہیں بے شک یہ امر قابل تسلیم نہیں ہے کہ اُسکی تقسیم کا تسمیہ اختیار کیا جائے اور ارسطاطالیس کی تقسیم قائم رکھی جائے جیسا کہ جیونس نے اپنے رسالۂ اصول میں کہا ہے اُس نے خالص منطقی مغالطات میں ضوابط قیاس کی چار خلاف ورزیوں سے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے بحث کی ہے اور نیم منطقی میں چھ مغالطات لفظی ارسطاطالیس کے اور مادی میں سات مغالطات غیر لفظی داخل کیئے ہیں لہذا وہ امتیاز مابین منطقی اور مادی کے نہیں سمجھتا جیسا کہ ہوویٹلی نے امتیاز کیا ہے وہ کہتا ہے کہ منطقی مغالطات وہ ہیں جو صرف صورت بیان میں واقع ہوئے ہیں مادی مغالطات بخلاف اُس کے لفظی بیان کے ماورا پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ مغالطۂ ماوراء عبارت کے نام سے وہ مشہور ہیں بے شک لفظوں کے معنے سے بحث نہیں ہے بلکہ صرف جیونس کی مراد منطقی مغالطے سے یہ ہے جس کی شناخت محض صورت سے ہو بغیر اس کے کہ مادے پر غور کیا جائے لہذا چاہیئے کہ اُن کی علامات میں تشریح ہو سکے جیسا کہ خالص منطقی مغالطات کی تشریح علامات سے ہوتی ہے بخلاف اس کے مادی مغالطے میں اُس کی ضرورت ہے کہ اُس کی شناخت کے لیئے ہم حدود (الفاظ) کے معنے سمجھیں۔ اس نقطۂ نظر سے نیم منطقی مغالطات کہنا بے معنے ہے۔ ایک مغالطے کی شناخت یا تو علامتوں میں ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی ضرور ہے کہ وہ منطقی ہو یا نہ ہو۔ نیم منطقی نہیں ہو سکتی۔ مغالطات لفظی جس کو اُس نے نیم منطقی کے قطار میں رکھا ہے بلاشک اُس کو چاہیئے تھا کہ مادی کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ا۔ مغالطات عبارت (لفظی)
ا۔ اشتراک[1] یا ابہام (لفظ مفرد کے استعمال میں غلطی کرنا)

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) قطار میں رکھتا بطور دیگر بعض اُن میں سے جن کو اُس نے مادی کی قطار میں رکھا ہے۔ مغالطۂ غیر منتجہ (انتاج) یقیناً (بہر طور اس میں اُسکو غلط فہمی ہوئی ہے) اور ایک صنف مصادرے کی علامتوں میں بیان ہوسکتی ہے اور چاہیئے تھا کہ اُن کا شمار خالص منطقی میں ہوتا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر امتیاز منطقی اور مادی کے اور لفظی اور غیر لفظی کے ایک تقسیم میں ملائے جاسکتے ہیں تو اُن کو بعینہٖ یکساں نہ کردینا چاہیئے جیسا کہ جیونس نے اُن کو بعینہٖ یکساں کردیا ہے یا تو ہم کو اس امتیاز سے مغالطات کی ابتدا کرنا چاہیئے کہ وہ منطقی ہیں اور مادی ہیں یہ امتیاز اس کے مطابق ہو کہ محض صورت حجت میں مغالطہ ہے اور اُس کا بیان علامتوں میں ہوسکتا ہے یا نہیں ہوسکتا اور پھر اخیر قسم کو لفظی اور غیر لفظی میں تقسیم کرنا چاہیئے اس مطابقت سے کہ وہ، عبارت کے ابہام سے پیدا ہوتی ہیں یا نہیں لیکن بے شک وہ مغالطات غیر لفظی جو اس اعتبار سے منطقی ہیں اُن کو ارسطاطالیس کی فہرستِ مغالطات غیر لفظی سے علٰحدہ کردینا چاہیئے اگر یہ قسم مادی کی تحتِ تقسیم کو ظاہر کرنے کے لیئے وضع کیا گیا ہے یا ماسوا اس کے کہ ہم شروع کریں اسطرح سے کہ تقسیم کیجائے اُن کی مغالطات لفظی اور غیر لفظی میں اور منطقی اور مادی کو غیر لفظی کی تحت تقسیم میں داخل کریں۔ صورت اول میں وہ جن کو جیونس نیم منطقی کہتا ہے (= ارسطاطالیس کے مغالطات لفظی ہیں) داخل ہوں گے اس نام سے تحت تقسیم مادی میں۔ صورت دوم میں وہ جن کو خالص منطقی کہتا ہے داخل ہوں گے تحت تقسیم غیر لفظی میں۔ دیکھو بیانات اشاک کی منطقی قیاسی باب سی ام۔ مصنفِ مذکور نے ان امور کو بحث مغالطات میں بخوبی واضح کردیا ہے۔ یہ اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ الجبرہ میں مغالطہ آمیز حجتیں ہوں جن میں علامات کا استعمال ہے لیکن وہ اس سبب سے حسب معنی مذکورۂ بالا منطقی نہیں ہوسکتیں کیونکہ علامات منطقی علامات نہیں ہیں جو حدود کے قائم مقام ہوں بلکہ تخصیص کے ساتھ علامات مقداری ہیں۔ مم

[1] واضح ہو کہ اشتراک دو طرح کا ہوسکتا ہے یا ایک لفظ کے دو یا زیادہ مفہوم ہوں یا ایک مفہوم کیلئے دو یا زیادہ لفظ ہوں پہلے کو لفظ مشترک اور دوسرے کو مترادف کہتے ہیں ۱۲ ھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



۲- ابہام ترکیبی میں مرکب (یعنے جملہ یا کلام مفید یا غیر مفید میں جو حکم جملے میں ہو) غلطی کرنا۔
۳- مغالطۂ ترکیب (کلی مجموعی کو بجائے افرادی کے لینا)
۴- مغالطۂ تقسیم (تیسرے کا عکس یعنے افرادی کو بجائے مجموعی کے لینا)
۵- مغالطۂ لہجہ یا تاکید (لہجہ یا تاکید میں ابہام کا واقع ہونا)
۶- مغالطۂ مجاز (یعنے مجاز و حقیقت میں خلط کر دینا)

## ب مغالطات ماوراء عبارت غیر لفظی یعنے (مغالطات معنوی)

۱- مغالطۂ عرض مثلاً جنس کو نوع سے یا نوع کو شخص کے برابر کر دینا۔
۲- مغالطۂ تخصیص و غیر تخصیص (مخصص کو غیر مخصص سے یا (اس کا عکس) مخلوط کر دینا۔
۳- جہل یا تجاہل مطلوب (یعنے مبحوث عنہ سے تجاوز کر کے کسی اور بات کو ثابت کرنا۔
۴- مصادرۂ علی المطلوب (یعنے عین دعوے یا جو حکم دعوے میں ہو اس کو دعوے کی دلیل بنا لینا۔
۵- وضع علتہ مالیس بعلتہ کسی چیز کو کسی چیز کی علت ٹھیرانا جو علت نہ ہو۔
۶- مغالطۂ انتاج۔
۷- مغالطۂ تعدد سوالات یعنے ایک سے زائد سوالات کا ایک جواب چاہنا یا دینا۔

مغالطات لفظی الفاظ کو دوہرے معنوں میں استعمال کرنے کی مختلف صورتیں ہیں اُن میں ابہام[1] کی نسبت کے اعتبار سے فرق ہے۔ اور حدود ثلاثہ میں سے کسی کے معنے میں ابہام سے ہو سکتی ہے۔ ایسی حجتیں صریحاً غیر سالم ہیں اور اگر مختلف معنے مختلف حدود سے ظاہر ہوتے تو صریحاً ترتیب حدود کا مغالطہ پیدا ہوتا۔ چونکہ اصل معنے سے تجاوز ہوتا ہے ممکن ہے کہ یہ تجاوز کسی وقت میں ملاحظے سے رہ جائے یا یہ کہ زبان کی یکسانی بعض وقت معانی کی یکسانی کا کسی قدر ثبوت دیتی ہے۔ اور جہاں کہیں یہ ظاہر بھی ہو کہ ہم پر حجت سے فریب کیا گیا ہے ممکن ہے کہ ہم اس کے خواہشمند ہوں کہ اس فریب کو واضح کر دیں ؛

---

[1] اکثر حجتیں جو ارسطاطالیس کے عنوانات مغالطے کی طرف منسوب ہو سکتی ہیں قیاسی نہیں ہیں۔ مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



۱۔ اشتراک ایک نہایت ہی سادہ صورت ابہام کی ہے جس میں ایک ہی لفظ مختلف معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً بیمار آدمی اچھا ہے کیونکہ جو آدمی صحت پا گئے ہیں وہ اچھے ہیں اور بیمار آدمی صحت پا گیا ہے۔ یہاں حد اصغر میں اشتراک ہے اور یہ ایک واقعے سے پیدا ہوتا ہے۔ کہ بیمار آدمی سے خواہ یہ مراد لیجائے کہ جو آدمی بیمار ہے یا یہ کہ جو آدمی بیمار تھا۔ مثال ذیل ایک قدیم مثال ہے

کسی چیز کا نہایت کو پہنچنا اُس کا کامل ہونا ہے۔

موت زندگی کا نہایت کو پہنچنا ہے:۔

∴ لہٰذا موت کامل زندگی ہے۔

یہاں اشتراک حد اوسط میں ہے۔ خفیف اور تجنیسی مثالیں اس مغالطے کی منجملہ اُن مغالطات کے جو ابہام لسانی پر موقوف ہیں ہر شخص کو پیش آتے ہیں لیکن اکثر صورتوں میں یہ غلطی سنگین اور فریب دہ ہوتی ہے۔ حکومت کی شان یہ ہے کہ تمام حقوق[1] کو نافذ کرے۔ عادلانہ سخاوت ایک حق ہے۔ لہٰذا حکومت کی یہ شان ہے کہ عالادنہ سخاوت کو نافذ کرے۔ بلیک اسٹون کہتا ہے کہ ایک غلطی قانونی اعتبار سے جس کو کہ ہر صاحب تمیز شخص صرف امکاناً نہیں بلکہ واجباً جاننے پر مجبور ہے اور یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ جانتا ہے۔ ارتکاب جرم کی صورت میں کسی قسم کا دفاع نہیں ہو سکتا ممکن ہے کہ حکومت شاید قانون کے علم کو تسلیم کرلے اور اس حد تک ہم اُس کے جاننے کے پابند ہیں جس کے معنے یہ ہیں کہ اگر ہم اُس کو نہ جانیں تو قابل سزا ہیں لیکن ایک مجرمانہ فعل جس کا ارتکاب قانون کے نہ جاننے سے ہو جس کا علم ہونا ہر شخص کے لیئے لازمی ہے اکثر اخلاقاً ناقابل اعتبار سمجھا جاتا ہے۔ گویا کہ قانون کا علم اس معاملے میں ایک صریح اخلاقی فرض تھا لیکن ایک

---

[1] لفظ حق میں ابہام واقع ہوا ہے ایک حق وہ ہے جس سے مستحق کسی دوسرے شخص سے کسی قسم کے استفادے کا مجاز ہوتا ہے اور دوسرے قضیے میں حق کے معنے راست و درست کے ہیں۔ کسی حکومت کی یہ شان نہیں ہو سکتی کہ کسی امر راست و درست یا مباح یا مندوب کو جبراً جاری کرے۔ ۱۲ مترجم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



خاص صورت میں کس حد تک یہ صحیح ہے یہ ایک نہایت مشکوک سوال ہے۔
جس قاعدۂ کلیہ کا حوالہ دیا گیا ہے اخلاقی فرض کو قانونی فرض سے خلط کر دیتا ہے۔ ایک طولانی حجت جس میں دقیق استدلال ہے جس میں ضروری حدود کی ابتداہی میں (تعریف) کر دی گئی ہے تاہم بہت مشکل ہے کہ حدود سرے سے آخر تک اُسی معنوں پر قائم رہیں جو تعریف میں بیان ہوئے ہیں۔ جس حد تک ایسا نہ ہو تو مغالطۂ اشتراک پیدا ہوگا۔ لاک نے اپنے مضمون میں تصور (ایڈیا) کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ کوئی چیز جس کو ذہن اپنے ذات میں ادراک کرتا ہے یا وہ جو ادراک فکر یا عقل کا بلا واسطہ معروض ہے۔ لیکن اثنائے مضمون میں اکثر خطا ہوگئی ہے اس لیئے کہ اس لفظ کیساتھ انگریزی میں جس معانی کو عموماً لزوم ہے اُن معنوں میں استعمال کیا ہے۔ جس میں "میرے خیالات" کا تقابل "حقیقتوں" کیساتھ سمجھا جاتا ہے[1]۔

۲۔ ابہام[2] ترکیبی وہ ابہام ہے جو مرکب (فقرے یا جملے) میں واقع ہو جس میں لفظیں سراسر مفرد معنوں میں استعمال ہوتی ہیں لیکن معنے پورے فقرے یا جملے کے بہ سبب تغیر ترکیب کے بدل جاتے ہیں۔ ایک قدیم مثال لاطینی میں ہے۔ جو سقراط سے چھو گیا وہ دانا ہو گیا۔ پتھر سقراط سے چھو گیا۔ لہٰذا پتھر دانا ہو گیا۔
ہم انگریزی زبان میں پولی فیمس جس چیز کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہے اُس کو نگل لیتا ہے۔ وہ برہ جو گلے میں سب کے آگے چلتا ہے اُس کو وہ سب سے

---

[1] یعنے جو فلسفی تحدید تصور (مثالیہ) کی ادلا گئی ہے اُس سے تجاوز کر کے لاک نے اُس کو حقیقت کے مقابل معنوں میں استعمال کیا ہے یعنے وہمی وخیالی چیز۔ ۱۲

[2] اشتراک ترکیبی اور اشتراک لفظی میں یہ فرق ہے کہ اشتراک لفظی ایک ہی لفظ کو دو معنوں میں استعمال کرنے سے ایک ہی حجت میں مغالطہ واقع ہوتا ہے اور اشتراک ترکیبی دو سے زیادہ لفظوں کے ملنے سے جو معنے پیدا ہوں اُن میں کبھی ابہام ہو جاتا ہے۔ اُسی فقرے یا جملے کے ایک شخص ایک معنے لے سکتا ہے اور دوسرا شخص دوسرے معنے۔ ۱۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



زیادہ دوست رکھتا ہے۔ لہذا برہ اُس کو نگل لیتا ہے۔ قانون داں لوگ قانونی دستاویزمیں ابہامی ترکیب سے بچنے کی اہمیت سے خوب واقف ہیں اگرچہ اس عنوان میں وہ ایسے ابہام داخل کر دیتے ہیں جس کو ارسطا طالیس نے مغالطۂ تقسیم و ترکیب اور نیز مغالطۂ ترکیبی و اشتراک سے منسوب کیا ہے۔ ہووٹلی نے ایک عنوان سے جو صورت دعا کے پہلے لکھی جاتی تھی جس کا اگلے زمانے میں بتاریخ ۳۰ر جنوری قتل بادشاہ چارلس اول کی برسی کی یادگار میں بجالانے کا حکم تھا۔ اگر یہ دن اتوار کا پڑے تو یہ صورت دعا کی عمل میں آئے گی اور دوسرے دن روزہ رکھا جائیگا آیا یہ صورت دعا کی اتوار کو اور روزہ دوشنبہ کو رکھا جائے گا۔ یا دونوں ملتوی ہوں گے؟[1] ایک اور مشہور و معروف مثال وہ ہے جو اُس فال میں ہے جسکو تیسیس نے کہا تھا کہ اپالو نے فردوس کو دی ابہامی لفظیں اور ترکیبیں اب بھی اکثر وہ لوگ استعمال کرتے ہیں جو ہم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں:

جو ہم سے ذو معنین بات کہہ کے ہم کو ٹالتے ہیں ہمارے کان سے ایفائے عہد کیا جاتا ہے لیکن ہماری امید سے توڑا جاتا ہے:

۳ اور ۴ ترکیب اور تقسیم[2] ایک دوسرے کے عکس ہیں[3] یہ مغالطہ اسطرح ہوتا ہے کہ نتیجہ (یا ایک مقدمہ) میں خیال کے لفظیں یا معروضات عقل ایک ساتھ لیں جو کہ مقدمے

---

[1] عبارت یہ تھی کہ اگر تیس جنوری کو اتوار ہو تو اُس دن دعا کی جائے اور دوسرے دن دوشنبہ کو روزہ رکھا جائے۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ عمل مذہبی تیس تاریخ کو اتوار کے دن واقع ہونے پر معین ہے یا نہیں ۱۲۔

[2] ہماری اردو میں بہت عمدہ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک عورت نے کسی فقیر سے پوچھا کہ اب کے میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا یا بیٹی فقیر نے جواب دیا کہ بیٹا نہ بیٹی۔ اس کے تین معنے ظاہر ہیں۔ ایک یہ کہ بیٹا ہوگا۔ بیٹی نہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ بیٹی ہوگی بیٹا نہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ نہ بیٹا ہوگا نہ بیٹی۔ اور یہی تین جواب ممکن ہیں۔ ہر صورت سے شاہ صاحب سچے ثابت ہوں گے ۱۲۔

[3] اصل اس مغالطے کی یہ ہے کہ کلی مجموعی کو بجائے افرادی کے یا اس کا عکس عمل میں لائیں ۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



(یا دوسرے مقدمے) میں ایک ساتھ نہیں لیے گئے تھے یا بالعکس یہی مغالطہ ہے یا اس کے بالعکس۔ افلاطون کتاب جمہوریہ میں استدلال کرتا ہے اس واقعے سے کہ ایک شخص کسی چیز سے انکار کر سکتا ہے جس کی وہ خواہش رکھتا ہے ضرور ہے کہ نفس میں ایک اصل عقلی ہو اور ایک اصل شہوی کیونکہ وہ کہتا ہے کہ یہ غیر ممکن ہے کہ وہ انسان اپنی ذات کے ایک ہی محل میں ایک ہی آن میں ایک ہی چیز کی جانب بطور تضاد متاثر ہو مثلاً کوئی شخص ایک ہی وقت میں ایک ہی چیز سے کراہت رکھتا ہو اور اُسی سے رغبت بھی رکھتا ہو تاہم ایک انسان جو کہ پیاسا ہے اور پانی پینے سے انکار کرتا ہے وہ ضدین سے ایک ہی آن میں ایک ہی چیز سے متاثر ہے۔ پس وہ پینے سے باعتبار خاصیت قوت شہوی کے انکار نہیں کرتا بلکہ قوت عقلی کی جہت سے وہ خیال کرتا ہے کہ اگر وہ قوت شہوی میں منہمک ہوگا تو کسی اور مقصد میں جس کو وہ ترجیح دیتا ہے خلل واقع ہوگا۔ اب ایک سوفسطائی ممکن ہے کہ اس نتیجے پر حسب ذیل معارضہ کرے۔ کیا اب تم پانی پیتے ہو نہیں۔ کیا اب تم پانی پی سکتے ہو؟ ہاں۔ لہٰذا جبکہ تم ایک کام نہیں کرتے تو بھی تم اُسے کر سکتے ہو؟ ہاں لیکن اگر تم ایک کام کر سکتے ہو جب کہ تم اُس کو نہ کرتے ہو تو تم ایک چیز کی خواہش کرتے ہو جبکہ تم اُس کی خواہش نہیں کرتے ہو؟ پس تم ضدین سے اپنی ذات کے اُسی محل میں (اپنی فطرت شہوی میں) ایک ہی چیز کی جانب ایک ہی وقت میں متاثر ہوتے ہو[1]۔ یہ مغالطہ ترکیب کا ہے۔ مسلمہ یہ ہے کہ ایک انسان جبکہ ایک چیز کی خواہش نہیں رکھتا اُس کی خواہش رکھتا ہے۔ یعنے جبکہ وہ اس کی خواہش نہیں رکھتا وہ ایسا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کو اسطرح استعمال کیا ہے گویا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ خواہش کر سکتا ہے جبکہ خواہش نہ کرتا ہو یعنے وہ ایک ہی وقت خواہش کرنے اور نہ خواہش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے لفظیں جبکہ اسکی خواہش نہیں رکھتا لی گئی ہیں یا ترکیب دیگئی ہیں ایک صورت میں سکتے اور دوسری

---

[1] مجھے معلوم نہیں کہ یہ اصول جو یہاں شامل ہے اس سے کبھی افلاطون کی حجت پر اعتراض کیا گیا تھا ۱۲ مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



صورت میں خواہش کرنے کے ساتھ اگر کوئی شخص یہ حجت لاتا کہ تین اور دو پانچ ہیں اور تین اور دو فرد اور زوج ہیں لہذا پانچ فرد اور زوج ہے اور ایک ہی عدد اسطرح دونوں ہو سکتا ہے تو وہ یہی مغالطہ کرتا ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ تین اور دو فرد اور زوج ہیں تو یہ اُسی حالت میں صحیح ہے جبکہ فرد اور زوج ایک ساتھ ملا کے نہ لیئے جائیں اور علٰحدہ علٰحدہ تین اور دو پر حمل کیئے جائیں۔ نہ کہ فرد علٰحدہ طور سے تین کے ساتھ اور زوج دو کے ساتھ منسوب ہوں مگر نتیجہ اس طرح نکالا جائے کہ وہ ملا کے لیئے جائیں۔ بطور دیگر اس احتجاج سے ایک مثال متقابل مغالطے کی مہیا ہوتی ہے جس میں ایک مقدمے میں علٰحدہ طور سے اُن لفظوں کو لیں جو دوسرے مقدمے میں ملا کے لی گئی ہیں کیونکہ تین اور دو ملکے پانچ ہیں لیکن علٰحدہ علٰحدہ وہی دونوں عدد فرد اور زوج ہیں۔ اور جداگانہ نتیجے میں ہر ایک اُن میں سے دونوں بیان کیئے جاتے ہیں۔ پڑھنے والے کو بلاشک معلوم ہو گیا ہو گا کہ پہلی مثال میں اس کی تشریح ہوتی ہے کہ ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں نتیجے میں وہی لفظیں جو مقدمے میں ملا کے لی گئی ہیں۔ اور نتیجے میں ملا دی گئی ہیں وہ لفظیں جو کہ مقدمے میں جداگانہ ہیں[1]۔ یہ کہا گیا تھا کہ ان مغالطوں میں لفظیں یا معروضات فکر ایک جگہ حجت میں ایک ساتھ اور دوسری جگہ جداگانہ طور سے لی جاتی ہیں بے شک ترکیب یا تفصیل سے بعض لفظوں کی یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ ہم ان میں سے ہر صورت میں ایک جداگانہ تعقل شئے مدلول کا کرتے ہیں مگر بعض اوقات فساد ترکیب یا تقسیم جو تعقل میں واقع ہوتا ہے اُس کا پرتو لفظوں[2] کو ملا کے یا جداگانہ لینے پر نہیں پڑتا اگر کوئی شخص حسب قوت عبارت کتاب پیدائش باب اول ۲۷ پس خدا نے انسان کو اپنی خاص صورت پر پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اُس نے اُس کو پیدا کیا۔ مرد اور عورت پیدا کیا اُس نے اُن کو۔ اُس سے یہ احتجاج کیا جائے کہ انسان ابتد

---

[1] ایک صورت میں نتیجے میں تقسیم واقع ہوئی ہے اور مقدمے میں تفصیل۔ اور دوسری صورت میں اس کا عکس ہے ۱۲۔

[2] اس عبارت میں ضمیروں کا خیال رکھنا چاہیئے اُس کو اُن کو اُس نے ۱۲ ھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



میں (ذوالجنسین[1]) پیدا کیا گیا ہے۔ اور موجودہ تقسیم مرد اور عورت میں نتیجہ ہبوط (بہشت سے نکالے جانے) کا ہے۔ اور اس بنا پر ازدواج کی تحقیر کی جائے (یعنے ازدواج ممنوع قرار دیا جائے) تو وہ مغالطہ ترکیب کا مجرم ہوگا۔ اور ٹھیک ایسی ہی احمقانہ دلیلیں آسانی سے کتابوں[2] کے لفظوں سے ایسے مضامین کے لئے اخذ کی گئی ہیں۔ پس یہاں مغالطہ اس سے پڑتا ہے کہ مرد اور عورت دونوں لفظیں ملا کے ہر ایک شخص سے جو لفظ اُن کا (ضمیر جمع غائب) کا مدلول ہے منسوب کی جائیں۔ بجائے اس کے کہ اُن میں سے ایک کی جانب مرد اور دوسرے کے جانب عورت کی نسبت دیجائے لیکن وہی بات ہے جو ایک تماشہ گر کے قصے میں اعلان دیا گیا تھا کہ بچے دونوں جنسوں کے بچے بلا معاوضہ داخل کر لئے جائیں گے۔ اور پھر اُس نے لڑکوں اور لڑکیوں سے معاوضہ داخلے کے لئے طلب کیا۔ اس حجت پر کے اُن میں سے کوئی بھی دو ذاتہ بچہ نہیں ہے (یعنے کوئی ان میں سے ایسا نہیں ہے جو نر بھی ہو اور مادہ بھی) لیکن اس دوسری صورت میں ایسی لفظیں نہیں ہیں جو غلطی سے ایک ساتھ لی گئی ہوں۔ ذاتوں کا تصور تھا جس کی نسبت تماشہ گر نے یہ حجت کی کہ اُس نے صرف بلا معاوضے داخلے کا اُس صورت میں اقرار کیا تھا جبکہ دونوں ایک ہی ساتھ (لڑکا لڑکی ہوتے) ایسی لفظیں جیسے دونوں اور سب جن سے افرادی اور مجموعی دونوں معنے پیدا ہوتے ہیں جبکہ وہ اسماء کی طرف منسوب کی جائیں۔ بالخصوص اس مغالطے

---

[1] اس کے لئے لفظ خنثیٰ ہے مگر کتاب میں ذوالجنسین یعنے دو جنس والا ۱۲ ھ

[2] قرآن مجید میں لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ۔ نماز کے قریب نہ جاؤ جبکہ تم نشے میں ہو بعض حمقا نے صرف لاتقربوا الصلوٰۃ سے یہ مراد لی کہ نماز کے قریب نہ جاؤ۔ یا کلوا واشربوا دلاتسرفوا کھاؤ پیو مگر بے اعتدالی نہ کرو۔ صرف کلوا واشربوا کھاؤ پیو فقط لے لیا غالب نے اس مضمون کو نظم بھی کیا ہے۔

لاتقربوا الصلوٰۃ زنہیم نجا طراست ؎ وزامر یا دماندہ کلوا واشربوا مرا

[3] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغالطات لفظی اگرچہ مختلف ہیں لیکن اُن میں کسی قدر زیادہ مناسبت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کی تسہیل کے لیئے مقرر کی گئی ہیں۔ دوسری مثال مغالطۂ ترکیب کی ایک کاروباری معاملے سے ہوتی ہے۔ برطانی جزیروں میں سے کسی میں ایک ریلوے کوشش کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایک کمپنی ایک ریلوے کی تعمیر کے لیئے بنائی گئی اور اُس نے اپنے دستور العمل میں اعلان کیا کہ ضمانت تین فی صدی کی حصۂ راس المال پر سرکار نے دی ہے اور ضمانت دو فی صدی کی حکومت مقامی نے اور پھر اسی دستاویز میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ ضمانت پانچ فیصدی کی سرکار اور مقامی حکومت نے کی ہے۔

۵۔ مغالطۂ لہجہ ارسطاطالیس کی مراد اُس ابہام سے ہے کہ کوئی لفظ جب مختلف لہجے سے ادا کی جائے تو مختلف معنے رکھتی ہو شاید اشتراک سے اس کی تمیز اسطرح کی گئی کہ جو لفظیں مختلف لہجے سے بولی جاتی ہیں وہ ٹھیک ایک ہی لفظ نہیں ہوتی لاطینی مصنفین نے اس کی تشریح اُن لفظوں سے کی ہے جس کے معنے مقدار کے اعتبار سے مختلف ہو جاتے ہیں؛

یہ ابہام بے شک ایسا ہے جس کا تحریر میں واقع ہونے کا زیادہ احتمال ہے بہ نسبت تقریر کے۔ انگریزی میں جس میں الفاظ کا امتیاز لحن یا لہجے سے نہیں ہوتا یہ نام عموماً ایسی حجتوں کو دیا گیا ہے جن کا پھیر بدل کسی خاص لفظ کے کسی جملہ میں

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) ہے۔ اور ایک ہی مثال مختلف نقاط نظر سے مختلف عنوانوں میں آسکتی ہے مثلاً تماشہ گر کے فریب کو باعتبار الفاظ سب یا دونوں کے مغالطۂ اشتراک یا ترادف بھی کہہ سکتے ہیں۔ ارسطاطالیس نے مغالطۂ تقسیم اور تفریق کی ایسی مثالیں نہیں دیں بلکہ مختلف مصنفوں نے مثالیں دی ہیں طبیعت مضمون کے لحاظ سے اور یہ مغالطے جو زیر بحث ہیں اُن کی یہ بھی تعریف ہو سکتی ہے کہ جن چیزوں کو ملا کے نتیجہ نکالا ہے اُن کو علٰحدہ علٰحدہ کر کے نتیجہ نکالنا لازم تھا۔ کیونکہ جہاں کہیں لفظیں مجموعاً یا علٰحدہ علٰحدہ حصۂ حجت میں لی گئی ہیں جن کو علٰحدہ علٰحدہ یا مجموعاً دوسرے حصے میں لینا تھا اس وجہ سے مغالطہ نتیجے میں نکلتا ہے۔ مگر چونکہ اس کا پرتو اکثر جمع یا تقسیم سے لفظوں کے پیدا ہوتا ہے اور چونکہ غالباً اس سے خاص نوعیں مغالطہ کی کلام کے ابہام پر مبنی ہیں لہذا لازم ہوا کہ ان مغالطات کو مغالطات لفظی میں شامل کر کے اُن کا بیان کیا جائے۔ مصم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



غلط تاکید (لفظ پر زور دینے سے) ہوتا ہے جن میں اگر مختلف طور سے زور دیا جائے معنے بالکل مختلف ہو جاتے ہیں مذہبی[1] مکالمے کے الفاظ میں فرضی طرف ہمسایہ کے "کسی شخص کو قول یا فعل سے ضرر نہ پہنچا" لفظ شخص پر زور دینے سے یہ نزاع کی گئی ہے کہ جانوروں[2] پر مہربانی کرنے کا حکم اس میں داخل ہے یا نہیں

۶۔ مغالطۂ صنعت بیان (یعنے غلط مجاز و حقیقت) یہ مغالطہ کسی لفظی تعریف سے معنے میں ابہام ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے لفظ جو ایک صورت میں کسی معنی کے لیئے بولا جاتا ہے دوسری صورت میں اور معنی ہو جاتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص اس فقرے سے احتجاج کرے کہ "میں طے[3] شدہ ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے"۔ طے شدہ مجہول ہے اس سے فعل کے معنے نہیں پیدا ہوتے۔ بلکہ انفعال کے معنے دیتا ہے جیسے اس جملے میں میں مارا گیا ہوں یا میں تعریف کیا گیا ہوں پس مثالی جملے سے

---

[1] کیتھکزم۔ کتاب سوال و جواب مذہبی اعتقادات و احکام ۱۲ ھ

[2] اردو میں یہ مفہوم کسی قدر لفظ مصمم سے ہو سکتا ہے جو کبھی اس معنے کے لیئے بولا جاتا ہے کہ میرا قصد مصمم ہے۔ اگر یہ استعمال صحیح ہو تو مغالطے کا مفہوم پیدا ہو سکتا ہے اس لیئے کہ مصمم مفعول ہے۔ پس کوئی کہے کہ تصمیم کا فعل قصد و اختیار سے نہیں ہوا ۱۲ ھ

[3] یہ مثال میں نے اپنی یادداشت سے دی ہے اس مغالطے سے جو کہ غلط تاکید پر مبنی ہے جس سے نتیجہ نکالا جاتا ہے اگرچہ متکلم یا کاتب کی یہ مراد نہ تھی اس کے مشابہ وہ غلطی ہے کہ کوئی شخص سچائی کے ایک عنصر پر زور دیتا ہے اور ضرور ہے کہ دوسرے کی فروگذاشت ہو۔ کہا جا سکتا ہے کہ ہیگل کا تصور ترقی عقلی کا کہ یہ ترقی پہلے دو مقابلوں میں سے ایک پر زور دینے سے اور پھر دوسری جانب پر اس طریق سے کہ جو زور ایک پر دیا جائے اس سے دوسرے کی فروگذاشت ہو تھے کہ ایک جدید تصور پیدا ہو جس میں دونوں متحد ہو جائیں اسی طرح وہ یہ خیال کرتا ہے کہ فلسفے کی تدریجی تکمیل میں اس سے گریز ممکن نہیں ہے لیکن بعض مصنفین کے بیان کا غلط مفہوم لیا گیا ہے انھوں نے یہ سمجھا کہ جب اُن مصنفوں نے صدق کی ایک حیثیت پر زور دیا تو اُن کا یہ مقصود تھا کہ دوسری حیثیت کا انکار کیا جائے۔ یہ غلطی ترجمانی سے ہوئی اور مشکل اس کو ہم مغالطات لفظی میں شامل کر سکتے ہیں اس لیئے کہ غلط

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



(جو اُپر بیان ہوا) یہ نکلتا ہے کہ قصد (تصمیم) اُس کا اختیاری فعل نہیں ہے بلکہ نتیجہ اُس فعل کا ہے جو اُس پر واقع ہوا جو شخص ایسا احتجاج کرے وہ مغالطے کا مجرم ہے۔ دلیلیں لسانی استعمال کی جو اسی قسم کی ہیں عموماً ہوا کرتی ہیں اور ضرور غیر سالم ہیں جیسے بصارت کا معروض ایک بصری احساس نہیں ہے جس سبب سے تم کہتے ہو کہ میں ایک احساس کو حس کرتا ہوں لیکن کوئی نہ کہے گا کہ اُس نے ایک رنگ کو حس کیا۔ اس صورت میں کوئی مبہم تعریف نہیں ہے ایسی جو کہ فصل (منطقی) مغالطہ زیر بحث تجویز کی گئی تھی لیکن اگر ایک آدمی یہ کہے کہ اہم ایک سلبی مفہوم ہے جیسے ساکت یا غیر تائب ہے۔ اور یہی صورت یہاں بھی ہے جے۔ اس۔ مل نے اپنی کتاب یوٹلی ٹیری این ازم (منفعیت) میں ایک عمدہ مثال ایسے شخص کی دی ہے جس کو اپنے مناظرے کے ایک دشوار مقام پر اس مغالطے سے دھوکہ ہوا۔ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ خاص نیکی وہ چیز ہے جو عین مطلب ہے خوشی ہے وہ کہتا ہے کہ اس کا صرف ایک ہی ثبوت ہو سکتا ہے کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ کسی شئے کے دیکھے جانے کو ثابت کرو تو جواب یہی ہوگا کہ لوگ اُس کو فی الحقیقت دیکھ سکتے ہیں۔ آواز کے سنے جانے کا ثبوت صرف یہی ہے کہ لوگ سنتے ہیں اور یہی حالت ہمارے تجربے کے اور مصادر کی ہے۔ اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ جو شہادت کسی شئے کے مطلوب ہونے کی دیجا سکتی ہے وہ یہی ہے کہ لوگ فی الحقیقت اُس کو طلب کرتے

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) ترجمانی خاص لفظوں پر مشتبہ زور دینے سے نہیں پیدا ہوتی ۱۲

لہ اردو ترجمے میں الفاظ انگریزی کے فعلی اور انفعالی معنوں میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور ہمارے محاورے میں کہیں گے مثلاً رنگ کو دیکھا دیکھنا فعل ہے لیکن مصنف کا مقصد یہ ہے رنگ کا انفعال ہوا مصنف کا مقصود ہماری زبان میں اس عبارت سے ادا ہو سکتا ہے "وہ ایک رنگ کا محسوس ہوا یعنے" ایک رنگ سے متاثر ہوا ۱۲

لہ یہ بحث علم اخلاق کے اہم مقاصد سے کہ "خیر مطلق" یا "مقصود اعلیٰ" کیا ہے بعض کہتے ہیں سعادت بعض کہتے ہیں لذت ۱۲ ھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہیں لیکن قابل بصر قابل سماعت کے یہ معنے ہیں کہ جو چیز دیکھی جاسکتی ہے یا سُنی جاسکتی ہے درحالیکہ مل اس کے ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ مسرت چاہیئے کہ مطلوب ہو یا یہ ایک ایسی چیز ہے جو طلب کرنے کے شایاں ہے تاہم لفظ قابل کے وہی معنے لفظ قابل طلب قابل سماعت قابل بصارت میں لینا چاہیئے اگر دلیل کے کچھ معنے ہو سکتے ہیں اور جو بات ثابت کی گئی وہ یہ ہے کہ لوگ مسرت کو طلب کر سکتے ہیں یہ سوال ہرگز نہ تھا مختلف منبع ابہام کے جنکا امتیاز مختلف مغالطات میں جو اُپر شمار کیئے گئے ہیں کیا گیا ہے اسکی اہمیت اعلیٰ درجہ کی نہیں ہے بلکہ اُن غلطیوں سے ہوشیار رہنا ابہام زبان کی وجہ سے جن میں دھوکہ ہو جاتا ہے اول درجہ کی اہمیت رکھتا ہے ؛

بیکن[1] نے لکھا تھا۔ شاید وہ فتور جو اُن سے پیدا ہوتا تھا اگلے زمانے میں بعض اعتبارات سے زیادہ سنگین ہوگا بہ نسبت اب کے ہم بھی نازک اور غیر مفہوم تغیر سے معنی مہم اصطلاحات کے کسی طولانی استدلال میں کچھ کم نقصان نہیں اُٹھاتے۔ لیکن بعض خفیف اور صریح ابہامات (جن کو ہم ایسا کہتے ہیں) ممکن ہے کہ واقعی حیرانی کا سبب اگلے وقتوں میں ہوتا ہو۔ ڈی مارگن کا بیان ہے کہ غیر تعلیم یافتہ قوموں کے ذہن معاہدوں اور قبولتیوں (دستاویزات) میں لفظوں کے معانی پر زیادہ زور دینے کے عادی تھے۔ اُن کو اصل مفہوم سے یہ الفاظ مستغنی کر دیتے تھے۔ حضرت یعقوبؑ نے اُس دعا پر قیام کیا جو کہ دھوکے سے حاصل کی گئی تھی اگرچہ عیسو اُس دعا سے مقصود تھے۔ لگرگس معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اسپارٹا کے لوگوں کو

---

[1] غلط خیالات یا توہمات جو درباب فطرت محاورۂ زبان سے پیدا ہوئے اُن کو بیکن توہمات کہتا ہے اُس کی تقسیم اُس نے طبیعت انسانی کے خواص کلی میں اُن کے منبع پائے جانے پر کی ہے اسی پر تقسیم مبنی ہے یہ توہمات خواہ کسی شخص کے خبط مزاج سے زبان میں یا علم اور فلسفے کی غلط نظریوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تقسیم کامل منطقی نہ تھی اور ہر قسم میں جن مغالطات کو شمار کیا ہے اُن کا تصفح بھی کامل نہ تھا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کامل تقسیم مغالطات کی عملاً دشوار ہے۔ بیکن خود ہی اُس موازات کی طرف توجہ دلاتا ہے جو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اپنی واپسی تک قانون کی جائز طریقے سے پابندی پر مجبور کیا تھا۔ اگرچہ تھوڑے ہی مدت کی غیر حاضری بیان ہوئی تھی اور اس کو دائمی بنا دیا۔ ہندوؤں کے کسی اوتار نے ایک بونے کی شکل میں تین قدم زمین کے واسطے عرض کیا تھا اور زمین سمندر آسمان ایک دیو کی صورت بن کے لے لیا۔ شاید اس کے یہی معنے سمجھے گئے ہوں گے کہ جو اُس نے قول لیا تھا اور اُس کو دیا گیا تھا اُسی سے زیادہ کا دعوے نہیں کرتا ارسطاطالیس نے لفظی فریب کی انہی صورتوں پر جو بہت کچھ زور دیا ہے جو اُسی سے پیدا ہوا ہوگا کہ اُس وقت تک مناظرین میں یہ رجحان باقی تھا کہ لفظوں کے پھیر بدل پر سنجیدگی سے نظر رکھنا چاہیئے۔ اکثر لوگوں کے خیال کا رجحان یہی ہے وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری کردار میں راست بازی کے دعوے پورے ہوتے ہیں یا شکست ہو جاتے ہیں کہ واقعات کسی نزاع لفظی سے معاہدے کے حدود اربعہ میں داخل ہو سکیں یا نہ داخل ہو سکیں اس طرح دلیل کے بارے میں بھی لوگوں کا یہی خیال ہے کہ ایسی دلیلوں میں کوئی واقعیت ہے اگرچہ نتیجے کا حصر محض ابہام لفظی پر ہو یہی نہیں بلکہ اکثر لوگ اس بات کے تسلیم کرنے پر اکثر آمادہ پائے جاتے ہیں کہ مناظرہ محض لفظی ہوتا ہے۔ اگرچہ ایسا نہیں ہے[1]

مغالطات کا شمار جس کو ارسطاطالیس نے تسلیم کر کے تحریر کیا ہے اس میں اُس نے اپنے زمانے[2] کے مناظرین کے طرز عمل کو ملحوظ رکھا ہے۔ ایک شخص

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) توہمات اور تقسیم مغالطات میں ہے۔ نیچر کی ترجمانی میں استدلال سے زیادہ کوئی امر شامل ہے یہ کہ اس ترجمانی کے لیئے مشاہدے میں حواس کا استعمال مطلوب ہے۔ واقعات کا فراہم کرنا تصورات یا مفروضات کا پیدا کرنا تقسیم کا ایجاد۔ وغیرہ استدلال سے زیادہ اس عمل کے کامیابی کے ساتھ بجا لانے میں اکثر امور سدِ راہ ہوتے ہیں۔ علم منطقی کے مغالطات استدلال کے راستے میں راہزنی کرتے ہیں اُس کے توہمات اُن حالات سے پیدا ہوتے ہیں جو ان تمام اعمال میں ہمارے راہزن ہیں۔ مصم

[1] ہمارے ملک میں بھی منطقی حجت محض زبانی بک بک کے معنوں میں ضرب المثل ہے۔ ۱۲ مترجم

[2] بیکن نے اپنی منطق استقرائی اور قیاس کے پہلے باب میں اس طرح کلام کیا ہے گویا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جس کو مجیب کہتے ہیں وہ کسی مطلب کے دفاع کا منصب لیتا ہے۔ دوسرا جس کو سائل کہتے ہیں وہ مجیب سے ایسے مسلمات کو اخذ کر لیتا ہے جس سے اُس مطلب میں نقض واقع ہو۔ لیکن ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنے خصم کو استطرادی بحث پر الزام دینے کے لیئے اُس کو غیر معتبر بنانے کی کوشش کر سکتا تھا۔ اور یہ سمجھ سکتا تھا کہ یہ پہلے ہی سے تجویز کر لیا تھا کہ کسی ایسی چیز پر جس میں نقض کرنا سہل ہو اُس سے اقرار لے لیا جائے۔ نہ کہ اصلی سوال کے متعلق اگرچہ جب ارسطا طالیس نے اس کتاب کو تحریر کیا تھا اُس زمانے میں ایسے دھوکے دینے والے سوال پوچھنے پر یہ کہدینا سیکھ لیا تھا کہ اس سوال کو امر متنازعہ فیہ سے کیا تعلق ہے یہ بھی ہم سے کہا گیا ہے کہ ہاں یا نہیں کی صورت میں جواب دینے پر اُس کے زمانہ تحریر میں بہ نسبت سابق کے زیادہ زور نہیں دیا جاتا تھا جس کے ذریعے سے کج بحثی کرنے کا ایک اچھا خاصہ طریقہ پیدا ہو گیا تھا۔ سائل کو یہ بھی صلاح دی گئی ہے کہ وہ صرف مجیب کو امر مطلوب میں تناقض پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ یہ ثابت کرے کہ اُس کا مسلمہ اور لوگوں کے موافق نہیں ہے جو صاحب سند ہیں جن کی سند وہ یا دوسرے مانتے ہیں یا انسان عموماً تسلیم کرتے ہیں یا اکثر یا اُس کے ایک فرقے کے لوگ۔ اس زمانے میں باضابطہ مناظرے کا رواج نہیں رہا ہے اب بھی لوگ تقریریں کرتے ہیں اور بحث سے ہم ایک سلسلہ تقریروں کا سمجھتے ہیں ان میں سے بعض امر متنازعہ فیہ کے نقض کے لیئے ہوتی ہیں اور بعض دفاع کے لیئے ہیں اکثر تجویزیں جو خصم کے ملزم کرنے کے لیئے کام میں لائی جاتی ہیں وہ علم (ریطوریقہ) خطابت (دیالقطیقیہ) کلام یا مناظرے میں مشترک ہیں جو تقریر اور سوال جواب کے باہمی پھیر بدل میں آیا کرتی ہیں لیکن اگر ہم علم مناظرہ سے کسی امر متنازعہ فیہ کے جانچنے کی مہارت رکھتے ہوں تو شاید ہم اچھی طرح سوفسطائی ابطال کے منشا اور

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) کہ ارسطا طالیس نے اپنا تمام نظام منطق آداب مناظرے کو پیش نظر رکھکر مدون اور مرتب کیا ہے۔ میرے نزدیک اس میں مبالغہ ہے لیکن سوفسطائی تردید پر جو رسالہ لکھا ہے اُس کے باب میں یہ بیان صحیح ہے۔ مص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مقصد کو سمجھ لیں گے جس کو ارسطاطالیس نے بیان کیا ہے۔ ایسی بحثیں آج کل خصوصاً قانونی عدالتوں میں نظر آتی ہیں جبکہ کونسلی گواہ پر جرح کرتے ہیں۔ اور ایک غیر محتاط کونسلی ابتک کسی بودے گواہ کو پریشان کر سکتا ہے اور جیوری کے سامنے اُس کو غیر معتبر ٹھہرا سکتا ہے اس طرح کہ اُسے تناقضات میں گرفتار کر دے۔ جو ظاہری زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت حقیقی ہونے کے اور ایسا زمانہ بھی گذرا ہے جبکہ معاملات جو ہمارے زمانے میں بذریعہ موافق اور مخالف تقریروں کے پبلک کے فیصلے کے لیئے پیش کیئے جاتے ہیں اخباروں میں دیئے جاتے ہیں اُن پر منتخب مناظرین بموجب مقررہ ضوابط بحث کے احتجاج کرتے تھے ایک مجمع سامعین کے سامنے جن کا فیصلہ اس بارے میں کہ کس طرف سے بحث اچھی ہوئی بہت عملی اہمیت رکھتا تھا۔ اس قسم کے اکثر مباحثے لیبزک مار برگ یا زیورخ وغیرہ میں ریفارمیشن (اصلاح) کے زمانے میں پیش آئے تھے۔

جب مباحثے کے رواج کو انحطاط ہوا تو مغالطات لفظی کی کسی حد تک اہمیت کم ہوگئی۔ لیکن مغالطات معنوی کی نسبت ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ اُن کو ہم کسی مشترک ہیئت سے متحد نہیں کر سکتے۔ جب کہ دوسری قسم کے مغالطات کا منشا ابہام لفظی سے ہوتا ہے۔

۱۔ معنوی مغالطات کی فہرست میں پہلے مغالطۂ عرض[1] ہے یہاں چند مثالیں ہیں جن کو ارسطاطالیس نے اُس عنوان سے منسوب کیا ہے:۔

یہ کُتا تمہارا ہے: یہ کتا ایک باپ ہے: لہذا وہ تمہارا باپ ہے:

تم کورسکس کو جانتے ہو؟ ہاں۔

تم اُس شخص کو جانتے ہو جو نقاب پوش تمہارے پاس آرہا ہے؟ نہیں۔

لیکن وہ کورسکس ہے۔ اور تم نے بیان کیا تھا کہ تم اس کو جانتے ہو۔

(چھ چھوٹا عدد ہے) کم ہے اور ۳۶ چھ مرتبہ چھ ہے لہذا ۳۶ کم ہے۔ اُس مغالطے کا حل بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیز کے مختلف اعراض ہوتے

---

[1] عربی منطق میں اس کو مغالطہ لاحق ولحوق کہا ہے۔ ۱۲ مترجم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہیں یعنے ایسے صفات جو اُس کے مساوی یا اُس کی ذات میں داخل نہیں ہوتے جو کچھ کہ اُس چیز پر محمول ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ اُس کے اعراض پر محمول ہو سکے یا نہ ہو سکے یا اس کا عکس مثلاً کتا ایک باپ ہے۔ اور وہ تمھارا ہے مگر اُس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ باپ تمھارا ہے یعنے وہ تمھارا ہے اس حیثیت سے کہ وہ تمھارا باپ ہے۔ یہ اس کے مثل نہیں ہے کہ تمھارا ہے اس حیثیت سے کہ وہ کتا ہے[1]

کورسکس نقاب پوش آرہا ہے۔ ایک انسان کا نقاب پوش ہو کے قریب آنا کورسکس کا عرض ہے اور اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ چونکہ کورسکس پہچانا ہوا ہے لہذا ایک انسان نقاب پوش آتا ہوا بھی تمھارا پہچانا ہوا ہے۔ یہ ایک عرضی طریقہ ۳۶ چیزوں کے اعتبار کرنے کا ہے کہ وہ ۶ مجموعہ ۶ چیزوں کے ہیں۔ اور گو کہ مجموعے چند ہیں لیکن اس وجہ سے ۳۶ چند نہیں ہے۔ نقص اس حال کا جو یہاں بتایا گیا ہے یہ ہے کہ یہ ہم کو ایسی صورتوں میں امتیاز کرنے کے قابل نہیں کرتا کہ جن صورتوں میں کسی چیز کے اعراض پر کوئی امر محمول ہو وہی خود اُس چیز پر محمول ہو یا عکس اس کا۔ اور اُن صورتوں میں جن میں ایسا نہ ہو سکے یہ کتا تمھارا ہے اور یہ کتا ایک مال (یا ایک اسپانیل) ہے لہذا وہ تمھارا مال یا تمھارا اسپانیل ہے کیوں یہ حجت سالم ہے اور پہلی حجت سالم نہ تھی؟ اگر تم کہو کہ پہلی صورت غیر سالم ہے اس لیئے کہ وہ درمیان معروض و عرض کے مساوات پیدا کرتی ہے درآنحالیکہ وہ غیر مساوی ہے تو پھر تم دوسری صورت کو کیوں جائز رکھتے ہو کیونکہ وہ بھی ٹھیک ایسی ہی ہے۔ ایک محدود اور اُس کی تحدید (تعریف) میں مساوات ہو سکتی ہے[2]۔ وہ مساوی ہیں اور جہاں کہیں ایک کسی تصدیق میں واقع ہو وہاں تم دوسرے کو اُس کی جگہ لا سکتے ہو بغیر اس کے کہ صدق میں کوئی نقصان ہو[3]۔

---

[1] کتا ہونے کی حیثیت سے وہ تمھارا ہے نہ کہ کسی اور نسبت سے۔ ۱۲ مترجم

[2] عربی منطق میں اس کو اسطرح کہیں گے کہ حد مساوی ہوتی ہے محدود کے ۱۲ مترجم

[3] انسان محدود ہے اور اُس کی حد ہے حیوان ناطق اگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ زید انسان ہے تو بعینہ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ زید حیوان ناطق ہے۔ ۱۲ مترجم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



لیکن تم اس قاعدے کو اُن حدوں تک وسعت نہیں دے سکتے جن میں نسبت اس سے کمتر ہو۔ دوسری صورتوں میں ایک کو دوسری جگہ رکھنے سے غلطی واقع ہوگی یا ممکن ہے کہ نہو۔ غرض کہ یہ ایسا قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ کہ اُس میں کچھ خطا نہ واقع ہو؛

ہم نے خود ارسطاطالیس سے معلوم کیا ہے کہ جو حل اُس نے ان مغالطوں کا بیان کیا اور حل بھی بعض مغالطات عرض کئے دیئے گئے ہیں اور پوسٹے نے کہا ہے کہ مغالطہ بالعرض میں عموماً غلط نہمی ہوئی ہے۔ اس مغالطے کا بیان ایسے طریقے سے کیا گیا ہے کہ اُس کا امتیاز اُس مغالطے سے نہیں ہو سکتا جس کا ذکر اس کے بعد آئیگا یعنے مغالطہ خلط مخصص و غیر مخصص بے شک واقعہ یہ ہے کہ پہلے مغالطے کے مفہوم کی تعریف صاف صاف نہ ہو سکی۔ اور اُس کو اسی طرح چھوڑ دیا۔ اور دوسرے مغالطے کا نام کسی قدر بد کا واک ساتھا اس لیئے وہ مغالطہ جو بالعرض کہلاتا ہے وہ حسب روایت ارسطاطالیسی (سکنڈم کوید) یعنے خلط تخصیص و عدم تخصیص ہے۔ مگر چونکہ روایت قدیم سے یہ دونوں مغالطات دو مانے گئے ہیں تو ایک امتیاز مستوی اور معکوس صورت میں اس اخیری مغالطے کے نکالا گیا اگرچہ درحقیقت یہ تفریق کسی اصل پر قائم نہیں ہے؛

۲۔ مغالطہ (سکنڈم کوید) یعنے خلط مخصص بلا مخصص[1]۔ اس مغالطے کو یعنے غیر مخصص پر مخصص کا حکم لگانا بعض اوقات اُس کا عکس مانا گیا ہے۔ اور یہ نہایت ہی نازک اور ایک عام منبع غلطی کا ہے۔ یہ مغالطہ اس طرح ہوتا ہے کہ کسی اصل یا قضیے کو بلا لحاظ اُن حالات کے جو صورت موجودہ میں یا قسم صورت موجودہ میں اُس کے استعمال میں تغیر پیدا کرتے ہیں جاری کریں۔ مثلاً پانی دوسو بارہ درجہ فارن ہیٹ پر اُبلنے لگتا ہے لہذا اُبلتا ہوا پانی انڈے کو پانچ منٹ میں ایسا برشت کر دیگا کہ اُس کی زردی اور سفیدی سخت ہو جائے لیکن اگر ہم پانچ ہزار فٹ سطح سمندر سے بلندی پر اس دلیل کو جاری کریں تو ہم کو ناکامیابی ہوگی کیونکہ بلندی ہوا کے دباؤ میں فرق

---

[1] یعنے جو شئے کسی تخصیص سے مخصص ہے اُس پر غیر مخصص کا حکم لگانا یا اس کا عکس ۱۲ مترجم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



پیدا کر کے ہمارے اصل عام کے صدق میں تخصیص پیدا کرے گی۔ ایک قضیے سے بلا تخصیص مراد لے سکتے ہیں یا یہ کہ مع تخصیص و قید اُس کے معنے لیئے جائیں دوسری شق کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم ایسی صورت میں اُس کے حکم کو جاری کریں کہ جو حالات تخصیص کے مفہوم میں داخل ہوں موجود ہوں اور پہلی شق کی صورت میں ایسے حالات موجود ہوں جس سے اُس کے استعمال کی تخصیص ہوتی ہے۔ اس کہنے سے کہ قضیے کے جو معنے لیئے گئے ہیں وہ غیر مخصص ہیں (بسیط ہیں) یہ مقصود نہ تھا کہ یہ قضیہ مطلقاً کلیہ ہے کیونکہ استعمال کسی اصل کا جو مطلقاً کلیتہً صادق ہو و بذات خود غلطی میں نہیں ڈال سکتی اور ایک مجیب جو ایسی صورت تسلیم کرنے کے لیئے پیش کر کے جس میں کسی اصل سے منافات ہو اور اُس کے تسلیم کرنے پر مجبور کرے تو وہ اُس کا مجرم ہوگا کہ اُس نے پیش کیا ہے مقصود یہ تھا کہ قاعدے سے اس کا صدق متصور ہے یا ایسے حالات ہیں جس کو متکلم تجویز کرتا ہے۔ مغالطہ اُس صورت میں پیدا ہوتا ہے کہ حالات موجودہ سے تجاوز کر کے ناواجب الزام دیا جائے۔ لیکن یہ مغالطہ صرف مباحثے میں نہیں واقع ہوتا۔ ہم سب سے بعض اوقات ایسی غلطی ہو جاتی ہے۔ ہم ایسے اصول سے احتجاج کرتے ہیں جو معمولاً درست ہے بغیر اس کے کہ اس کا تصفیہ کر لیں معمولاً درست ہونے کے کیا شرائط ہیں یا اطمینان کر لیں بجائے خود کہ جس صورت میں ہم احتجاج کر رہے ہیں وہ شرائط موجود ہیں۔ آزادی اچھی ہے لہذا یہ مسلم ہے کہ ہر فرقے کے آزاد دستور ہونے چاہئیں۔ اگرچہ شاید ایسی نسلیں ہیں جو نہایت ہی معتدل درجے کی آزادی کے لائق ہیں۔ ہر شخص کو اس کا مجاز ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے ذاتی معاملات میں جو چاہے کرے اور یہ اکثر ایک قطعی دلیل اس مداخلت کے خلاف سمجھی جاتی ہے جو کوئی شخص اپنی جائداد پر تصرف یا اپنے بچوں کی تعلیم کے لیئے کرنا چاہے پارلیمنٹ نے کوئی خطا نہیں کی کہ وہ ہیلن کو اٹھا لے گیا کیونکہ اُس کے باپ نے اُس کو آزاد کیا تھا اپنے شوہر کے انتخاب کے بارے میں لیکن آزادی کو وہ صرف اپنے پہلے انتخاب تک وسعت دینے کی مجاز تھی مثل اختیار اپنے باپ کے۔ اکثر متبذل مثالیں مثل اور مغالطات کے اس مغالطے کی بھی موجود ہیں جیسے کے مثلاً اگر یہ مانا جائے کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ایک حبشی سیاہ ہوتا ہے تو یہ کہنا تناقض ہے کہ وہ سفید دانت رکھتا ہے چند آدمی اسی برس سے زیادہ کی عمر میں مرتے ہیں میں اسی سے زیادہ ہوں لہذا غالباً میں نہ مروں گا[1] لیکن کوئی مغالطہ اس سے زیادہ دھوکہ دینے والا نہیں ہے کہ کسی بیان کو اکثر اعراض سے صحیح سمجھیں اور پھر اُس کو بلا تخصیص[2] ہمیشہ کے لیئے سچا سمجھیں ۲

۳ - تجاہل مطلوب سے یہ مراد ہے کہ مطلوبہ نتیجے کے سوا کوئی اور امر ثابت کریں لفظی معنے اس اصطلاح کے جہل حجت ہیں لیکن ہر شخص جو کسی دعوے کو باطل کرنا چاہے وہ اُس کے نقیض کو ثابت کرتا ہے اور اگر میں کچھ اور ثابت کروں تو میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ ابطال سے جو مقصود ہے وہ میں نہیں جانتا بیشک ہر مغالطہ آمیز ابطال سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں مطلوب کو نہیں جانتا یا اُس سے تجاہل کرتا ہوں لیکن اور مغالطوں میں دوسرے نقص ہیں اس میں یہ نقص ہے کہ ممکن ہے کہ احتجاج تکمیل کے ساتھ سالم ہو اور نقص کی بنا صرف یہ واقعہ ہے کہ جو نتیجہ ثابت کیا گیا ہے اُس سے مقررہ دعوے کا ابطال نہیں ہوتا۔ یا چونکہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ کسی شخص کی نسبت خواہ ہم یہ سمجھیں کہ اُس نے ایک دعوے کے ابطال کا منصب لیا ہے یا یہ کہ اُس کے نقیض کو وہ مسلم رکھتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مغالطہ اس بات میں ہے کہ ایسی بات ثابت کی جاتی ہے جو ٹھیک نتیجہ نہیں ہے جس کے ثابت

---

[1] مغالطہ اس میں ہے کہ ایک قضیہ اسی برس سے زیادہ سن کے انسان سے منسوب کیا گیا ہے جو کہ صرف مطلق انسان پر صادق آتا ہے یعنے چند اُن میں سے اسی سے زیادہ عمر والے مرتے ہیں اس کا حل بہر طور ممکن ہے مگر صحت اُس حل کی وجہ سے اور عنوانوں میں داخل ہو جاتی ہے۔ مصنف

[2] تخصیص ایسے امور کی موجودگی میں شامل ہے جو بیان کے قبل نہیں سوچے گئے تھے یا ایسے امور کی عدم موجودگی سے جو سوچے گئے تھے (یا کم از کم یہ کہ اُن کو سوچنا چاہیئے تھا) یہ حجت کرنا کہ از بسکہ انسان کو قتل کرنا ناجائز ہے لہذا کسی شخص کو اپنے مُلک کے لیئے جنگ نہ کرنا چاہیئے۔ یہ ایک صورت پہلی قسم کی ہے۔ یا یہ حجت کرنا کہ از بسکہ سنکھیا مضر ہے لہذا ہر حالت میں اُس کا استعمال ممنوع ہے۔ یہ صورت دوسرے قسم کی ہے۔ پہلے کو مستقیم اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



کرنے کا ہم سے مطالبہ تھا۔ ایک وزیر سلطنت کے خلاف جو تجویز کرتا ہے کہ ایک خفیف محصول غلّے پر بالفعل لگایا جائے یہ کافی جواب نہیں ہے کہ ثابت کریں کہ رعایا آزاد تجارت کے زمانے میں بہت زیادہ خوشحال تھی بہ نسبت اُس زمانے کے جبکہ غلّے کی قیمت ساٹھ یا اسی شلنگ فی کوارٹر قائم ہوگئی۔ ایک آزاد تجارت کے حامی کے خلاف یہ جواب کافی نہیں ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ غیر قومیں ہم کو اپنے زرخانہ سے ضربہ پہنچاتی ہیں۔ اس قسم کے مکر خطابت کرنے والوں کے ذخیرہ ہیں حتے کہ اُن کی تشریح کی بمشکل ضرورت ہوسکتی ہے۔ جس شخص نے افلاطون کی کتاب اپولوجیہ یعنے معذرت سقراط پڑھی ہوگی اُس کو یاد ہوگا کہ سقراط نے اپنے ججوں کے سامنے گریہ وزاری اور تضرع کرنے یا اپنے بیوی بچوں کو عدالت میں بلانے سے کہ اُن کو رحم آجائے انکار کیا تھا۔ کیونکہ اُس کا مقصد یہ تھا کہ وہ حکام اُن کو اپنی بے گناہی کا یقین دلائے نہ یہ کہ اپنی مصیبت اور آلام کا۔

اس قسم کے مرافع جس سے سقراط نے انکار کیا تھا اکثر کیئے جاتے ہیں اور اُن کو حجت مصیبت کہتے ہیں جن میں یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ شخص بدقسمت ہے اور مستوجب رحم ہے جبکہ ثابت یہ کرنا چاہیئے کہ وہ بے گناہ ہے یا یہ کہ قانون اُسکی حمایت پر ہے اور غیر متعلق نتائج کے دوسرے نام رکھے گئے ہیں اُن میں سے بہت مشہور حجت سند ہے جن میں مطالبہ تو یہ ہے کہ کوئی دعوے باطل کیا جائے میں اُس شخص کے متعلق کچھ ثابت کروں جو اُس دعوے کو مانتا ہے۔ اگر ایک ماہر سیاسیات جو اپنے خصم کی تدبیروں پر نقص کرتا ہے یہ ثابت کرے کہ تمھاری سابق کی رائے کے یہ منافی ہے تو وہ یہی مغالطہ کرتا ہے یہ ایسی دلیل ہے کہ میں آئرلنڈ کی حکومت خود اختیاری کی تردید کروں اس بنا پر کے پارنیل زانی تھا لیکن حجت بالسند ضرور نہیں ہے کہ بالکل غیر متعلق ہو۔ ایک بیرسٹر جو کسی مخاصمانہ شہادت کے جواب دینے میں یہ ثابت کرے کہ گواہ ایک مشہور چور ہے اگرچہ بہتر یہی ہے کہ بلا واسطہ اُسکی

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) دوسرے کو عکس مغالطہ کہنا چاہیئے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اصولاً دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے مصنف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



شہادت کو باطل کرے لیکن اگر شہادت تنزل ہو جائے تو معقول سمجھا جائے گا کیونکہ کسی شخص کی سیرت کو اُس کے معتبر ہونے سے خاص تعلق ہے۔ کبھی کبھی ہم اس پر قناعت کرتے ہیں کہ جو لوگ ہمارے ناقض ہیں اُن کے خلاف کچھ ثابت کیا جائے۔ نہ یہ کہ ہمارا طریقہ عمل درست ہے بلکہ یہ طریق عمل اُن اُصول کے موافق ہے جن کو وہ مانتے ہیں یا جن پر اُن کا عمل ہے۔ جناب مسیحؑ نے اُن ملامت کرنے والوں کو جو اُن جناب سے سبت کے دن لوگوں کو شفا بخشنے پر ملامت کی تھی یہ دریافت فرمایا تھا کہ اگر کسی کا بیل یا گدھا خندق میں گر پڑے تو کون اُس کو سبت کے دن باہر نہ نکالے گا۔ اُن کے طریقۂ عمل سے ثابت ہو گیا کہ اُن جناب کا فعل جائز تھا اور یہ کہ ہمارے فرائض یوم السبت کی نسبت از روئے عقل کیا ہو سکتے ہیں۔ ارسطاطالیس فرقہ افلاطونیہ کو جن کا یہ مسلمہ تھا کہ کل بدی غیر آزادی ہوتی ہے اس ثبوت سے جواب دیا کہ اس اعتبار سے وہ بدی اور نیکی میں کوئی امتیاز نہیں کر سکتے ایک کو آزادی اور دوسرے کو غیر آزادی کہنے کی کوئی وجہ معقول نہیں ہے بہر کیف وہ لوگ نیکی کو آزادی کہتے تھے اس مقدمے کی صورت چاہے کچھ ہی ہو لیکن کم از کم اُنکا یہ دعوے قابل تسلیم نہ تھا۔

۴۔ مغالطہ مصادرہ علی المطلوب۔ یہ اپنے انگریزی نام التماس سوال سے بہتر طور سے بیان ہوتا ہے۔ یہ مغالطہ اس طرح ہوتا ہے کہ کسی مطلوب کے ثبوت کے لیئے اُسی کو تسلیم کر لینا ایک ہی قیاس کی حد کے اندر مقدمتین میں تسلیم کر لینا اُس چیز کا جسے ثابت کرنا ہے اور نہ صرف ایسی کوئی چیز جو اُس پر موقوف ہے اُسکو ثبوت کے لیئے لینا۔ اُسی صورت میں ممکن ہے جبکہ مرادف الفاظ استعمال کیئے جائیں اگر میں استدلال کروں کہ ج ا ہے کیونکہ ب ا ہے اور ج ب ہے اور اگر حد اوسط ب اور حد اکبر یا اصغر بعینہ ایک ہی شئے ہو تو میں اس مغالطے کو اپنے ہی ثبوت کے لیئے استعمال کرتا ہوں مثلاً فرض کرو کہ ب بعینہ وہی ہے جو کہ ا ہے تب مقدمہ کبریٰ میں بجائے ب کے ا رکھنے سے یہ قضیہ کہ ج ا ہے ایک مقدمہ ملیگا اور فرض کرو کہ ب بعینہ ج ہے تو ب کی جگہ ج کے رکھنے سے مقدمہ کبریٰ میں پھر ج ا ہے ایک مقدمہ ملیگا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



اور دونوں صورتوں میں نتیجہ مقدمتین میں موجود ہے مثلاً فرض کرو کہ قیاس یہ ہے کہ فقیروں کو دینا درست ہے کیونکہ سخاوت نیکی ہے جس حد تک کہ سخاوت میں فقیروں کا دینا داخل ہے تو ہم یہ نہیں تسلیم کر سکتے کہ یہ ایک نیکی ہے کیونکہ یہ سوال کہ یہ نیکی ہے یا یہ سوال کہ یہ درست ہے یکساں سوال ہیں اس کو نیکی کہنا اس کو درست اچھی کہنا ہے یہاں مقدمہ کبریٰ کہ نیکی (درست) اچھی ایک تکرار لفظی ہے اور صغریٰ میں التماس داخل ہے بجائے دیگر اگر میں مال متروکہ پر محصول کی تائید کروں یہ کہہ کے کہ جو جائداد بذریعہ وصیت کے منتقل ہوتی ہے چاہیئے کہ اُس پر محصول لگایا جائے تو میں کبریٰ میں سوال کو التماس کرتا ہوں کیونکہ متروکہ پر محصول ایک محصول ہے جو اُس جائداد پر کہ منتقل ہوتی ہے بذریعہ وصیت کے لگایا جائے اور یہ کہنا کہ ایسی جائداد پر محصول لگایا جائے یہ کہہ دینا ہے کہ متروکہ پر محصول لگانا جائز ہے ؛

لیکن یہ مغالطہ کبھی اس سے کمتر صراحت کے ساتھ ہوتا ہے وہ مقدمہ جو ناواجب طور سے تسلیم کر لیا جاتا ہے عموماً خود نتیجہ دوسری لفظوں میں بیان کیا ہوا نہیں ہوتا۔ بلکہ کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جو صرف نتیجہ کے ذریعے سے ثابت ہو سکتی ہے۔ اور ایسے احتجاج کو دوری احتجاج کہتے ہیں اگر میں یہ حجت لاؤں کہ ٹیوٹن قوم کے معاشرتی اجتماع ابتداءً قرابت کی وجہ سے قائم ہوئے تھے کیونکہ تمام معاشرتی اجتماع ابتدا میں اسی طرح قائم ہوئے تھے تو مجھ پر دوری احتجاج کا الزام لگایا جا سکتا ہے کیونکہ مقدمہ کبریٰ کہا جا سکتا ہے کہ صرف تعدید (شمار) تصفح کے ذریعے سے حاصل ہوا ٹیوٹن قوم کے اجتماعات کو جانچنا چاہیئے تاکہ ثابت ہو کہ یہ صحیح ہے یہ بیشک اگر یہ ثابت کیا جائے کہ تعمیم تصفحی نہیں ہے تو یہ یہ الزام ممنوع ہو جائے گا لیکن جب ہم اس رائے پر بحث کرتے تھے کہ کل قیاس مصادرہ علی المطلوب ہے تو پھر جس کا مقدمہ کبریٰ تصفحی تصدیق ہے وہ ایسا ہی ہے۔ اور ایسی صورتوں میں بخوبی واضح ہے لیکن اور صورتوں میں اکثر مستدل کی نظر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ ڈاکٹر مک ٹگارٹ کہتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو ہر قسم کی سزا کو اصلاً تنزل تجویز کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے باخبر حالت میں اس سے انکار نہیں کرتے کہ ایسی صورتیں ممکن ہیں کہ جن میں یہ ضروری ہے لیکن وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا سزایاب ہونا مطلوب ہو تو اُس کی ذات سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس پر اخلاقی اقتضا کا اثر نہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ہے بلکہ خوف کی حکومت کے تحت میں ہے یہ لوگ کل سزا کے مفہوم میں کسی شخص کا بدرجہ غایت پست ہونا سمجھتے ہیں اگر یہ جائز ہو تو مرتکب ضرور ہے کہ بہائم سے کچھ ہی بہتر ہو۔ اگر یہ جائز ہو تو بہیمیت اُس شخص میں ہے جو سزا دیتا ہے یہ احتجاج دوری معلوم ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ سزا پست کرتی ہے لہذا اس سے کوئی اخلاقی ترقی نہیں ہو سکتی لیکن یہ سوال کا التماس ہے۔ کیونکہ اگر سزا اخلاقی ترقی کر سکے تو یہ پست نہ کریگی بلکہ بلند کریگی۔ انسان دوست فرقہ کی دلیل دوسری شق (متبادل طور) سے ثابت کرتی ہے کہ سزا صرف بزدل بنا سکتی ہے کیونکہ یہ بہیمیت پیدا کرتی ہے اور یہ کہ یہ بہیمیت پیدا کرتی ہے کیونکہ یہ صرف بزدل کر سکتی ہے رومانیس نے ایک مثال مصادرے کی مکمل کی دلیل میں پائی ہے جو اس بات کہ ثابت کرنے کے لیئے جاری کی گئی ہے کہ تمام نوعی ہستیں خصوصیتیں صلاحیت پیدا کرنے والی ہیں۔ ہر مختلف قسم جسکا انتخاب ایک نوع میں ہوا ہے اُس پر خاص رعایت اور حفاظت اس سبب سے ہے کہ وہ ایک یا زیادہ اعتباروں سے بہ نسبت اپنے حریفوں کے اپنے ماحول میں رہنے کی بہتر صلاحیت رکھتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر نوع موجود ہے بوسیلہ صلاحیت کے اور جو توجیہ اُس صلاحیت کی ہے وہی توجیہ نوع کے موجود ہونے کی ہے یہاں مغالطے کا وقوع اس وجہ سے ہوا کہ بجائے الفاظ ہر مختلف قسم جو منتخب ہوئی ہے کہ ہر نوع جو موجود ہے رکھا گیا ہے بیان پہلے فقرے میں صادق ہے واسطے ہر مختلف قسم کے جو منتخب ہوئی کیونکہ انتخاب سے یہ مراد ہے بقا اُن کی جو بہترین صلاحیت شرائط حیات کی رکھتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ہر نوع جو موجود ہے اُس کی ابتدا (تکوین) انتخاب سے ہوئی ہے ایک اور مثال ایک کتاب سے دیجا سکتی ہے جو بربیع دائرے پر ہے جس کا نام گردگاں شکستنی ہے مصنفہ جیمس اسمتھ اسمتھ نے یہ مان لیا کہ نسبت محیط کی قطر سے ۳ ۱/۸ ہے اور اس طرح ثابت کیا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ تم میرے اس مفروض کے حقیت پر جو مجھے حاصل ہے بحث کرنے کی جرأت نہ کروگے۔ جبکہ میں اس کے ذریعے سے یہ ثابت کر سکوں کہ ۱۱ محیط کی اور جو کوئی قیمت فرض کی جائے اُس سے نہایت سخت محالات لازم آئیں گے۔ جب تک کہ تم اس بات کے لیئے آمادہ نہو کہ اقلیدس کے اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



حق پر بحث کرو کہ وہ ایک جھوٹی لکیر بطور مفروض بغرض ثابت کرنے کسی مسئلے کے دلیل خلف سے ہندسۂ بسیط میں مقرر کرسکتا تھا یعنے اُس نے پہلے یہ حجت کی کہ اگر ۳ ۱/۸ صحیح نسبت ہے اور تمام نسبتیں غلط ہیں اور پھر یوں استدلال کیا کہ ازبسکہ تمام نسبتیں غلط ہیں ۳ ۱/۸ صحیح نسبت ہے۔ اور اُس نے یہ سمجھ لیا کہ اُس نے اپنے نتیجے کو لزوم استحالہ (دلیل خلف) سے ثابت کر دیا یہ دکھلا کے کہ اُس کے دعوے کے انکار سے محال لازم آتا ہے لیکن محال ہونا ایسی دلیل میں ضرور ہے کہ بلا توقف ثابت ہو درحالیکہ یہاں اُس کی دلیل دعوے کے صدق کی تسلیم پر موقوف ہے جس کو اُسے ثابت کرنا چاہیئے تھا۔[1]

۵۔ مغالطہ علت کاذبہ[2]۔ یہ مغالطہ لزوم استحالہ (دلیل خلف) میں واقع ہوا کرتا ہے۔ دلیل سے ایک مطلوب کو یہ ثابت کرکے کہ صدق کے ماننے سے محال نتیجہ پیدا ہوتا ہے باطل کرتے ہیں یا مطلوب کے کذب[3] کو تسلیم کرکے محال لازم آنا ثابت کیا جاتا ہے تاکہ مطلوب ثابت ہو۔ علت کاذبہ میں جس مطلوب کو غیر معتبر ٹھیراتے ہیں درحقیقت وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہے کہ محال یا ناممکن نتیجے پیدا ہوتے ہیں جو نتیجے کہ مساوی طور سے اور مقدمات سے بھی نکل سکتے ہیں خواہ اُن کا ایجاب کیا جائے خواہ سلب۔ یہ فرض ہے کہ دنیا مستطح (چپٹی) فرض کیجائے کیونکہ ایک مستطح دنیا غیر محدود ہوگی۔ مستطح دنیا کے گرد اگرد جہازرانی نہیں ہوسکتی اور یہ ہوچکا ہے یہاں گرد اگرد جہازرانی اس واقعے کے منافی نہیں ہے کہ دنیا مستطح ہے بلکہ اس واقعے کے منافی ہے کہ وہ

---

[1] اس دلیل سے بعینہٖ یہ بھی ثابت ہوسکتا ہے کہ محیط قطر سے نصف کی نسبت رکھتا ہے۔ ۱۲ مترجم

[2] انتقاب العلیتہ بالیس بعلتہ جو چیز کسی شئے کی علت نہ ہو اُس کو علت ٹھیرانا۔ ۱۲ مترجم

[3] جیمس اسمتھ نے یوں احتجاج کیا کہ اگر ا جھوٹ ہے تو ب سچ ہوگا بلکہ ب جھوٹ ہے لہذا ا سچ ہے لیکن اگر یہ سچ ہے تو ب جھوٹ ہوگا۔ (جس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں)۔ لہذا ا سچ ہے۔ مصنف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



غیر محدود ہو۔ ممکن ہے کہ دنیا مسطح ہو اور اُس کے گرداگرد جہاز رانی بھی ہو سکے اگر محدود ہو۔ پس مسطح ہونے کا ابطال غیر معقول ہے۔

انالوطیقہ اولیٰ کے ایک مقام سے معلوم ہوگا کہ ارسطاطالیس نے اس مغالطے کو کثیر الوقوع ٹھیرایا ہے۔ لیکن اس واقعے سے کہ متاخرین نے اکثر اس نام کے مختلف معنے قرار دیئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درحقیقت ایک نمایاں صنف نہیں ہے اس مغالطے کو اکثر مغالطہ علیت مقدم کے ساتھ یکساں سمجھا گیا ہے۔ یعنے کسی واقعہ کو اُس واقعہ کی علت ٹھیرانا جو اُس کے بعد ہوا ہو جیسا کہ ایک دہقانی نے یہ کہا تھا کہ منارہ سنٹر فونڈ کی تعمیر سے گڈون میں ریگستان پیدا ہوا۔ اس لیئے کہ ظہور ریگستان کا منارے کی تعمیر کے بعد ہوا تھا۔ بیکن نے سچ کہا ہے کہ جملہ وہم پرستیوں کا مبدا یہی ہے۔ نجومی احکام پر موہومات فال اور شگون ور خواب کے متعلق اوہام۔ جو قضیہ بیکن نے بیان کیا ہے اُسی کی لفظوں میں اُس کا ذکر مناسب ہے[1]۔

اس قسم کے استدلال بلاشک کثیر الوقوع بھی ہیں اور مغالطہ آمیز بھی علیت مقدم ایک صنف یا چیز مغالطات کا ہے اُس طریقے سے کہ جس سے ارسطاطالیس نے ان کا شمار کیا ہے یعنے یہ ایک عام یا کلامی اصول ہے۔ ایسا اصول جو مختلف علوم میں جاری ہو سکتا ہے اور کسی خاص علم سے مخصوص نہیں ہے یہ ایک جھوٹا اصول ہے جس کے جاری کرنے سے ممکن ہے کہ خطا واقع ہو یا صواب۔ نہ یہ اس مغالطے سے خاص ہے کہ اس کو بطور ایک جھوٹی اصل کے بیان کریں۔ اشتراک جھوٹے اصول پر چلتا ہے کہ لفظ کا استعمال ہمیشہ ایک ہی معنے میں ہوتا ہے غرض اس اصل پر کہ جو کچھ کسی شئے پر محمول ہو وہ اُس کے وصف پر بھی محمول ہو سکتا ہے۔ الحاق اس اصل پر کہ جو کچھ کسی شئے پر مخصص ہونے کی حالت میں صادق آتا ہے وہ بغیر تخصیص بھی صادق آئیگا۔ اور یہ واقعہ کہ یہ مختلف صنفیں غلط استدلال کی بترتیب ایک

---

[1] بیکن نے اس حکایت کو بطور تشریح آئی ڈولاٹری بس کے نقل کی ہے رجحان یہ ہے کہ اُن واقعات کو جو کسی ایسی رائے سے جس کو ہم نے اختیار کر لیا ہے مطابقت نہیں رکھتے لہذا اُس کو فروگذاشت کر دیتے ہیں یا تحقیر کرتے ہیں جے۔ اس۔ مل اس کو مغالطہ عدم مشاہدہ کہیگا مصنف۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



جھوٹے یا غلط انداز اصول پر موقوف ہیں اس وجہ سے اس کو مغالطہ کا جنیرو کہا ہے لیکن جنیرو علیت بالتقدم وہی نہیں ہے جیسا کہ علت مالیس بعلتہ دوسری لفظوں میں یہ صنف فی الجملہ مختلف ہے۔ علت کاذبہ میں ہم منطقی سوالات (ترتیب) مقدمات اور نتیجے سے بحث کرتے ہیں مغالطہ اسمیں واقع ہوتا ہے کہ نتیجے کو کسی خاص مقدمے سے متعلق کرتے ہیں جو اس حد تک کہ نتیجہ حاصل کرنے کو تعلق ہے داخل کیا جائے یا ترک کیا جائے دونوں صورتیں مساوی ہیں اور چونکہ نتیجہ جھوٹا ہے ہم غلطی سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ مقدمہ بھی جھوٹا ہے۔ علیت بالتقدم میں ہم ایک وقتی تعلق سے علت اور معلول کے بحث کرتے ہیں مغالطہ اس میں ہے کہ معلول کو کسی خاص امر سے متعلق کرتے ہیں جس کا وقوع اور عدم وقوع مساوی طور سے ممکن ہے جہاں تک کہ معلول زیر بحث کو تعلق ہے اور ہم غلطی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ معلول کا وقوع بہ سبب اس امر کے ہوا لیکن اگر کوئی شخص علت کاذبہ کو علیت بالتقدم کے ہم معنے استعمال کرنا پسند کرے تو کوئی زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ مغالطہ جس سے ارسطاطالیس نے مراد لی ہے ایسا نہیں ہے کہ اُس پر کلام کرنیکی زیادہ ضرورت ہو۔

۶۔ لیکن مغالطہ انتاج کی حالت اور ہے اس کے بارے میں بھی بعض متاخرین کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ مغالطہ بہت عام مغالطوں میں سے ہے اور ہم نے اثنا بحث استدلال استقرائی میں اس کی طرف نظر کی تھی یہ مغالطہ اس بات کے سمجھنے میں شامل ہے کہ ایک شرط اور اُس کا نتیجہ دونوں ایک دوسرے سے بدل سکتے ہیں یہ کہ تم نتیجے سے شرط پر اُسی طرح احتجاج کر سکتے ہو جس طرح اس کے بالعکس اگر ایک مذہب روح کو ترقی دیتا ہے وہ ظلم و تشدد کے بعد قائم رہیگا اس وجہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ چونکہ فلاں مذہب ظلم ہونے پر باقی رہا لہذا وہ روح کو ترقی دینے والا ہے۔ یا شاید (کیونکہ ہم بمتابعت ارسطاطالیس[1] اس نام میں دونوں صورتوں کے

---

[1] (اس سے مطابق ہے احتجاج میلی سس کا کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ جو چیز پیدا ہوئی ہے (حادث ہے) اگر اُس کی ابتدا ہو تو جو چیز غیر ممکن ہے یعنے قدیم ہے اُس کی ابتدا نہ ہوگی پس اگر فلک غیر ممکن یعنے قدیم ہے تو یہ غیر محدود بھی ہے لیکن یہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ترتیب دوسرے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مغالطے داخل کریں گے جو شرطیہ حجت سے پیدا ہو سکتے ہیں) اس سبب سے کہ یہ رائے کو ترقی دینے کے ناقابل ہے یہ ظلم کو برداشت نہ کریگا (ظلم سے فنا ہو جائیگا) اس قسم کے مغالطے ہوا کرتے ہیں جب کبھی ایک نظریئے کا صدق بلا کسی بہتر سبب کے اِلّا یہ کہ ایسے واقعات موجود ہیں جو کہ اس نظریئے کے صحیح ہونے سے ضرور بطور نتیجے کے نکلتے ہیں۔ مان لیا جاتا ہے۔ یعنے جب کبھی تطبیق کو غلطی سے ثبوت سمجھ لیتے ہیں اور جب کبھی کسی ایسی دلیل کا ابطال جو کہ کسی نظریئے کے ثبوت میں پیش کی جائے

---

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) طریقے سے ہے) یعنے ا ب ہے اس قضیے سے تم یہ نہیں استدلال کر سکتے کہ لا۔ ا لا۔ ب ہے بلکہ صرف اس کا عکس یعنے لا۔ ب لا۔ ا ہے (کیونکہ نقیض عام کی خاص ہوتی ہے اور نقیض خاص کی عام ہوتی ہے) چنانچہ لا انسان عام ہے اور لا حیوان خاص) اس باب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ارسطاطالیس قسادا استدلال یعنے تصدیق موجبہ کلیہ کا عکس بسیط اسی عنوان میں داخل کرتا ہے اس سے تشریح ہوتی ہے۔ وضع بالرفع اور رفع بالوضع کی استدلال شرطی میں اور ضرب اول شکل اول اور ضرب دوم شکل دوم کی قیاسی استدلال میں لیکن ارسطاطالیس نے ان کو بعینہٖ نہیں داخل کیا کہ یہ اس واقعے سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس نے حد اوسط غیر مستغرق اور فساد حد اکبر کو سوفسطائی ابطال میں داخل نہیں کیا۔ یعنے اُس قسم مغالطات میں جو کہ مغالطہ انتاج سے موسوم ہیں جن کا تعلق قیاس استثنائی سے ہے اگرچہ وہ بعینہٖ یہی غلطیاں نہیں ہیں یہ ملاحظے کے قابل ہے کہ ایسے استدلال میں مغالطہ نہ ہوگا جہاں شرط اور مشروط میں تلازم ہو یہ ایسی نسبت ہے جو کہ تصدیق موجبہ کلیہ میں مساوی حدوں سے مطابقت رکھتی ہے اسی لیئے ارسطاطالیس کہتا ہے کہ مغالطہ انتاج ایک صورت مغالطہ عرض کی ہے اِس میں اُس نے علیت مقدم کو بھی داخل کیا ہے۔ مثلاً گڈون کے ریگستان کا باعث منارہ ٹنٹرڈنڈ کی تعمیر ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ریگستان کا ظہور بجز اُس کی تعمیر کے ہوا ہو بلکہ واقعہ بھی یہی ہے لیکن ریگستان پیدا ہو سکتا تھا اگر منارہ نہ تعمیر کیا جاتا منارے کی تعمیر کو اس کے وجود سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مصنف

اگر یہ قضیہ صحیح ہے کہ انسان حیوان ہے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ لا۔ انسان لا حیوان ہے کیون لا انسان میں فرس داخل ہے اور وہ لا حیوان نہیں ہے بلکہ حیوان بلکہ عکس صحیح ہے لا۔ حیوان لا۔ انسان ہے قضیہ صحیح ہے ۱۲

۱؎ واضح ہو کہ کسی مقدمے کے ثبوت کے لیئے کوئی دلیل پیش کیجائے اور وہ دلیل باطل ہو جائے تو اس سے وہ مقدمہ نہیں باطل ہو جاتا۔ اس کو اس طرح سے کہتے ہیں کہ دلیل کا بطلان مدلول کا بطلان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



وہ بذات خود اُسی نظریئے کی فنا کر دینے والی سمجھ لی جاتی ہے اگر یہ ثابت کیا جا سکے کسی اور نظریئے سے واقعات کی توجیہ نہیں ہو سکتی یا یہ کہ کوئی دلیل اس نظریئے کے ثبوت میں نہیں پیش کی جا سکتی تو معاملہ مختلف ہے۔ مگر بغیر کسی سبب کے اس کو یقین کر لینا اس قسم کے استدلال لاشئے محض ہیں، تاہم اس قسم کے استدلال اکثر ہوا کرتے ہیں[1]

۷۔ اب صرف ایک مغالطہ تعدد سوالات باقی رہ جاتا ہے۔ یہ اس میں شامل ہے کہ اس صورت کے سوال کیئے جاویں اگر ایک جواب دیا جائے تو اُس سے ایک سے زیادہ مسلمات لازم آتے ہیں اگر ایک مسلمہ سچ ہو اور دوسرا جھوٹا اور مجیب ایک ہی جواب پر مجبور کیا جائے تو وہ ملزم ہونے کے خطرے میں ہوگا خواہ کوئی جواب دے۔ میری ملکہ اسکاٹلینڈ کا قتل کیا جانا وحشیانہ بھی تھا اور خونخواری بھی کیا یہ تھا یا نہ تھا؟ اگر یہ وحشیانہ تھا مگر خونخوارانہ نہ تھا تو ایک انسان کیا جواب دے اگر وہ جواب دے کہ نہیں تو یہ الزام ہوگا کہ وہ وحشیانہ ہونیکا منکر ہے۔ اگر ہاں کہتا ہے تو خونخواری کا اقرار کرتا ہے بعض اوقات بجائے اس کے کہ دو مسئلے ایک ساتھ فیصلے کے لیئے پیش کیئے جائیں سوال بظاہر ایک ہی کو پیش کرتا ہے لیکن وہ ایک ایسا ہے کہ پیدا نہ ہوتا سوائے اس کے کہ ایک خاص جواب دوسرے کا تسلیم کر لیا جاتا۔ اور اس حالت میں بھی مجیب اس کا جواب نہیں دے سکتا بغیر اس کے کہ وہ اُس سے زیادہ کا اقرار کرے جتنا کہ کسی معاملے میں اُس کا ارادہ ہے اور جو سوال کے یقینی طور سے اُس کے سامنے نہیں پیش ہوا ہے اس قسم کا ایک مشہور سوال ہے۔ تم نے اپنی ماں کو مارنا چھوڑ دیا یا اور کوئی ایسا ہی سوال جس میں ایسی کسی بات کی علت کا سوال ہو جس کا سچ ہونا تسلیم نہیں کیا گیا ہے یہ مکرراً بیان کیا جاتا ہے کہ چارلس دوم نے ارکان مجلس شاہی سے سوال کیا تھا کہ جب

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نہیں ہے یہ ایک نہایت اہم اصول ہے اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہیئے اکثر مبتدی اس بات میں غلطی کرتے ہیں ۱۲ھ

[1] یہ مغالطہ منطقی ہے یا صوری ہے اس کو علامتوں میں بھی بیان کر سکتے ہیں استدلال دوری بھی بعض اوقات اس طرح بیان ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر صورت یہ ہو کہ ا ب ہے ب ج ہے لہذا ا ج ہے۔ اور ب ج ہے کیونکہ ا ج ہے اور ب ا ہے۔ مصنف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



ایک زندہ مچھلی کسی ایسے ظرف میں ڈالی جاتی ہے تو پانی نہیں چھلکتا۔ اور جب مردہ مچھلی ڈالی جاتی ہے تو چھلکنے لگتا ہے اور لوگوں نے اپنی ذکاوت سے اس فرق کے متعلق کیسے کیسے اسباب تراشے اگرچہ یہ فرق موجود نہ تھا۔ اگر کوئی شخص سوال کرے کہ ایک محافظانہ (دوسرے ملک کے مال درآمد پر زیادہ محصول لگانا) نظام سے ملک کی محنت میں کیوں ترقی ہوتی ہے جو شخص کہ اس نظام کو مقرر کرے تو یہی مغالطہ ہوگا ممکن ہے کہ اس پر کچھ بحث ہو کہ آیا یہ پوچھنا مغالطہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو کیوں کر اپنے خیال سے زیر زمین پانی کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ مجیب ہمیشہ ایسا جواب دے سکتا ہے جو کہ اس کو اس کے الفاظ کی غلط ترتیب سے بچا لے یعنے اس سوال کا کہ کیا تم نے اپنی ماں کو مارنا چھوڑ دیا نہیں جواب نہیں ہے اس سے یہ سمجھا جائیگا کہ اس نے یہ فعل تسلیم کر لیا مگر ایک انسان یہ جواب کیوں نہ دے کہ میں نے ہرگز یہ کام شروع نہیں کیا؟ اس کا یہ جواب الجواب دیا جائیگا کہ قدیم مباحثات میں اور بعض موقعوں پر جیسا کہ اس زمانے میں بھی خانہ گواہ میں۔ ہر شخص کو کم و بیش توضیح کی اجازت نہیں ہوتی اور سادہ جواب دینے پر ایسے سوال میں جس میں ایسا جواب نہیں دیا جا سکتا مجبور ہوتا ہے مغالطے کا استعمال اس قسم کے تشدد کی حالت میں امریکہ کے قانون کی پابندی سے مقابلہ ہو سکتا ہے ریاستہائے متحدہ کا پریسیڈنٹ مسودہ قانون کو منسوخ کر سکتا ہے اور وہ آزادی سے منسوخ کرتا ہے لیکن وہ مسودے کو صرف ہیئت مجموعی سے منسوخ کر سکتا ہے لہذا جماعت قانون ساز اکثر ایک ایسا فقرہ مسودۂ قانون کے ساتھ منسلک کر دیتے ہیں جس کے پاس کرنے پر پریسیڈنٹ کو اعتراض ہے پس اگر وہ منظور کرتا ہے تو وہ اس کو بھی جائز رکھتا ہے اور اگر نامنظور کرتا ہے تو وہ اس سے بھی ناجائز کر دیتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ لیکن ثانیاً جہاں کہیں ایسا ناجائز دباؤ نہ بھی ہو تو مزاولت کسی جواب کے پہلے سے سوچ لینے کی ایک سوال کے لیئے دوسرے سوال کی صورت میں لانے سے مجیب گھبرا جاتا ہے اور بلا سوچے سمجھے ایسے امور کو تسلیم کر لیتا ہے کہ اگر خالص صورت صراحت کے ساتھ پیش کیئے جاتے تو وہ ان میں شک کرتا یا انکار کر دیتا۔

---

لہ لفظ عربی دوسر نجد اور بعض دیگر اضلاع نجد میں رہتے ہیں جو ریگستان میں پانی تلاش کرتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



مغالطہ کوئی خفیف نہیں ہے ایسے قسم کے سوالوں سے حقیقتہً غلطیاں واقع ہوتی ہیں اگر ہم بجائے خود نظر کرتے ہوں اور ناجائز طور سے ابطال ہوتا ہے جبکہ دوسروں سے ایسے سوال کیئے جاتے ہیں لیکن یہ مشکوک ہے کہ یہ مغالطہ (ماورا عبارت) غیر لفظی ہے۔ کیونکہ ابہام یا مجبوری غلطی جو بعض صورتوں میں جواب کے ساتھ ہو جاتی ہے وہ اس سبب سے ہوتی ہے کہ سوال کی عبارت ایسی ہی بنائی جاتی ہے اور یہی کہا جا سکتا ہے اُس سکوت کے بارے میں جو کہ ناواجب تسلیم پر ہو جس میں کہ ہم دوسری صورتوں میں پھنسائے جاتے ہیں ؎

سابق کے بیانات مغالطوں کے اصناف کی توجیہ کے لیئے کیئے گئے ہیں۔ جن کا امتیاز قدیم سے چلا آتا ہے اور اُن میں سے اکثر کا حوالہ عموماً نام لیکے دیا جاتا ہے یہ صنفیں سب کی سب مساوی طور سے متمائز اور کثیر الوقوع یا اہم نہیں ہیں لیکن حتی الامکان ہر نام کے ابتدائی معنے بیان کیئے گئے ہیں کیونکہ جب مختلف مصنف ان اصطلاحات کو اپنے اپنے معنوں میں لیتے ہیں تو سوائے غلط فہمی کے اور کوئی نتیجہ نہیں ہوتا۔ اور اکثر یہ کافی سبب کسی جدید ترجمے کی ترجیح کا قدیم پر واضح نہیں ہوا۔ چند صورتوں میں پچھلے ترجمے جن کے بارے میں بہت کچھ کہنا تھا دیئے گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مغالطہ ایک ایسا مضمون ہے جس پر پے در پے نسلوں میں کسی حد تک ایک جدید رسالے کی ضرورت ہوتی ہے اس لیئے نہیں کہ اصول بدلجاتے ہیں بلکہ اس سبب سے کہ وہ میدان بدل جاتے ہیں جن میں اُن کا وقوع بکثرت مشمر ہوتا ہے۔ بہت سی مفید تشریحیں اُس مراحت کی جن میں مغالطہ اس اثر کے خیالات کے اہم مضامین میں واقع ہوتا ہے صفحات ہوویٹلی۔ مل یا ڈمارڈن میں پائے جا سکتے ہیں جن کی طرف اکثر اوقات حوالہ دیا گیا ہے ؎

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# اصطلاحاتِ منطق

## (استقرائی و استخراجی)

| | |
|---|---|
| Abscissio Infiniti | تقسیم قطعی الی غیر النہایۃ |
| Abstraction | تجرید یا انتزاع |
| Aecent, fallacy of | مغالطۂ لہجہ |
| Accident, as a Head of Predicables | عرض عام کلیات خمسہ سے ایک عنوان ہے |
| Accidental judgments | تصدیق عرضی |
| Amphiboly, fallacy of | مغالطۂ ابہام عبارت |
| Ampliative judgments | تصدیقات شارحہ |
| Analogy | انالوجیہ۔ تمثیل |
| Analogy, False | تمثیل کاذب یا ناقص |
| Analysis in Induction | تحلیل استقرائی |
| Analytic judgments | تصدیق تحلیلی |
| Apodeictic judgments | تصدیق ضروری |
| Aposteriori reasoning | استدلال اِنی |
| Appellation | اسم عام |
| Apriori reasoning | استدلال لمی |
| Arbor Porphyriana | شجرۂ فرفوریوس |
| Arguing in a circle | استدلال دوری۔ دور |

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



| | |
|---|---|
| Argumentum ad hominem | مغالطۂ استناد (تقلید) |
| Assertoric judgments | تصدیق مطلق۔ جہت اطلاق |
| Association of ideas | تلازم تصورات |
| Augmentative judgment | تصدیق وصفی |
| Categorematic words | الفاظ مستقل بالمعنی جو لفظ محکوم علیہ و محکوم بہ ہو سکیں |
| Categories | قاطیغوریاس۔ مقولات |
| Causation | علیت |
| Cause | علت |
| Cause, Remote | علت بعیدہ |
| Cause, Proximate | علت قریبہ |
| Certainty | یقین |
| Change | تغیر یا تبدیلی |
| Class | قسم یا طبقہ |
| Classification | تدوین اصطفاف |
| Collective judgment | تصدیق مجموعی |
| Colligation of facts | ترتیب واقعات |
| Commensurate terms | حدود متساوی مثلاً انسان و حیوان ناطق |
| Comparative Method | اسلوب تقابل |
| Composition of Causes | اجتماع علل |
| Concept | تصور |
| Conditional judgments | تصدیقات شرطیہ |
| Conjunctive judgment and inference | تصدیقات اتصالی / وجہت اتصالی |
| Connotation and Denotation of terms | مفہوم و مصداق / حدود |

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



| | |
|---|---|
| Consequent, Fallacy of | مغالطۂ وضع تالی |
| Contradiction Law of | قانون تناقض |
| Contradictory Judgments | تصدیقات متناقض |
| Contraposition of propositions | عکس نقیض |
| Contrary judgments | تصدیقات متضادہ |
| Conversion of propositions | عکس قضایا |
| Copula, nature of the | رابطہ کی ماہیت |
| Crucial instance | مثال قطعی |
| Deduction | استخراج |
| Definition | تحدید (حد تام) |
| Demonstration | برہان |
| Denotation of terms | مصداق حدود |
| Derivative laws | قوانین مشتقہ |
| Designations | القاب۔ وصفی نام |
| Development | بروز یا تکمیل تدریجی |
| Dialectical reasoning | استدلال ناظرانہ |
| Dichotomy | تقسیم قطعی بتقسیم اثبات و نفی حصر فی المتنافیئن |
| Dictum de Omni et Nullo | المقول علی کل اشیاء او لاشیٔ |
| Differentia | فصل |
| Dilemma | ذو الجہتین |
| Disjunctive judgment | تصدیق انفصالی |
| Distribution of terms | استغراق حدود۔ حصر حدود |
| Diversity of effects | اختلاف اثرات |
| Division | تقسیم |
| Elimination | طرح |

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



| | |
|---|---|
| Empedocles | انباذقلس (نام حکیم) |
| Empirical facts | واقعات تجربی |
| Enthymeme | قیاس ناقص یا محذوف المقدمہ |
| Enumeration | تصفح |
| Enumerative judgment | تصدیق تصفحی |
| Epicheirema | استدلال محذوف المقدمات |
| Episyllogism | قیاس موخر |
| Equipollency of propositions (obversion) | عدول قضایا |
| Equivocation fallacy of | مغالطۂ اشتراک لفظی |
| Essence | جوہر |
| Essential judgments | تصدیقات جوہری |
| Exceptive judgments | تصدیقات استثنائی |
| Excluded Middle, Law of | قانون مانعۃ الخلو |
| Exclusiva | اخراجی |
| Exclusive judgments | تصدیقات اخراجی یا تخریجی |
| Experiment | تجربہ |
| Explanation | توضیح |
| Explicative judgments | تصدیقات توضیحی |
| Exponibilia | خلط تصدیقات |
| Exposition | افتراض |
| Extension of terms | اطلاق یا وسعت حدود |
| Fallacies | مغالطات |
| False cause, fallacy of | مغالطۂ علت کاذبہ |
| Figure of speech, fallacy of | مغالطۂ تجوز |
| Figure of syllogism | شکل قیاس |

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



| | |
|---|---|
| Form and matter | صورت و مادّہ |
| Fundamentum Divisions | بنائے تقسیم |
| Figure, Galenian | شکل جالینوسی |
| Genus | جنس |
| Geometry | جیومطریہ - ہندسہ |
| Historical Method | اسلوب تاریخی |
| Hypothesis | مفروض |
| Hypothetical judgment | تصدیقات مشروطی |
| Identity, Law of | قانون عینیت |
| Ignoratio Elenchi | جہل یا تجاہل مطلوب |
| Immediate inference | احتجاج بلا فصل |
| Individuation, Principle | اصل مشخصات |
| Induction | استقراء |
| Inductive Methods | طرق استقرائی |
| Inference | احتجاج |
| Infinite terms | حدود غیر محدود یا غیر متعین |
| Instantia | مثال متناقض |
| Intermixture of Effects | خلط اثرات |
| Judgment | تصدیق |
| Knowledge | علم |
| Laws of nature | قوانین فطرت |
| Logic | منطق |
| Major term | حدِ اکبر |
| Many questions, fallacy of | مغالطۂ اسولۂ متعددہ |
| Mathematics | حکمت تعلیمی ریاضی |

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



| | |
|---|---|
| Mathematical body | جسم تعلیمی |
| Matter | مادّہ |
| Measurement | مساحت پیمائش |
| Minor term | حد اصغر |
| Mixed modes | ضروب مخلوط |
| Modality | جہت |
| Modus ponens | وضع مقدم |
| Modus nollens | رفع تالی |
| Moods of syllogism | ضروب قیاس |
| Necessity in judgment | ضرورت تصدیقات |
| Negation | نفی یا سلب |
| Nominalism | اسمیت |
| Nota Notae est not rei ipsius | جو مخصص صفت ہے وہ مخصص موصوف ہے |
| Repugnans notae repugnant rei ipsi | جو منافی صفت ہے وہ منافی موصوف ہے . |
| Obversion | عدل - عدول |
| Opposition . | تقابل |
| Paronymous terms | حدود وصفی |
| Per accidents predication | حمل بالعرض |
| Permutation of propositions | ترتیب قضایا |
| Per se predication | حمل فی نفسہ |
| Petitio Principii, fallacy of | مغالطۂ التماس اصل (دور) |
| Phenomenon | اثر ظہور |
| Plurality of Causes | تعددِ علل |

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



| | |
|---|---|
| Polysyllogism | کثیر الاقیسہ |
| Prophyry | فرفوریوس (نام حکیم مصنف ایساغوجی یعنے کلیات خمسہ) |
| Post hoc propter hoc fallacy of | مغالطۂ علیت مقدم (یعنے ہر سابق علت ہے لاحق کی) |
| Predicables | محمولات |
| Premiss | مقدمہ |
| Principium Individuationis | اصل تشاخص اصول تشخصہ۔ تشخیات |
| Principles | اصول |
| Problematic judgments | تصدیقات امکانی |
| Proper name | عَلَم۔ اسم خاص |
| Property | خاصہ |
| Proposition | قضیہ |
| Prosyllogism | قیاس مقدم |
| Quality of judgments | کیفیت تصدیقات |
| Quantification of the Predicate | کمیت محمول |
| Quantity of judgments | کمیت تصدیقات |
| Ratio cognoscendi, essendi ratio | علت علم و علت وجود |
| Realism | حقیقت |
| Reasoning, Probable | استدلال ظنی |
| Reduction of syllogisms | تحویل قیاس |
| Relation, distinction of judgments according to | اضافت۔ امتیاز تصدیقات حسہ |
| Science | علم |
| Second Intentions | مرادات ثوانیہ مقولات ثانیہ |
| Secundum quid | مغالطۂ تساوی مخصص و غیر مخصص |

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



| | |
|---|---|
| Singular judgments | تصدیقات شخصیہ |
| Sorites | قیاس مسلسل |
| Species as Head of Predicables | نوع۔ منجملہ کلیات خمسہ |
| Subaltern judgments | تصدیقات تحت تقابل |
| Subcontrary Judgments | تصدیقات تحت التضاد |
| Subject, logical, grammatical and metaphysical | موضوع منطقی نحوی و مابعد الطبیعی |
| Substances, first and second | جواہر اولیہ و ثانویہ |
| Subsumption | تحت الحکم |
| Suppositio of name | اسم و مسمیٰ |
| Syllogism | قیاس۔ سولوجسموس |
| Symbols | علائم۔ علامات۔ رموز |
| Syncategorematic | ادات۔ (الفاظ غیر مستقل المعنی) |
| Synthetic judgments | تصدیقات ترکیبی |
| Terms and word | حدود و الفاظ |
| Topics | طوبیقیہ۔ مطالب یا مضامین ارسطو کی ایک کتاب کا نام ہے |
| Unconditional principles | اصول غیر مشروط |
| Uniformity of nature | استصحاب فطرت۔ فطرت کی یکسانی |
| Universe of Discourse | حیز کلام |
| Verification of a theory | امتحان نظریہ |

تمت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri





# ضمیمہ فہرست اصطلاحات منطق استقرائی

## LOGIC (Inductive)

| | |
|---|---|
| Analogy | تمثیل |
| False, Analogy | تمثیل ناقص یا کاذب |
| Antecedent | مقدم |
| Antecedent, Invariable | مقدم غیر متغیر۔ دائمی |
| Beliefs | یقینیات |
| Beliefs, Fundamental | یقینیات اولیہ |
| Beliefs, Universal | یقینیات کلیہ (اساسی) |
| Cause | علت۔ سبب |
| Cause, Proximate | علت قریبہ |
| Cause, Remote | علت بعیدہ |
| Cause, Predisposing | علت غیر مستقیم۔ علت مُعدّہ |
| Cause, Direct | علت مستقیم |
| Cause, Final | علت غائی |
| Causal relation | ربط علّیت |
| Characteristic | خصوصیت |
| Classes | صنوف۔ طبقات۔ اقسام |
| Classification | اصطفاف۔ تنظیم |
| Classification, Natural | اصطفاف (یا تنظیم) طبعی |

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



| | |
|---|---|
| Classification, Artificial | اصطفاف (یا تنظیم) صناعی |
| Circumstances | عوارض۔ حالات |
| Conditions | شرائط |
| Consequent | موخر۔ تالی |
| Conception | تصور |
| Common effects | معلولات مشترکہ |
| Difference | اختلاف۔ تفریق |
| Experiment | تجربہ اختبار |
| Explanation | توجیہ۔ تعلیل۔ توضیح |
| Elimination | اخراج۔ طرح |
| Effect | معلول۔ اثر |
| Inductive fallacy | مغالطۂ استقرائی |
| General | کلی |
| Generalization | تعمیم |
| Emperical generalization | تعمیمات تجربی |
| Hypothesis | دعویٰ یا قیاس مفروضی |
| Hypothesis, Adequate | دعویٰ مفروضی کامل |
| Hypothesis, Gratuitous | دعویٰ مفروضی غیر ضروری |

تمت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

# صحت نامہ کتاب مفتاح المنطق

## حصہ دوم

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲ | ۵ | نتیجے | نتیجہ | ۲۷ | ۳ | ؟ یہ | اور یہ |
| ۳ | ۱۸ | بنگالی | جگالی | ۲۹ | ۴ حاشیہ | کہ شکل | کہ یہ شکل |
| ۶ | ۸ | فایدہ ۱ | فایدہ ۲ | ۳۲ | ۲۵ | قولہ اللہ | قولہ تعہ |
| ״ | ۱۱ | جس | جس کے | ۳۲ | ۲۵ | سنتہ | استنتہ |
| ۱۱ | ۳ | چاہیئے | چاہتے | ۳۳ | ۳ | متفر | متغیر |
| ״ | ۱۱ | سچا | سچا ہے | ۳۶ | ۶ | لئے | نے |
| ״ | ۲۱ | جسمع | جسمیع | ۳۷ | ۳ | ارضی | عہ نہی |
| ۱۴ | ۱۴ | تعلق | تعین | ״ | ۷ | ہیں | میں |
| ۱۵ | ۱۸ | یوٹیکل | پولیٹیکل | ۳۹ | ۱ | میبدء | مبدء |
| ۱۷ | ۱۹ | امناظر | مناظر | ۴۱ | ۱۱ | قسلم | قسلم |
| ۱۹ | ۹ | ہے طوبیقیہ | طوبیقیہ | ۴۳ | ۱ | اسی اسی علت | اسی علت |
| ۲۰ | ۱۱ | اس | (۱) اس | ۴۴ | ۲۱ | دوات | ذوات |
| ״ | ۱۴ | (بز) | اجزا | ۴۶ | ۲۰ | لحی | الحی |
| ۲۱ | ۱۲ | ہداہتہ | بداہتہ | ۴۷ | ۹ | اصلی | اصل |
| ۲۱ | ۴ | علیہ | علیہ | ۵۶ | ۶ | بعدء | بعدءَ |
| ۲۳ | ۱۱ | علامت | علامت ا | ۵۷ | ۶ | تجربے | تجربہ |
| ۲۴ | ۷ | ساس | اساس | ۶۹ | ۹ | ہمکو | ہمکو ۲ |
| ۲۶ | ۱۴ | خلط وبحث | خلط مبحث | ۷۲ | ۱۸ | واقع | واقع |
| ۲۷ | ۳ | تفاد | تفاد | ۷۳ | ۵ | واقعہ | واقعہ ۲ |

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۷۴ | ۲۵ | کرتا ہے | کرنا ہے |
| ۷۷ | ۶ | تعمیمات | تعمیمات |
| ۸۱ | ۷ | حادثے | حادثہ |
| ״ | ۲۳ | کے | سے |
| ۸۲ | ۱۴ | معین | ایک معین |
| ״ | ۲۰ | ہشتم میں | ہشتم |
| ۸۵ | ۱۳ | تہ | یہ |
| ۸۶ | ۲ | ع | غ |
| ״ | ۱۴ | ״ | ״ |
| ۹۲ | ۹ | پہیوں | پہیوں کی |
| ״ | ۲۰ | تعبر | بغیر |
| ۹۴ | ۳ | مبدء | مبدے |
| ۹۵ | ۶ | مبطاروہ | میطاروہ |
| ״ | ۸ | ہیں | یں |
| ۹۶ | ۱۸ | صورتوں | صورتوں |
| ۱۰۲ | ۱ | کی | کمی |
| ״ | ״ | زری | زر |
| ۱۰۳ | ۳ | کمیش | کمیشن |
| ۱۰۷ | ۲۳ | آگے | آکے |
| ۱۱۱ | ۷ | عالم | عام |
| ۱۱۳ | ۳ | امتیازات | اعتبارات |
| ۱۱۴ | ۶ | ارتباط | ارتباطات |
| ۱۱۵ و ۱۱۶ | ۲۵/۱ | سے | سے رقبہ پر اگرچہ |
| ۱۱۶ | ۲۰ | ترتیر | ترتیب |
| ״ | ۲۳ | سیرابی | سیرابی (نشف) |
| ۱۱۷ | ۲ | مناقی | منافی |
| ۱۲۱ | ۱۵ | رمانہ | زمانہ |
| ״ | ״ | جانے | جاتے |
| ۱۲۲ | ۵ | ہے | ہے لیکن ڈ کے مثل یہ بھی ضروری نہیں ہے |
| ۱۲۳ | ۷ | اگر | اگلے |
| ״ | ۱۶ | اوراوروں کے | اوروں کے |
| ״ | ۲۵ | ولیم ٹیل | ولیم سیل |
| ״ | ״ | نظریہ | لیکن نظریہ |
| ۱۲۵ | ۳ | کر | کہہ |
| ״ | ۱۴ | بعد | بعض |
| ۱۲۷ | ۲۲ | درجے | درجے کی |
| ۱۲۸ | ۱۷ | قوتوں | قوسوں |
| ״ | ״ | پرجو | سے جو |
| ״ | ۲۳ | لکھتے | کہتے |
| ۱۳۱ | ۱۴ | خذب | جذب |
| ״ | ״ | مطالقت | مطابقت |
| ۱۳۸ | ۱۳ | موجودہ | موجود |
| ۱۴۹ | ۱۱ | کسمی | کس |
| ۱۵۱ | ۱۰ | مناصر | متعاصر |
| ۱۵۲ | ۶ | تغیرات عہ | تغیرات عہ |

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۵۵ | ۱۷ | موصوع | موضوع |
| ۱۵۶ | ۲۵ | چضے | چلنے |
| ۱۵۸ | ۱۵ | یہ نہ سمجھین | یہ سمجھیں |
| ۱۵۹ | ۱۰ | مفوم | مقوم |
| ۱۷۰ | ۷ | نہ ہوں | ہوں |
| ۱۷۲ | ۱۰ | اسیقدم | اسیقدر |
| ۱۷۳ | ۱۴ | ۱۹۰۲ء | ۱۹۰۲ء نے |
| ۱۷۵ | ۲۳ | یقین | تعین |
| ۱۷۹ | ۲۲ | ازا | اذا |
| ۱۸۱ | ۱۹ | رائب | رائیٹ |
| ״ | ۲۴ | ہیں | یہ |
| ۱۸۵ | ۱۱ | متفردہ | متفرد |
| ۱۸۷ | ۱۴ | ہرنوع | کہ ہرنوع |
| ۱۸۸ | ۲ | مستجیل | مستحیل |
| ۱۸۹ | ۱۲ | متعابعت | متابعت |
| ۱۹۶ | ۱۳ | جویہ | یہ |
| ۲۰۵ | ۱۶ | اسی | ایسے |
| ۲۰۷ | ۱ | اسباب ہے | اسباب |
| ۲۱۳ | ۱۹ | متفاقص | متناقض |
| ״ | ۲۴ | سبب | سبب ہوے |
| ۲۱۴ | ۱۸ | تہیل | تمثیل |
| ۲۱۵ | ۱۵ | دیوڑہا | ڈیوڑھا |
| ۲۱۹ | ۸ | دیتے ہیں | دیتے ہیں |
| ۲۲۰ | ۲۰ | ہوکہ | ہوکے |
| ״ | ۲۵ | قومی | قوی |
| ۲۲۳ | ۱۰ | لہذا | لہذا |
| ۲۲۴ | ۲۰ | وہ ارسطو | ارسطو |
| ۲۲۸ | ۱۵ | پیس | پسس |
| ۲۳۲ | ۱۴ | غیرالنہایہ | غیرالنہایہ |
| ۲۳۳ | ۱۹ | ہر | ہو |
| ۲۳۸ | ۲۱ | اصلاح | اضلاع |
| ״ | ۲۴ | موضوعہ | موضوعہ سے |
| ۲۴۰ | ۲۱ | جوکے | جوکہ |
| ۲۴۱ | ۱۹ | نقص | نقض |
| ۲۴۴ | ۶ | میلان اسطرف | جنکا میلان اسطرف ہے |
| ״ | ۸ | کو | کی |
| ״ | ۹ | تنزل | منزل |
| ۲۴۶ | ۱۱ | چاہیئے | چاہئیں |
| ״ | ״ | ہوخواہ نہو | ہوں خواہ نہوں |
| ۲۴۸ | ۲۳ | ہے | ہیں |
| ۲۶۰ | ۱ | فعل ثابت | ثابت |
| ״ | ۵ | متغیر | تغیر |
| ۲۶۲ | ۵ | جن میں | جنھیں |
| ״ | ۱۲ | منطق | مطلق |
| ״ | ۱۳ | واقعہ کے | واقعہ کہ |
| ״ | ۱۵ | منطلق | منطق |

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri



| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۶۳ | ۲۳ | تمام | عام |
| ۲۶۷ | ۳ | دیکھا کے | دکھا کے |
| ״ | ۱۸ | ترہیت | ترتیب |
| ״ | ۲۰ | جو کچھ کے | جو کچھ |
| ۲۶۸ | ۲۲ | فسک | زاویہ سک |
| ۲۶۹ | ۵ | ہوسکتا | ہوسکتی |
| ۲۷۰ | ۵ | موقع | موقعے |
| ״ | ۷ | بشکل | شکل |
| ۲۷۱ | ۶ | کہ | کے |
| ۲۷۳ | ۱۷ | کے | کہ |
| ۲۷۵ | ۲۲ | سمجھ | کچھ |
| ۲۸۰ | ۱۰ | سخص | شخص |
| ۲۸۴ | ۲۱ | ابتد | ابتدا |
| ۲۸۵ | ۱۲ | کے | کہ |
| ۲۸۸ | ۱ | اپہ | اوپر |
| ۲۹۷ | ۷ | ذخیرہ | ذخیرے |
| ״ | ۸ | اپولوجہہ | اپولوجیہ |
| ״ | ۱۱ | ان | کو |
| ۳۰۰ | ۳ | بہمیت | بہیمیت |
| ״ | ۷ | ״ | ״ |
| ״ | ۸ | کہ | کے |
| ۳۰۱ | ۱۵ | مستطح | مسطح |
| ۳۰۲ | ۲۲ | کی | کیا |
| ۳۰۵ | ۱۷ | کے | کہ |
| ۳۰۶ | ۶ | ڈوسہ | دوسہ |
| ״ | ۱۹ | اس سے | اسے |

تمت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Entered in Database
24/2/06
Signature with Date

पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar